Pahalgam (Literal meaning Shepherd's village)

" Here the Israelitish shepherd tending his flocks an herds may any day be seen" —— "Kashmir"
By Sir Francis Younghusband K.C.S.I , K C I.E, the Political Resident in Kashmir (*Page 112*)
(*See article on Page 18*)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور

عیسائیت

مصنف

ڈاکٹر (علامہ) عزیز احمد قریشی
ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی
اے۔ جی۔ ڈی۔ ایف۔ ایس۔ ایف۔ آئی۔ ٹی۔ ڈی
ایف۔ سی۔ ایچ۔ ڈی (پنجاب) وغیرہ
کشمیر سول سروس۔

مترجم

جناب عبدالعزیز شورہ
عزیز کاشمیری
آنرز ان اردو اینڈ لٹریچر
ایڈیٹر حقیقت و جریدہ ... سری نگر
(کشمیر)

شائع کردہ:-

انجمن اشاعت اسلام۔ تعلیم الن پورہ سری نگر کشمیر

(نعمانی پریس دہلی)

قیمت ...

. Tomb of Takhtakh Shah near Bejnochara, Kashmir
. Kh G. M Tak and Kh, Mohd Khaleel are representing an
st Tomb with a stick in hands. (Article on pp. 239

Mr. Aziz Kashmiri
A Editor of Roshni, Srinagar

Dr. Aziz Ahmad
M A., Ph D., K. C. S.

فہرست مضامین

نوٹ: کوئی بھی مضمون مصنف کا نام اور [illegible]

بچائیں اور انہیں نجات دلائیں۔ عیسائی مشنریوں کے پاس اب بڑا حربہ مسلمانوں کو ورغلا اور مرتد کرنے کا یہ ہے کہ وہ چھوٹتے ہی کہتے ہیں "دیکھو حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ وہ خدا کے نور سے پیدا ہوئے گویا وہ انسان نہیں تھے۔ جب انسان نہیں تھے تو خدا یا خدا کے بیٹے تھے اور بجسد عنصری آسمانوں پر چلے گئے جہاں وہ بقید حیات بیٹھے ہیں اور اب زمین پر اتر کر مسلمانوں کی نجات کریں گے۔ تم پہلے ہی حضرت عیسیٰؑ کو مانتے ہو۔ کیا حرج ہے اگر اس نجات دہندہ کو اعلانیہ مان کر اس کے حلقۂ ارادت میں باضابطہ شامل ہو جاؤ"۔ جاہل اور ناسمجھ غریب مسلمان ان چکموں میں آ جاتے ہیں اور عیسائیت قبول کرنے میں انہیں دیر نہیں لگتی۔ اس میں ان کا قصور اتنا نہیں جتنا بعض مولوی صاحبان کا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے دو ہزار سال سے بجسد عنصری آسمانوں پر بٹھا کر انہیں الوہیت کا مقام دے دیا ہے۔

اگرچہ حیات و وفات مسیحؑ اور تثلیث پر فرداً فرداً کئی لوگوں نے رسالے لکھے ہیں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے نہایت قابل ستائش کام اس سلسلہ میں کیا ہے لیکن آج تک دونوں زبانوں میں ایسی کوئی مختصر اور جامع کتاب مع ہر قسم کے حوالہ جات کے شائع نہیں ہوئی جس میں حضرت عیسیٰؑ کی مفصل زندگی کے حالات، عیسائیت کی تعلیمات اور ان کے رد میں مختلف اناجیل سے مستند مضامین درج ہوں۔ سال گذشتہ میں انجمن اشاعت اسلام قلمدان پورہ سرینگر نے اس کام کا بیڑا اٹھایا، لیکن بدقسمتی سے علماء ریاست میں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جو بیک وقت مبلغ بھی ہوتا۔ مناظر بھی۔ سائنس اور فلسفۂ مذہب سے واقف بھی اور موجودہ توریت و اناجیل کا عالم بھی۔ عیسائیت کی تعلیمات سے واقف اور ان کا رد جاننے والا اور مؤدب بھی۔ آخر شہر سرینگر کے دو جوانوں نے خدا کے فضل پر اس کام کا بیڑا اٹھایا جناب ڈاکٹر علامہ عزیز احمد قریشی صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی نے فلسفۂ عیسائیت مسیحی تعلیمات، مسیحی معجزات، سائنس، توریت اور اناجیل سے متعلقہ مناظرانہ و مبلغانہ

(۷۸۶)

پیش لفظ

ہمارے زمانے میں عیسائیت اور ارتداد کی آندھی جس زور و شور سے چل رہی ہے اسکی نظیر تاریخ اسلام گذشتہ تیرہ صدیوں میں مشکل سے ہی ملے گی۔ سائینس اور مادیت کی ظاہری ترقیوں نے اسلامی حقائق سے بے بہرہ اور ناسمجھ مسلمانوں کی آنکھوں کو ایسا چکا چوند کیا ہے کہ وہ تہذیب مغرب کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا کینیڈا اور یورپ کی تمام عیسائی حکومتوں نے کروڑوں اربوں روپے کی امداد سے باضابطہ بڑی بڑی مشنریوں کی جماعتیں قائم کرکے دنیا کے ہر ملک اور کونے میں ہزاروں نہیں لاکھوں عیسائی مشنریوں کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ عوام کو ہر طور سے دائرہ عیسائیت میں شامل کریں۔ امسال تقریباً دس ہزار مشنری ہندوستان اور پاکستان کی ریاستوں کے لیے مخصوص ہوئے ہیں جو اس ملک میں وارد ہو چکے ہیں اور شد و مد سے انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔

ایک طرف تو عیسائیت کی تبلیغ کا یہ حال ہے اور دوسری طرف مسلمان نہ صرف خواب خرگوش اور عالم جمود میں پڑے ہیں بلکہ غلط عقاید اور اوہام میں بری طرح مبتلا ہیں بدقسمتی سے اکثر و بیشتر علمائے کرام ایک دوسرے پر کفر کا فتوے لگانے اور مسلمانوں کو ایسی غلط تعلیمات دینے میں مشغول ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بجسد عنصری دو ہزار سال سے آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں اب عنقریب آسمان سے نیچے اتر کر تشریف لائیں گے اور وہ اعدائے اسلام کفار کو تہہ تیغ کرکے مسلمانوں کو عروج دلائیں گے۔ اس خطرناک تعلیم کے ساتھ دوسری یہ تعلیم دلائی جاتی ہے کہ حضرت عیسےٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور آسمانوں پر زندہ چڑھ گئے تھے بے چارے عوام اب آسمان کی طرف تکتے رہتے ہیں کہ کب حضرت عیسیٰؑ آسمانوں سے اترتے

چند آراء کا خلاصہ

۱۔ "اس پرچہ میں خود مدیر روشنی جناب عزیز صاحب کاشمیری نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے یوم ولادت "واقعہ صلیب" کشمیر کی طرف آپ کی ہجرت اور سرینگر میں آپ کی وفات پر پر حاصل مضامین لکھے ہیں جن میں تاریخی شواہد علمی استدلات اور وادی کشمیر اور گرد و نواح کے آثارِ قدیمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوے کو پایۂ ثبوت پہنچا دیا گیا ہے۔ کہ سرینگر کے محلہ خانیار میں یوز آصف کے نام سے جو بزرگ مدفون ہیں وہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے سوائے اور کوئی نہیں۔

اسی مجلہ میں ڈاکٹر عزیز احمد صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے بھی متعدد مضامین درج ہیں جن میں اناجیل کے کلام خدا ہونے کے دعوے پر بحث کی گئی ہے۔ مسیح کی بشریت اور ابن مریم کہلانے کی وجہ بتائی گئی ہے۔ مسیح کے روضہ عقبا اور گاؤں کا پتہ دیا گیا ہے۔ آپ کی تعلیم اور شخصیت کو واضح کیا گیا ہے اور الوہیت مسیح کفارہ اور تثلیث کے عقائد پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ غرض جہاں تک حضرت مسیح کی شخصیت کا تعلق ہے اس رسالہ میں اسکے موضوع پر نہایت فاضلانہ اور محققانہ روشنی ڈال کر اس بات کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کی الوہیت کے عقائد سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ہم معاصر عزیز کو اس مفید مجلہ کی طبع و اشاعت پر دلی مبارکباد دیتے ہوئے اپنے دوستوں کو مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اس کو منگوا کر نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں کو پڑھائیں۔"

(پیغام صلح لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۴۲ء)

مضامین اپنے ذمہ لیے اور مؤثر خانہ مضامین از قسم حضرت عیسےٰ علیہ سلام کی زندگی کے حالات۔ ان کا آنا وکشمیر کی جانب سفر اور رحلت۔ سرینگر میں اُن کا روضہ مبارک اور سندات۔ اہلِ کشمیر کے اسرائیلی عقاید۔ وفات حضرت عیسےٰ۔ اور اسی قبیلہ کے دوسرے جدید تحقیقی مضامین۔ جناب عبدالعزیز صاحب شورہ۔ عزیز کاشمیری نے یہ مضامین خواص عوام کا نظریہ معلوم کرنے کے خیال سے ریاست کے واحد مذہبی وعلمی وادبی اخبار روشنی "سرینگر نے ایک خاص شمارہ حضرت عیسےٰ نمبر میں ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں شایع ہوئے۔ اور بیرونجات سے بہت سے علمائے کرام وعیسائی منسٹریوں کو اس نمبر کی کاپیاں بھیجی گئیں۔ ان مضامین کو نہایت مختصر اور جامع طریقہ سے قرآن مجید۔ احادیث شریف۔ اقوال ائمہ دین۔ توراۃ۔ اناجیل کے علاوہ سینکڑوں مستند کتابوں مثلاً انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا انسائیکلو پیڈیا ببلیکا۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا اور تاریخوں کے حوالجات سے لکھا گیا تھا۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ خواص اور عوام میں سے کسی نے نہ صرف ان مضامین پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ملک کے چاروں کونوں سے ستایش کے خطوط کثرت موصول ہوئے جن میں سے چند ایک کا اختصار شایع کیا گیا ہے حتےٰ کہ عیسائی مشنریوں اور مخالفین کی جانب سے ان مضامین کے مقابلے میں جواباً کوئی مخالف مضمون موصول نہیں ہوا۔ بعض ان دندان شکن دلایل وبراہین کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ حالانکہ ہم نے فرداً فرداً انہی مخالفین کو جواب مع حوالجات مستند تاریخی وازتوراۃ واناجیل لکھنے کے لیے کہا۔ بایں ہمہ چاروں طرف سے مطالبہ ہوا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں چھپوا دیا جائے۔ تاکہ عیسائیت کے مقابلے میں ہر عالم۔ مولوی اور مسلمان کے پاس تیر بہدف ہتھیار ہر وقت موجود رہے۔ چنانچہ انجمن کی استدعا پر چند دردمند ایسے نیک دل مسلمانوں نے اس کتاب کی اشاعت کیلیے چندہ دیا۔ اور خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انجمن اردو زبان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور عیسائیت پر پہلی نہایت مختصر لیکن نہایت جامع کتاب علماء اور خاص مسلمانوں کی بہتری کے لیے اور سیلاب عیسائیت و ارتداد کی روک تھام کیلیے شایع کر رہی ہے۔ انجمن ڈاکٹر صاحب اور شورہ صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ انھوں نے بلا کسی معاوضہ کے اپنے مضامین انجمن کو بغرض اشاعت مرحمت فرماتے ہیں۔ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو خود پڑھیں اور نیز اپنے حلقہ میں دوستوں اور عزیزوں کو پڑھائیں۔ [انجمن اشاعت اسلام۔ قلمدان پورہ سرینگر کشمیر]

اس نمبر کا ایک ہنگامہ پرور کارنامہ ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس نایاب نمبر کو منگوا کر پڑھیں اور اپنے دینی معلومات میں اضافہ کریں۔" (ہفت روزہ "آزاد نوجوان" مدراس بابت ۹ جنوری ۱۹۵۴ء)

۵۔ "ہم ان کوششوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں جو کوششیں عزیز صاحب نے یہ نمبر تیار کرنے میں صرف کرلی ہیں۔"
(روزنامہ مارتنڈ سرینگر ۲۸ جنوری ۱۹۵۴ء)

۶۔ "آج ایک علمی طبقہ مسلمانوں میں ایسا بھی پیدا ہوگیا ہے جو قرآن مجید اور حدیث نبوی کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پیش کرتا ہے۔ خود عیسائیوں کی مقدس کتابوں کے حوالوں سے بھی حضرت مسیح کی موت پیش کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مصر کے علمائے کرام کے فتوے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ جن میں علمائے مصر حضرت مسیح کی موت کے قائل ہیں۔ معاصر روشنی سرینگر نے اپنا ایک خاص نمبر وفات مسیح نمبر شائع کیا ہے۔ جس میں ہر طرح سے حضرت مسیح کی وفات پیش کی گئی ہے۔ دلائل اور براہین کی رو سے یہ نمبر اپنے اندر بہت ہی پختہ اور ٹھوس دلائل رکھتا ہے۔ معاصر نے حضرت مسیح ناصری کا مدفن سرینگر میں بتایا ہے۔ اور حضرت کے مزار مبارک کا فوٹو بھی اپنے نمبر میں شائع کرچکا ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ، قرآن، حدیث اور دیگر تاریخوں سے نمبر میں دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ ہمارے لائق دوست مسٹر عزیز کاشمیری ایڈیٹر روشنی نے اس نمبر کو شائع کرنے میں خوب تحقیق کی ہے۔ آپ کا ایک ایک مضمون آپ کی مذہبی تحقیق پر مبنی ہے۔"
("جدید دلچسپ" مدراس) ۱۷ اپریل ۱۹۵۴ء

۷۔ محترم عزیز صاحب کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ روشنی سرینگر نے ۲۵ دسمبر ۱۹۵۳ء کو حضرت عیسے نمبر شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت عیسے کی وفات

۲۔ "یہ خصوصی حضرتِ عیسیٰ نمبر ایک پوری کتاب کی ضخامت و حجم کے ساتھ نکلا ہے۔ مضامین کچھ تو ولادتِ مسیح اور وفاتِ مسیح پر جماعت کے مخصوص نقطۂ نظر سے ہیں اور کچھ نوردِ سیاحت ہیں اور تعداد ناچیز پر۔ لکھنے والے صرف دو ہیں ایک خود ایڈیٹر اور دوسرے ڈاکٹر عزیز احمد۔ جن لوگوں کو ان مناظرانہ عنوانات سے دلچسپی ہے انہیں ان صفحات میں اپنی غذا مل جائیگی۔ ۔ ۔ ۔"
(مولانا عبدالماجد دریا بادی در صدق جدید لکھنؤ ۱۹ مارچ ۵۴ء)

(۱)۔ یہ غلط ہے۔ مضامین بے لاگ طور پر لکھے گئے ہیں اور تحقیقی و تواریخی ہیں۔ (مصنف)

۳۔ "ملک کے ممتاز ادیب عزیز کاشمیری کی ادارت میں سرینگر کشمیر سے نکلنے والے ہفتہ وار روشنی نے حال ہی میں "میلاد نمبر" اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نمبر شایع کیے ہیں ہر دو نمبر اپنے مفید معلوماتی مضامین کے وجہ حد درجہ دلچسپ اور نادر ہیں۔ ان کا مطالعہ بلا شبہ انسانی معلومات میں کافی اضافہ کا موجب سمجھا جا سکتا ہے۔ کاش ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ ان سے استفادہ کرے۔
(جناب حمید سنوسی در مخزن حیدرآباد دکن) ۲ فروری ۵۴ء

۴۔ "گیارہ سال کے طویل عرصہ سے سرینگر کشمیر سے ایک جوان خیال ادیب جناب عزیز کاشمیری کی زیر ادارت ہفتہ وار روشنی ملک بھر میں دین و ایمان کی روشنی پھیلانے کا نیک کام انجام دے رہا ہے۔ روشنی کی روشن شعاعوں نے کئی تاریک دلوں اور دماغوں کو علم کی روشن کرنوں سے منور کر دیا ہے۔ ہر ہفتہ اس پرچہ میں علمی، ادبی سیاسی، اور مذہبی مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ جن کا مطالعہ اضافۂ معلومات کا باعث ہے۔ اس مفید پرچہ کا زیرِ نظر شمارہ "حضرتِ عیسیٰ نمبر" ہے۔ جو جناب عزیز کاشمیری کی جدتِ طبع کا آئینہ دار ہے۔ اس نمبر میں حضرتِ مسیح کی ولادت سے رحلت تک کے اہم واقعات پر مختلف مضامین کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی ہے خصوصاً حضرتِ مسیح ؑ کی رحلت کشمیر میں اور اس سے ملحق تصویر کی اشاعت

حلقوں میں بے حد پسند کیا جائے گا۔ اور دلدادگان علم و ادب کے لئے سامانِ روشنی اور منار منزل کی حیثیت سے یاد کیا جائے گا۔ آپ اور ڈاکٹر عزیز احمد ہر دو صاحبان شکریہ کے مستحق ہیں۔ تحقیق و تعلیم، دلکشی، معلومات، شگفتگی و سلاست غرض وہ کونسی صفات ہیں جو عیسےٰ نمبر میں نہیں؟"

شارع رشید باب لاغا بغداد سے جناب تصدق حسین صاحب خاوری ۱۸ فروری ۵۲ء کے خط میں لکھتے ہیں:۔

"عزیزم! میرے خیال میں آپ کے اس تحفہ عقیدت سے مسلمان، نصاریٰ اور یہود ہر سہ اقوام کے اردو دان افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تعصب کو ذرا علیحدہ رکھیں۔ آپ نے اور محترمی ڈاکٹر عزیز احمد صاحب نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے متعلق واقعات صحیحہ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے صفحہ قرطاس پر ایک جگہ جمع فرماتے ہیں۔ وہ پھولوں کے گلدستہ کی طرح اپنی مہک سے انسانی دل و دماغ کو معطر کیے بغیر نہ چھوڑیں گے آپ کا یہ مبرہن مجموعہ تاریخ احمدیت میں ایک نہایت قیمتی اضافہ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ ہر دو صاحبان کو اس خدمت جلیلہ کا دین و دنیا میں صلہ عطا فرمائے۔"

شیلانگ (آسام) سے جناب ڈاکٹر خادم رحمانی نوری لکھتے ہیں

"اس کا یہ ایک مضمون اپنے خاص طرز بیان کی رو سے نہایت روح افزا ثابت ہوا ہے۔ میرے ناقص خیال میں بہ مضمون نگار صاحب کے مضامین کو یکجا کر کے اس نمبر کو رسالے کی شکل میں بار بار شائع کریں۔ اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کروا کے شائع کرنا تشنہ دنیا کے لئے بارش رحمت کا مصداق ہوگا۔"

اور سرینگر میں تدفین کے متعلق بہت سا مفید مواد جمع کیا ہے۔ مقالین کے مطالعہ سے آپ کی محنت اور جانفشانی کا علم ہوتا ہے۔"

(بدر۔ قادیان۔ ۷ راپریل ۵۱ء)

۸۔ "عزیز صاحب نے قرآن پاک، انجیل، اور مستند تواریخ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین سے ہجرت کرکے کشمیر آگئے ہیں۔ اور یہیں مدفون ہیں۔ بعض انکشافات واقعی حیرت انگیز ہیں۔ نمبر مذکور میں انجیل اور ان کی تعلیمات پر مدلل اور عالمانہ انداز میں تنقید بھی کی گئی ہے۔ مسیحیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر عمارت قائم کی ہے۔ اس نمبر میں مسیحیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ نمبر ایک تاریخی چیز ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔"

(ماہنامہ سنسار سرینگر۔ ۱۲ رفروری ۱۹۵۲ء)

مرکز ادب بھوپال سے حضرت عشرت قادری ۳۰ رجنوری ۵۲ء کے خط میں لکھتے ہیں:۔

"یہ نمبر ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی من گھڑت اور غلط روایات کو ختم کرکے ایک حد تک اصلاح کردی ہے۔ بہرحال ہر زاویہ نگاہ سے یہ صحیفہ اپنی جگہ ایک شاہکار ہے۔ جس کا مطالعہ ضروری معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔"

کامٹی صوبہ بہار سے جناب شمس کامٹوی ۲۱ رجنوری ۵۲ء کو خط میں لکھتے ہیں کہ

"نمبر نہایت پرمغز، معلومات افزا، دلکش اور چونکا دینے والا ہے آپ کی یہ کوشش صحیح معنوں میں سعی مشکور ہے۔ کیا اچھا ہو کہ آپ اس کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ فرماکر ممالک غیر اور اقوام دیگر کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ بات ضروری ہے۔ میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ روشنی کا یہ مینار بے قرار

ہے کہ حضرت موسیٰ ع کا گذر بھی یہاں ہوا تھا۔

قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی " نگارستان کشمیر" کے صفحہ ۵-۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ

" کشمیر کو اول حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے آباد کیا۔ جو اسلام کے پیغمبر تھے اُنہیں کے مطیع و متبعین آباد ہوئے۔ اس لئے کشمیر کا پہلا مذہب اسلام ہے اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کشمیر تا کب اس مذہب سے منحرف ہوئے اب تاریخ جو پتہ دیتی ہے تو کشمیر میں ہندو مذہب کا رائج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان ۱۰۰۰ قبل مسیح تھے "۔

دیکھو دیباچہ (باندی پورکشمیر) میں سنک بی بی کے مزار کے نزدیک جو قبر واقع ہے اس کے متعلق تواریخ اعظمی مصنفہ خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری میں لکھا ہے۔ کہ

" یہ مقبرہ اولیائے کاملین کہ مشہور بقبر موسیٰ ست علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام " صفحہ ۸۱

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سرینگر سے تقریباً ۱۶ میل کے فاصلہ پر واقع جبل ہارون کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بھی رہتے تھے۔ اور آپ کے ہی نام پر اس جگہ کا نام ہارون ہے۔ اور آپ یہیں دفن ہوگئے۔ توارات میں بھی مرقوم ہے کہ " اسی دن خداوند نے موسیٰ سے کہا تو اس کوہ عبار یم پر چڑھ کر نبیوں کی چوٹی کو جا جو یریحو کے مقابل موآب (یعنی لولاب۔ تاقل) میں ہے۔ اور کنعان کے ملک کو جسے میں میراث کے طور پر بنی اسرائیل کو دیتا ہوں دیکھ لے۔ اور اسی پہاڑ پر جہاں تو جائے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہو۔ تیرا بھائی ہارون ہور کے پہاڑ پر مر کر اپنے لوگوں میں جا ملا (استثنا باب ۳۲: ۴۹-۵۰) اور " خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہنے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی بیتھ پور کے مقابل دفن کیا۔ (استثنا ۳۴: ۵-۶)

پاک سرزمین

(عنایت کاشمیری ایڈیٹر روشنی سرینگر)

کشمیر متحدہ ہند کے شمال میں سب سے بڑی ریاست تھی۔ اس کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے۔ جس کا تقریباً تین چوتھائی حصہ سرحدی اضلاع پر مشتمل ہے۔ جہاں آبادی بہت کم ہوتی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری اگرچہ وثوق کے ساتھ قابل اعتبار نہیں ہے۔ پھر بھی اس کے مطابق ریاست کی مجموعی آبادی ۴۰۲۱۶۱۶ ہے جن میں ۳۱۰۱۲۴۷ مسلمان، ۸۰۹۱۶۵ ہندو، ۶۵۹۰۳ سکھ، ۴۰۶۹۶ بودھ اور ۵۰۶۴ دیگر اقوام کے لوگ ہیں۔

کشمیر اپنی رعنائیوں اور دلفریبیوں کی وجہ سے تمام دنیا میں لازوال شہرت کا مالک ہے۔ اس سرسبز و شاداب ریاست میں پانی کی بہتات ہے۔ خوشگوار و زندگی بخش آب و ہوا، خوبصورت مناظر، اور اونچے پہاڑوں کی بدولت یہ جنت بھی کہلاتی ہے۔ یہ نبیوں کی سرزمین اور مقدس وادی ہے۔ چنانچہ پنڈت ہرگوپال صاحب تاریخ گلدستہ کشمیر کے صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں کہ

"ہر ایک ملک میں یہ خطہ بے نظیر مشہور ہے۔ اور سب قومیں اس کو بہت تعظیم کرتی ہیں۔ ہندو اس کو زمین کا سر اور آنکھیں کہتے ہیں۔ اس کے برابر کسی ملک کو متبرک نہیں سمجھتے۔ ان کا قول ہے کہ ان کے تمام تیرتھ یہاں موجود ہیں۔ (ایک) شلوک (کے) معنی پاتال میں جو تیرتھ ہیں، یا زمین پر جو ہیں، بہشت میں جو ہیں وہی سب کشمیر دیش میں ہیں ..... مسلمان لوگ بھی اس کو بہشت نظیر اور باغ سلیمان کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کی بھی بہت سی زیارتیں اور آستان بزرگوں کے یہاں ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ حضرت سلیمان بھی یہاں آتے تھے۔ بعض کا اعتقاد

یکے گفتا کہ در اقصائے کشمیر
ز شیرینی نباشد ہیچ تقصیر
مقام خوبرویاں آں زمین است
بخوبی رشک فردوس زمین است

ایک اور شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کشمیر نکو رشک پری خانۂ چین است
فی الجملہ بہشتیست کہ بر روئے زمین است

شاعر مشرق علامہ اقبال خود کشمیری تھے۔ فرماتے ہیں ؎

تنم گلے ز خیابان جنت کشمیر
دلم ز خاک حجاز و نوا ز شیراز است

کشمیر کی رنگینی اور دلاویزی کے متعلق آپ نے کہا ہے ؎

رخت بہ کاشمر گشا کوہ و تل و دمن نگر
سبزہ جہاں جہاں ببیں لالہ چمن چمن نگر
باد بہار موج موج مرغ بہار فوج فوج
صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر
تا نہ فتد بہ زینتش چشم سپہر فتنہ باز
بستہ بچہرۂ زمیں برقع نسترن نگر
لالہ ز خاک بردمید موج بآبجو تپید
خاک شرر شرر ببیں آب شکن شکن نگر
نغمہ بتار ساز زن بادہ بساتگیں بریز
قافلۂ بہار را انجمن انجمن نگر

وادی لولاب جس کا نام بائیبل میں وادی خواب آیا ہے۔ اور جس کے متصل سنگھ پورہ (سنگھ پورہ باندی پورہ کا پرانا نام) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مدفون ہیں۔ اسے خطاب کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب!
مرغان سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب — اے وادی لولاب
گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دیں بندۂ مومن کیلئے موت ہے یا خواب — اے وادی لولاب
ہیں ساز پہ موقوف نوا ہائے جگر سوز

کشمیر کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ یہاں پھلوں اور پھولوں کی کثرت ہے۔ جگہ جگہ چشمے اور آبشار ہیں۔ وادی کے اردگرد چاروں طرف سربفلک پہاڑ ہیں۔ عہد شاہجہاں کے مشہور شاعر حاجی محمد خان مشہدی نے ۱۰۴۸ھ ہجری میں کشمیر کی تعریف میں لکھا ہے کہ ؎

خوشا کشمیر و خاکِ پاک کشمیر — کہ سر بر زد بہشت از خاک کشمیر
چہ کشمیر آبروئے ہفت کشور — نگاہ از دیدن او تازہ و تر
چہ کشمیر آب و رنگِ باغ و بستاں — اسیر سر نہالش صد گلستاں
سوادش سرمہ چشم بہارست — بہشت و جوئی شیریں آب آرا است
نباشد شرم بطحا گر عناں گیر — حجاز آید بطوف کوہ کشمیر

نسیم فیض ایں روح اللہ آباد
ز اعجاز از مسیحا میدہد یاد

(مثنوی فارسی مشہدی صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ)

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے کشمیر کے متعلق کہا ہے ؎

ذوق فنا نیافتی ورنہ در نظر
رنگین شدہ بہار بود جلوۂ خزاں

اسی طرح ؎

از شاہ جہانگیر بہ نزع چوں پرسید
با حسرت دل گفت کہ کشمیر دگر ہیچ

شہزادی زیب النساء دختر عالمگیر اورنگ زیب رح کا شعر ہے ؎

در مذہب عشاق دم از عشق روا نیست
مرغے کہ ہوائے خوش کشمیر ندارد

حضرت مولانا جامی رح نے فرمایا ہے ؎

حضرت مسیحؑ کے توام بھائی تھے جن کا نام تھوما تھا (دیکھئے ستمتھو کی
ڈکشنری آف بائیبل صفحہ ۱۶۲۹) تھوما عبرانی زبان میں توام کو کہتے ہیں۔ اسی تھوما
(Saint Thomas) نے جن کا نام کشمیر کی تاریخ میں یحییٰ باد آیا ہے
حضرت مسیح علیہ السلام کے وفات پانے کے وقت روضہ بل خانیار سرینگر میں
آپ کی تجہیز و تکفین اسرائیلی رسم کے مطابق انجام دی۔ حضرت مسیح نے جن کا
دوسرا نام یوز آصف بھی تواریخ کشمیر میں آیا ہے۔ رحلت کے وقت پاؤں
مغرب کی طرف اور سر مشرق کی طرف کیا (دیکھئے اکمال الدین صفحہ ۲۵۸
مصنفہ شیخ السید الصادق) تھوما نے اسرائیلی طرز ہی کے مطابق آپکا مقبرہ
بنوایا جس میں اسرائیلی طرز کی کھڑکی بھی رکھی۔ جو اب بھی برابر موجود ہے۔

حضرت مسیح کی تجہیز و تکفین کی انجام دہی کے بعد تھوما نے ہندوستان
کے دوسرے علاقوں کا دورہ کیا۔ اور جب مدراس (جنوبی ہند) میں پہنچے
تو وہاں برہمنوں نے آپ کو قتل کیا۔ آپ کا مقبرہ میلا پور مدراس میں اب تک
موجود ہے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وطن سے منتشر ہو کر ہجرت کرنیوالے
ان اسرائیلیوں کو جو کشمیر میں آباد ہوگئے تھے۔ خدا کا پیغام پہنچانے
کے لئے اس مقدس وادی میں آگئے تھے۔ اور یہیں فوت بھی ہوگئے ہیں
پس عیاں ہے کہ کشمیر کی سرزمین پاک اور نبیوں کی سرزمین ہے۔

ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکار ہے مضراب - اے وادیٔ لولاب

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

نصیب خطہ ہو یا رب وہ بندۂ درویش | کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ
چھپے ہیں جس کے نفس کی آنکھ سے کب تک | گہر ہیں آب وُلر کے تمام یکدانہ

باشندگانِ کشمیر اسرائیلی نسل سے ہیں۔ کشمیر کے پانچ حضرت نوح (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہونے کے مدعی ہیں۔ (امپیریل گزیٹیر جلد کشمیر مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۹ء۔ تاریخ اقوام کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق صفحہ ۲۲۵۔ نگارستانِ کشمیر صفحہ ۹۲) ان پانچوں کے حیتو پان کے پتے کی شکل کے ہیں۔ اور تمام تواریخ سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ کشمیر قدیم وقتوں سے اسرائیلیوں کا مسکن رہا ہے۔ اس لئے لازمی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول ہونے کے باوجود زمرۂ بشریت ہی میں داخل تھے۔ فلسطین میں دُکھ اور مصائب جھیل کر وہاں سے ہجرت کی۔ اور کشمیر آ گئے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام راولپنڈی کے علاقہ ٹیکسلا میں بھی جاتے تھے۔ جو ان دنوں علم و ادب کا مرکز تھا۔ اور ہندوستان میں برہمنوں اور بدھ پجاریوں سے تعلیم پاتے رہے۔ جیسا کہ "ناتھ شیوہ سنچری اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۵۱۵ پر روسی سیاح نکولس ناٹووِچ نے بتایا ہے، بلکہ راولپنڈی سے کشمیر آتے ہوئے مری پہاڑ پر آپ کی والدہ حضرت مریمؑ بھی وفات پا گئیں۔ جنہیں آپ نے وہیں دفن کیا۔ چنانچہ مری پہاڑ پر ان کی قبر اب بھی موجود ہے۔ جس کا رُخ بھی فلسطین کی طرف ہے۔ اور مری پہاڑ کا نام حضرت مریم ہی کے نام پر مری مشہور ہو گیا ہے۔

تواریخ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سارا عیسائی مذہب قدیم آفتاب پرستی اور بدعتی مذہب کا چربہ ہے۔ قدیم قوموں میں یونان، بابل، روم، مصر، سیریا وغیرہ ممالک میں جن خداؤں یعنی متھرا، اپالو، اسیرس، ہورس ایڈونس، ہرکلیس، بیکس وغیرہ کی پوجا ہوتی تھی، ان سب کی پیدائش ۲۵ سے ۲۸ دسمبر تک واقع ہوئی ہے۔ اس نئے عیسوی مذہب کو ہردلعزیز بنانے کے لئے مسیحی راہبوں نے حضرت مسیح کو انہی خداؤں کا قائمقام بنادیا۔ اور دوسری طرف حضرت مریم۔ ڈیمٹر، آئی سس، ہرتھا۔ نانا جلمن۔ سملی، ڈائنا، فرگا کے قائمقام ٹھہرائی گئیں۔ کیونکہ یہ سب کی سب اپنے ہاں عذرا اور کنواریاں مانی گئی ہیں اور سب کی سب حالت باکرہ ہی میں مذکورہ بالا خداؤں کی مائیں بنیں۔ تواریخ سے یہ بھی روشن ہوتا ہے کہ شاہ قسطنطین والئے روما جو آفتاب پرست تھا۔ اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کرکے تخت پر غاصبانہ طور تسلط جمادیا۔ چونکہ اس کے اس طرز عمل سے لوگ متنفر تھے اس لئے اپنے سیاسی اغراض کے تحت مسیحی لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اپنا عیسائی ہونا مشہور کردیا اُن دنوں روما میں اپالو کی پرستش ہوتی تھی۔ قسطنطین نے حضرت مسیح کو اپالو کی کرسی پر بٹھادیا۔ اور روایات بھی جوں کی توں قائم رکھیں۔ یعنی صرف معبود کا نام بدل دیا۔ یہی وجہ ہے کہ رومن کیتھولک کے گرجے ہی کیا [illegible] اپالو کا مندر ہے۔ اور دونوں کا تاریخ گوشہ مشرق میں ہوتا ہے لوروز (ایرانی) بسنت (ہندی) ہی کا دوسرا نام ایسٹر ہے۔ عیسائیوں کے سبت کا دن ہفتہ تھا۔ لیکن آفتاب پرستوں میں مدغم ہو کر انھوں نے یعنی اتوار (یوم سورج) یا سنڈے (یعنی سورج کے دن) کو عبادت کا دن ٹھہرایا۔ [illegible] عیسوی مذہب کا نشان [illegible] تھا۔ [illegible]

عزیز کاشمیری

حضرتِ مسیح کا یومِ ولادت ۲۵ دسمبر نہیں ہے

مشہور مسیحی عالم کینن فیرر نے اپنی کتاب حیاتِ مسیح میں اعتراف کیا ہے۔ کہ "مسیح کی تاریخ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔" انجیل سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس رات گڈریے اپنے بھیڑوں کو لئے بیت اللحم کے کھیتوں میں موجود تھے (لوقا ۲: ۸) لیکن ظاہر ہے کہ دسمبر کا مہینہ ملک یہودیہ میں سخت بارش اور سردی کا مہینہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان دنوں چرواہے کس طرح کھلے آسمان تلے ننگی زمین پر رہ سکتے تھے؟ - قرآنِ پاک میں پیدائشِ مسیح کا وقت موسم گرما بتایا گیا ہے جبکہ کھجوریں پک جاتی ہیں۔ فرمایا ہے

"پھر دردِ زہ اسے (حضرتِ مریم کو) کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگی۔ اے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہوتی۔ تو اس کے نیچے سے اسے ایک ندا آئی۔ کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا رکھا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ پکی کھجوریں جھڑ پڑینگی۔ سو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔" (مریم ۱۹: ۲۴-۲۶) اسی طرح بشپ برنز (BISHAP BARNES) اپنی کتاب "رائیز آف کرسچینٹی" میں لکھتے ہیں۔ "اس کے علاوہ اس عقیدہ کی کوئی سند نہیں ہے۔ کہ ۲۵ دسمبر کی تاریخ فی الواقع مسیح کی پیدائش کا دن ہے۔" (صفحہ ۷۹)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ۲۵ دسمبر کی تاریخ مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیسے مشہور ہوگیا۔ کہ حضرتِ مسیح ۲۵ دسمبر کو تولد ہوئے ہیں۔ ؟

انجیل میں بہت سے حوالے ایسے ملتے ہیں جن میں سورج کی عظمت اور جلال کا ذکر ہے۔ مثلاً "دُنیا کا نور میں ہوں۔ جو میری پیروی کریگا وُہ اندھیرے نہ چلے گا، بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔ (یوحنا ۸ : ۱۲)" "حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔ دُنیا میں آنے کو تھا وُہ دُنیا میں نہ تھا۔ اور دُنیا اس کے وسیلہ سے پیدا ہوتی۔" (یوحنا ب ۱ : ۹ - ۱۰) چونکہ سورج بارہ برج میں سے گذرتا ہے۔ اسی لیے انجیل میں حضرت مسیح ع کے صرف بارہ حواری بتلائے گئے ہیں۔ اور ایک یہودا اسکریوتی حضرت مسیح کو پکڑوا تا ہے برج عقرب میں بھی سورج کمزور پڑتا ہے۔ الغرض! چونکہ ۲۲ دسمبر کی رات سے دن بڑھنا شروع ہوتا ہے اسی لیے ۲۵ دسمبر ٹھہرا اور دیگر سورج دیوتاؤں کی پیدائش کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اور اسی کی تتبع میں حضرت مسیح کو مقبول و ہردلعزیز بنانے کے لیے آپ کا یوم ولادت ۲۵ دسمبر مقرر کیا گیا۔ حالانکہ یہ دن آپ ع کی پیدائش کا دن ہرگز نہیں ہے اور بقول لنب برنسز "حضرت مسیح ع کے تین سو سال بعد ۲۵ دسمبر کو حضرت مسیح کا یوم ولادت قرار دیا گیا ہے۔"

صلیب رکھا گیا۔ کیونکہ قدیم مصر میں آفتاب پرست صلیب کی بھی پرستش کیا کرتے تھے۔ طرفہ یہ ہے کہ جتنے بھی آفتاب پرستوں کے خدا یعنی بعل، بیکس، متھرا، آسیرس، ایڈونس، اٹس، ہرکلس، کوٹزل کوٹل وغیرہ ہیں وہ بھی ۲۵ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک کنواریوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اکثر صلیب کا شکار ہوتے ہیں۔ مارے جاتے ہیں، پھر دوبارہ زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی سب کی زندگی کے حالات حضرت مسیح کی حالاتِ زندگی سے مشابہ ہیں۔ اور ہاں اسی لئے سب نسلِ انسانی کی نجات کے لئے ہوتے ہیں۔

شاہ قسطنطین کے پیرو ہیڈرین نے پہلے پہل مسیح کے تمام بت مندر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ مسیح بھی دیوتاؤں میں شامل ہو جائے۔ یہود اسکریوتی جسنے رشوت حاصل کرکے حضرت مسیح کو پکڑوا دیا۔ اسی کا جانشین پولوس رسول بنا جو ہرفن مولا تھا۔ اسنے بھی حضرت مسیح کو منوانے کی غرض سے مسیحیت کو قدیم مذاہب کا چربہ بنا دیا۔ لیکن جب عیسائی اقتدار میں آگئے تو انہیں آفتاب پرستی کے ماخذات کو نیست و نابود کرنے کی فکر ہوئی۔ تاکہ دنیا والوں کو حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ چنانچہ 390ء میں سکندریہ کے بشپ نے شہنشاہ تھیوڈوسیس سے اجازت لیکر سکندریہ کا کتب خانہ جلا دیا جس کا الزام تیرہویں صدی میں بشپ ابوالفراجیس کے ذریعہ حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفہ ثانی کے ذمہ لگایا گیا۔ اسرائیلی فلسفی حکیم فائیلو جو مسیح کی پیدائش سے ایک ہی نسل پہلے پیدا ہوا تھا۔ اسکی کتابوں میں تمام اُن مصطلحات و عقائد کا پتہ چلتا ہے۔ جن پر مسیحی کلیسا کی بنیاد قائم ہے۔ فیثا غورث کے ہاں بھی ایک تثلیث کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی (۱) خدا (۲) روح کائنات (۳) روحِ انسانی۔ حکیم افلاطون (پلیٹو) بھی جناب زرتشت کی تجویز کردہ تثلیث کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی (۱) باپ (آہورا) ۲۔ متھرا (سورج) ۳۔ کائنات۔

لیکن چونکہ اسی عقیدے پر عیسائیوں نے الوہیتِ مسیحؑ کی عمارت کھڑی کر رکھی ہے۔ وہ شرک کا مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور نافہم مسلمان اس کی وجہ سے ارتداد کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کی نوعیت اور حقیقت پر روشنی ڈالنا ازبس ضروری ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چونکہ ان کی شریعت میں لکھا تھا کہ "جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثنا ۲۱ تا ۲۳) اور "جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ (گلیتون ۳:۱۳)

اس لئے حضرت مسیح کو خدا کا نبی ہونے سے جھٹلانے کے لئے یہودیوں نے حاکم وقت پر زور دیا کہ آپؑ کو پھانسی دی جائے۔ حاکم وقت یہودی شریعت کی رو سے کے سامنے مجبور ہوا اور آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ آپ کے ساتھ اور دو مجرم اشخاص کو بھی سولی پر چڑھایا گیا۔ دوسرے دن یہودیوں کی قومی عید تھی اس لئے حضرت مسیحؑ کے صلیب پر بیہوش ہونے ہی کوئی دو یا چھ گھنٹے کے بعد آپؑ کو صلیب سے اتارا گیا۔ جو دو اشخاص آپ کے ساتھ سولی پر چڑھائے گئے تھے ان کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ حضرت مسیحؑ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور آپ کی بیہوشی سے حکام اور دشمنوں کو یہ دھوکہ ہوا کہ گویا آپ فوت ہو گئے ہیں، حالانکہ آپ زندہ ہی تھے۔ حکام اور یہودیوں کے شبہ میں پڑنے کی تائید قرآن پاک نے بھی ان الفاظ میں کی ہے۔ "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء ۴: ۱۵۷) اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر مارا مگر وہ ان کے لئے اس جیسا بنا دیا گیا (یا شبہ میں ڈال دیئے گئے) (۴: ۱۵۷)"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ــــــ عزیز کاشمیری

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

دُنیا میں لوگ قسم قسم کے توہمات کا شکار ہیں۔ اور جس طرح سیاسی توہمات کی کوئی کمی نہیں، اسی طرح مذہبی قسم کے توہمات کا بھی کوئی شمار نہیں ہے آخرالذکر قسم کے توہمات میں سے ایک بہت بڑا توہم یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بجسدِ عنصری چرخِ چہارم پر موجود ہیں۔ حالانکہ یہ نہ کوئی ایسا مسئلہ ہے جسے عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے۔ اور نہ اس کے اثبات پر قرآن و حدیث یا تاریخ کی کوئی شہادت موجود ہے۔

اس مسئلے کا ابطال پہلے اسی سے ثابت ہے کہ ازروئے سائنس آسمان کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ (پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وُہ دھواں تھا" (سورہ الم: آیت ۱۱) لیکن حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے بھولے بھالے اور نادان دوست جو حیاتِ مسیح بجسدِ عنصری کے قائل ہیں، یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آسمان سیلنگ کے مانند کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے جس پر اللہ میاں فرشتوں سمیت بیٹھے حکومت چلا رہے ہیں۔ اس طرح سے یہ اشخاص اللہ تعالٰی کی وراءالوراہستی کو خاص جگہ ہی تک محدود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا خیال کرنا اسلام کی تعلیمات کے بالکل برخلاف ہے۔

قطع نظر اس کے کہ مسیح علیہ السلام کی موت وحیات کا مسئلہ نہ اصولِ اسلام سے تعلق رکھتا ہے اور نہ فروعی مسائل میں اہمیت رکھتا ہے

جب چھٹی صدی عیسوی میں نصاریٰ آغوشِ اسلام میں آگئے تو وہ اپنے ذہنوں میں مسیحی تخیلات ساتھ لیتے آئے، بلکہ اکثر لوگ محض اسلام کو نقصان پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو غیر اسلامی تعلیمات سے ملوث کرنے کے لئے ہی ظاہر طور پر مسلمان بن گئے تھے۔ چنانچہ اسکی تائید میں حنفیوں کے مشہور ماہنامہ مولوی دہلی محرم نمبر ۱۳۵۲ھ کے صفحہ ۲۱ کالم نمبر ۲ پر مولوی سید نذیر الحق مصنف کتاب تاریخ اسلام حضرت عثمان علیہ السلام خلیفہ سوم کے عہد حکومت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آئندہ فتنوں کا ایک مشہور سرغنہ عبد اللہ بن سبا" ان مہلت ایکان کے فتنوں میں ایک امام المعتمدین کا فتنہ اور کھڑا ہوگیا۔ جس سے مراد عبداللہ بن سبا کا فتنہ ہے۔ یہ ایک نومسلم عالم اور بڑا دانش مند تھا۔ اپنی علمیت کے سبب مصر کے باشندوں میں مقبول ہوتا گیا۔ تو اُسنے ایک عقیدہ کا شوشہ چھوڑا کہ عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰے آسمان پر ہیں اور دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے مگر ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسٰے سے زیادہ مرتبہ اور اعزاز رکھتے تھے اس لئے وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ فتنے اور شرارت کی پہلی اینٹ تھی۔

اب دُوسرا شوشہ چھوڑا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ اور ہمارے حضرت کے وصی حضرت علی رضؓ ہیں۔ لہذا خلافت حضرت عثمان رضؓ کا حق نہیں بلکہ حضرت علی رضؓ کا ہے۔ مسلمانانِ مصر میں یہ عقیدہ تسلیم کر لیا گیا۔ اور خلافت عثمانی کے خلاف اندر ہی اندر صلاح و مشورے اور تیاریاں ہونے لگیں یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ یہودی عبداللہ بن سبا مدینہ میں آ کر بظاہر مسلمان ہوگیا تھا مگر درحقیقت یہ اسلام کا بدترین دُشمن تھا۔ مسلمانوں کی فتوحات

حواریوں نے مسیح علیہ السلام کو اُٹھا کر ایک قبر نما کمرہ یا غار میں رکھا جہاں اُنھوں نے ہوش میں آ کر اپنے زخموں کے لیے خود مرہم تیار کروایا کیونکہ آپ خود بھی طبیب تھے۔ یہ مرہم عیسیٰ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ تین دن کے بعد آپ اس قبر نما کمرہ میں سے نکلے، حواریوں سے ملے اور فلسطین سے پہاڑی راستوں سے دوسرے مقامات کو ہجرت کر گئے۔

جب آپ کے زندہ رہنے کی خبر مشہور ہوئی۔ اور قبر نما غار کو کھلا ہوا پایا گیا۔ تو آپ ؑ کے حواریوں سے آپ کا پتہ پوچھا گیا۔ وہ اس خوف سے لرز اُٹھے کہ کہیں حضرت مسیح ؑ کا پیچھا نہ کیا جائے۔ اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح ؑ کا تعاقب کرنے سے ان کی توجہ کو پھیرنے کے لیے اور ان دشمنوں پر حضرت مسیح ؑ کی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یہ مشہور کیا کہ حضرت مسیح جی اُٹھے اور آسمان پر چلے گئے۔ یہی غلط خیال مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ سارے عیسائیوں کے ذہنوں پر چھا گیا۔ ورنہ یہ کوئی مسلمانوں کا نہیں، بلکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے کہ

"فی زاد المعاد۔ للحافظ ابن القیم۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ما یذکر ان عیسیٰ رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ لا یعرف بہ اثر یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی من النصاریٰ۔

یعنی حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے۔ کہ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ ۳۳ سال کی عمر میں اُٹھائے گئے۔ اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی نہ اس کا ماننا واجب ہے۔ شامی نے کہا ہے۔ کہ جیسا امام ابن قیم نے فرمایا ہے۔ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ اس عقیدہ کی بناء احادیث پر نہیں بلکہ یہ نصاریٰ کی روایات ہیں اور ان ہی سے یہ عقیدہ آیا ہے:

جب چھٹی صدی عیسوی میں نصاریٰ آغوشِ اسلام میں آگئے تو وہ اپنے ذہنوں میں مسیحی تخیلات ساتھ لیتے آئے، بلکہ اکثر لوگ محض اسلام کو نقصان پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو غیر اسلامی تعلیمات سے ملوث کرنے کے لئے ہی ظاہرا طور مسلمان بن گئے تھے۔ چنانچہ اسکی تائید میں حنفیوں کے مشہور ماہنامہ مولوی دہلی محرم نمبر ۱۳۵۲ھ کے صفحہ ۲۱ کالم نمبر ۲ پر مولانا سید نذیر الحق مصنف کتاب آئینہ اسلام حضرت عثمان علیہ السلام خلیفہ سوم کے عہدِ حکومت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آئندہ فتنہ کا ایک معروف سرغنہ عبداللہ بن سبا" ان ہیبت ناک فتنوں میں ایک امام المفسدین کا فتنہ اور کھڑا ہو گیا۔ جس سے مراد عبداللہ بن سبا کا فتنہ ہے۔ یہ ایک تو مسلّم عالم اور بڑا دانشمند تھا۔ اپنی علمیت کے سبب مصری مسلمانوں میں مقبول ہو گیا تھا پہلے تو آپ نے ایک عقیدہ کا شوشہ چھوڑا کہ عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے مگر ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ سے زیادہ مرتبہ اور اعزاز رکھتے تھے اس لئے وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ فتنے اور شرارت کی پہلی اینٹ تھی۔

اب دوسرا شوشہ چھوڑا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ اور ہمارے حضرت کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ لہٰذا خلافت حضرت عثمانؓ کا حق نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا ہے۔ مسلمانانِ مصر میں یہ عقیدہ تسلیم کر لیا گیا۔ اور خلافت عثمانی کے خلاف اندر ہی اندر صلاح و مشورے اور تیاریاں ہونے لگیں یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ یہودی عبداللہ بن سبا مدینہ میں آکر بظاہر مسلمان ہو گیا تھا مگر درحقیقت یہ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ مسلمانوں کی فتوحات

حواریوں نے مسیح علیہ السلام کو اٹھا کر ایک قبر نما کمرہ یا غار میں رکھا جہاں انھوں نے ہوش میں آ کر اپنے زخموں کے لیے خود مرہم تیار کروایا کیونکہ آپ خود بھی طبیب تھے۔ یہ مرہم عیسٰی کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ تین دن کے بعد آپ اس قبر نما کمرہ میں سے نکلے، حواریوں سے ملے اور فلسطین سے پہاڑی راستوں سے دوسرے مقامات کو ہجرت کر گئے۔

جب آپ کے زندہ رہنے کی خبر مشہور ہوئی۔ اور قبر نما غار کو کھلا ہوا پایا گیا۔ تو آپ ع کے حواریوں سے آپ کا پتہ پوچھا گیا۔ وہ اس خوف سے لرز اٹھے کہ کہیں حضرت مسیح ع کا پیچھا نہ کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے حضرت مسیح ع کا تعاقب کرنے سے ان کی توجہ کو پھیرنے کے لیے اور اپنے دشمنوں پر حضرت مسیح ع کی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یہ مشہور کیا کہ حضرت مسیح جی اٹھے اور آسمان پر چلے گئے۔ یہی غلط خیال مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ سارے عیسائیوں کے ذہنوں پر چھا گیا۔ ورنہ یہ کوئی مسلمانوں کا نہیں، بلکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے کہ

" فی زاد المعاد۔ للحافظ ابن القیم۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ما یذکر ان عیسٰی رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ لا یعرف بہ اثر یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی من النصاری۔

یعنی حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے۔ کہ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے ع ۳۳ سال کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تا اس کا ماننا واجب ہو۔ شامی نے کہا ہے۔ کہ جیسا امام ابن قیم نے فرمایا ہے۔ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ اس عقیدہ کی بناء احادیث پر نہیں بلکہ یہ نصاریٰ کی روایات ہیں اور ان ہی سے یہ عقیدہ آیا ہے "

جس طرح باقی لوگ ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسٰےؑ بھی ایک فرد یا انسان تھے

وفات مسیحؑ قرآن کریم کی روشنی میں

اب ہم ان آیات قرآن پاک کا مختصر طور پر تذکرہ کریں گے جن سے حضرت مسیح ناصری کی وفات ثابت ہے۔

۱۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (سورہ ۳: ۵۶) ترجمہ:- جب اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند مرتبہ دینے والا ہوں اور جو تیرے پیرو ہیں ان کو تیرے منکروں پر قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰےؑ کو پہلے وفات دی اور پھر رفع یعنی بلند مرتبہ دیا۔

۲۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (سورۃ المآئدہ ۵: ۱۱۶-۱۱۷) ترجمہ:- اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں

اور اُن کا اقتدار دیکھ کر اندر ہی اندر جلتا تھا۔ یہاں مدینہ میں رہ کر اس نے مسلمانوں کی اندرونی اور داخلی کمزوریوں کو خوب اچھی طرح سے بھانپ لیا اور مخالفت اسلام تدبیروں کا اچھی طرح مواد پکا کر پھر بصرہ میں آ کر فتنہ و فساد گمراہی کی بنیاد رکھی تھی۔ جب بصرہ اور مصر میں اسکی جماعتیں پیدا ہوگئیں اور فساد انگیز خیالات دماغوں میں بھر دیئے تو پھر یہ خبیث کوفہ میں آ گیا۔ یہاں اس کے فساد کا اچھا میدان ہاتھ آیا۔ اس نے خیالات پھیلانے شروع کر دیئے۔ اور لوگوں میں عزت و تکریم کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور اپنے زہد و اتقا کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔"

عبارت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین خلیفہ سوم کے عہد تک مسلمان حیات مسیح کے قائل نہیں تھے۔ دشمن اسلام مسلمان نما یہودی عبداللہ بن سبا نے ہی عیسائیوں کے اس عقیدہ کو مسلمانوں میں فروغ دیا۔ افسوس ہے کہ ابن سبا کے پھیلائے ہوئے اسی فتنے کا شکار آج بھی بہت سے مسلمان نظر آتے ہیں جنہیں اسلام کی حقیقی تعلیمات کا علم نہیں ہے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ لیکن تھے ایک انسان ہی۔ الوہیت سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کے علم اور طاقت میں کوئی دوسرا شریک کار نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دینے والے اور ان کی الوہیت کے قائل مسیحیوں کی تردید قرآن پاک میں کئی جگہ پر کی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ۔ یعنی بیشک عیسیٰ کی حالت اللہ کے نزدیک آدمی کی حالت کی مانند ہے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ (۳ : ۵۸) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ایک بشر ہی تھے اور

اس وقت آپ سے یہ نہیں کہا۔ کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ نہیں !

۴۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدہ 5:75)

ترجمہ:- مسیح ابن مریم صرف رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے اور اسکی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔"

اس آیت میں عقیدۃ الوہیت مسیح کی صاف الفاظ میں تردید ہے کہ جس شخص کو تم خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہو وہ انسانوں کی طرح کھانا کھانے کا محتاج تھا۔ اور اب باقی رسولوں کی طرح گذر چکا ہے۔

۵۔ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (الانبیاء ۲۱: ۹) ترجمہ:- اور ان کے ہم نے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ غیر متغیر تھے۔"

اس آیت میں بھی الوہیت مسیح کی تردید کی گئی ہے۔ اور آپؑ کو زمرہ بشریت میں سے قرار دیکر فانی اور متغیر ہونے والا قرار دیا گیا ہے۔"

۶۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۔ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ

(النحل ۱۶: ۲۱) ترجمہ:- "اور وہ جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مُردے ہیں نہ زندے۔ اور وہ نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

عیاں ہے کہ یہاں مسیحیوں سے خطاب ہے جو نہ صرف حضرت مسیح بلکہ "مقدس ماں" (حضرت مریم) کو بھی پوجتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں یہاں ان کے عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔ اور ان کے خود ساختہ خداؤں کو مردوں میں سے قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے۔

جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کام کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

یہ کلام عالم برزخ میں ہو چکا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب تفسیر میں حدیث ابن عباسؓ کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ..... اور میری اُمت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اور ان کو بائیں (دوزخ کی) طرف لے جایا جائے گا۔ تو میں کہوں گا جس طرح نیک بندہ (یعنی عیسیٰؑ) نے کہا۔ اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا۔ (تفسیر سورۃ مائدہ حصہ آخری)

۳۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ (ال عمران: 143)

ترجمہ:۔ "اور محمد ایک رسول ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی شخص یہ کہے گا کہ محمد مر گیا اس کا سر قلم کروں گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر آپ کے ماتھے کو چوما۔ اور پھر اسی آیت سے استدلال کیا۔ کہ جتنے بھی پیغمبر آج تک آئے وہ گذرنے کے لئے ہی آئے تھے۔ کسی شخص نے

(ج) اگر تو مرجاتے تو بے شک رہ جاتے گے۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے ؔ فرماتے ہے۔ اس قدر واضح صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح اب تک الآن کما کانَ کے مصداق بجسد عنصری زندہ ہیں۔؟

۱۱۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (المرسلات: ۲۶، ۲۷) ترجمہ:- "کیا ہم نے زمین کو سمیٹ لینے والی نہیں بنایا۔ زندوں کو اور مردوں کو"

اس آیتِ پاک میں مسئلہ کششِ ارضی کو بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ ہر زندہ اور مردہ صرف زمین کی طرف ہی کھینچا جائے گا اور زمین سے باہر اُس کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔

آیت مندرجہ بالا کی روشنی میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جو ایک انسان اور خدا کے رسول تھے اور صرف قوم بنی اسرائیل کی طرف ہی مبعوث ہوئے تھے فوت شدہ ثابت ہوتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ وہ بجسدِ عنصری زندہ آسمان پر اب تک موجود ہیں۔ سراسر غلط اور خلافِ فرمانِ خدا اور رسول ہے۔ جب ہمارے سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمین ہی میں مدفون ہیں تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بجسدِ عنصری اب تک زندہ ہیں؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (سورۃ فاطر: ۲۲) ترجمہ:- "اور نہ ہی زندے اور مُردے برابر ہیں"۔ [illegible] زندہ ہوگا جو غلط فہمی کے زیر اثر حیاتِ مسیح کے قائل ہیں تو ہین [illegible] ہوتے ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ ہو زندہ آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ یعنی "یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں، کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے"۔

۷۔ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (مریم ۱۹: ۳۱) (حضرت عیسیٰ نے کہا ہے) "اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں"

اب فرمایئے اگر یہ مان لیا جاتے کہ مسیح ناصری علیہ السلام بجسد عنصری کہیں کسی آسمان پر موجود ہونگے تو وہاں وہ زکوٰۃ کس کو دیتے ہونگے؟ کیونکہ وہاں کوئی محتاج نہیں ہوگا۔

۸۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (سورہ 25: 21) ترجمہ: "اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے"۔

یہ آیت کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ انسانوں کے لیے انسان ہی بطور نبی آنا چاہیئے، کیونکہ سنت اللہ یہی ہے اور انسان فانی ہے۔

۹۔ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قَالَ فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْھَا تُخْرَجُوْنَ (اعراف ۷: 25) ترجمہ: "اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامان ہے کہا اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے"۔

قابل غور بات ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام انسان تھے تو ان کا ٹھکانا بھی زمین ہے۔ پس صریح طور پر یہ آیت ان کی موت پر حاوی ہے۔

۱۰۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۰ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ط (الانبیاء ۲۱: 36) ترجمہ: "اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ تو

جو اس سے پہلے گزرا اور مجھے خبر دی کہ عیسٰی بن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ساٹھ سال کے سر پر میں جانیوالا ہوں۔

۳۔ لَوْ کَانَ مُوسٰی وَعِیسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِی

(زرقانی جلد ششم صفحہ ۳۴۷۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶۔ الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۲۔ فتوحات مکیہ وغیرہ)

"اگر موسٰی اور عیسٰی زندہ ہوتے تو اُن کے لئے میرے اتباع کے سوا گنجائش نہ ہوتی۔"

صاف ظاہر ہے کہ موسٰی اور عیسٰی علیہ السلام دونوں وفات یافتہ ہیں۔

۴۔ حدیث معراج سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت یحیٰی کو دیکھا وہیں حضرت عیسٰی کو بھی دیکھا پس دونوں وفات یافتہ ہیں۔

اقوال آئمہ سلف کی روشنی میں

(۱) ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ پر لکھا ہے کہ قد مات عیسٰی یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے آیت متوفیک کے معنی ممیتک کئے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ (بخاری حدیث نمبر ۱۵۹۱ صفحہ ۱۰۸۲) یعنی "اور ابن عباس نے کہا متوفیک تجھے مارنے والا ہوں۔" حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب میں یہ معنی درج کرکے ظاہر کر دیا کہ وہ خود بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔

۳۔ کتاب مجمع بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ پر حضرت امام مالک رح کے عقیدہ کے متعلق لکھا ہے۔" وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ" یعنی" حضرت امام مالک رح نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے ہیں۔"

۴۔ جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی کے حاشیہ بین السطور

وفاتِ مسیحؑ — احادیث نبویؐ کی روشنی میں

(۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مساجد)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُس بیماری میں جس میں وفات پا گئے۔ فرمایا۔ کہ "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرنا شروع کر دیا"۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ اور نصاریٰ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے۔ پس اس حدیث کے مطابق دونوں نبیوں کی قبریں موجود تھیں۔ جن کو یہود و نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنایا تھا۔

۲۔ عن عائشۃ ان النبی صلعم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین (یہ حدیث طبرانی نے۔ ور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔ اور کئی احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ کئی طرح سے موجود ہے) یعنی "حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں وفات پا گئے۔ فرمایا۔ کہ جبرئیل ہر سال میں ایک دفعہ قرآن کریم کا معارضہ میرے ساتھ کیا کرتے تھے۔ (اور اس سال) آخر دفعہ نے دو دفعہ کیا ہے۔ اور اُس نے مجھے خبر دی کہ کوئی نبی نہیں ہوا۔ کہ اُس کا نصف زندہ رہا ہے

الی الارض۔

(اگر قرآن مجید اور سنتِ مطہرہ میں کوئی ایسی سند نہیں جس سے یہ عقیدہ درست قرار پاتے اور دل مطمئن ہو جاتے کہ حضرت عیسٰی بجسم آسمان پر اُٹھاتے گئے۔ اور یہ کہ وہ اب تک وہاں زندہ ہیں۔ اور آخری زمانہ میں وہاں سے زمین پر اُتریں گے)

۲۔ ان کل ما تفیدہ الآیت الواردۃ فی ھذا الشان ھو وعد اللہ عیسٰی بانہ متوفیہ اجلہ ورافعہ الیہ وعاصمہ من الذین کفروا۔ وان ھذا الوعد قد تحقق فلم یقتلہ اعداؤہ ولم یصلبوہ ولکن وفاہ اللہ اجلہ ورفعہ الیہ۔

(۲۔ حضرت عیسٰی کے بارے میں قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دینے، رفع کرنے اور کافروں کے شر سے بچانے کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ وعدہ یقیناً پورا ہو چکا ہے۔ اُن کے دشمنوں نے نہ ان کو قتل کیا۔ نہ سُولی پر مار سکے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کی میعاد پوری کی اور ان کو وفات دیدی)

۳۔ ان من انکر ان عیسٰی قد رفع بجسمہ الی السماء وانہ فیھا حیٌ الی الآن وانہ سینزل منھا آخر الزمان فانہ لا یکون بذلک منکراً لما ثبت بدلیل قطعی فلا یخرج من اسلامہ وایمانہ ولا ینبغی ان یحکم علیہ بالردۃ بل ھو مسلم مؤمن اذا مات فھو من المؤمنین یصلی علیہ کما یصلی علی المؤمنین ویدفن فی مقابر المؤمنین ولا شبہۃ فی ایمانہ عند اللہ واللہ بعبادہ خبیر بصیر

پر لکھا ہے۔ وتمسّک ابن حزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہٗ
یعنی امام ابن حزم نے آیت اِنّی متوفّیک کو ظاہر پر محمول کر کے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی وفات کے عقیدہ کو بیان فرمایا ہے۔ اور وفاتِ مسیح کے قائل
ہوتے۔

۵۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنے رسالہ ما ثبت بالسنہ
کے صفحہ ۴۹ و صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو
بیس برس تک زندہ رہے۔

۶۔ حضرت محی الدین ابن عربی اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۳۰ پر فرماتے ہیں کہ "وجب نزولہ فی آخر الزمان بتعلقہ ببدنٍ آخر" یعنی حضرت عیسیٰ
علیہ السلام آخر زمانہ میں بروز کے طور پر نازل ہوں گے۔ یعنی آخری زمانہ
میں حضرت مسیح ناصری نہیں آئیں گے بلکہ کوئی اور شخص مثیلِ مسیح ظاہر ہوگا۔

جامعہ ازہر مصر کا فتویٰ

عصر حاضر کے بعض نے اور جید علماء بھی
وفاتِ مسیح کے قائل ہونے لگے ہیں
چنانچہ مشہور عالم جامعہ ازہر مصر کے علماء کے سیکرٹری پروفیسر الشیخ محمود شلتوت
نے مسٹر عبدالکریم خان کے ایک استفسار کے جواب میں جو فتویٰ دیا ہے وہ
قاہرہ کے ہفتہ وار جریدہ الرسالہ جلد ۱۰ نمبر ۴۶۲ صفحہ ۵۱۵ بابت ۱۱ مئی
۱۹۴۲ء میں مفصل شائع ہوا ہے۔ اس کا ملخص خود انہی کے الفاظ میں
درج ذیل ہے:۔

والخلاصۃ من ھذا البحث (اور ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے)
۱۔ إنّہ لیس فی القرآن الکریم ولا فی السنّۃ المطھّرۃ مستند
یصلح لتکوین عقیدۃ یطمئن الیھا القلب بان عیسیٰ رفع
بجسمہ الی السماء وانّہ سینزل منھا اٰخر الزمان

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" کے چودھویں ایڈیشن جلد نمبر ۱۳ پلیٹ نمبر ۱ میں مضمون جیسز کرائسٹ کے تحت تین تصاویر حضرت مسیح علیہ السلام کے دیتے گئے ہیں۔ ایک تصویر میں حضرت مسیح جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ اس کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں:-

"HEAD OF CHRIST PAINTED ON CYPRESS WOOD BY TRODITION ATTRIBUTED TO ST. LUKE BUT PROBABLY 3RD CENTURY, VATICAN LIBERARY ROME

دوسری تصویر PAINTING NO 6 میں حضرت مسیح ایک عمر رسیدہ بزرگ دکھائی دے رہے ہیں۔ اس پر یہ الفاظ مندرج ہیں:-

"PAINTING ON CLOTH OF THE HEAD OF CHRIST 2ND CENTURY. CHURCH S. BARTOLOMEO GENOA.

تیسری تصویر PAINTING NO 4 میں حضرت مسیح کافی بوڑھے یعنی سو سال سے زائد عمر کے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس پر لکھا ہے۔

"PAINTING ON CLOTH IN THE SACRISTY OF ST PETER'S ROME, THE DIFINETELY ASCERTAINED HISTORY OF HIS PIECE REACHES BACK 2ND CENTURY."

ظاہر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام صلیب کی موت ہی کے بعد ہی یعنی ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھاتے گئے ہوتے تو متذکرہ صدر آخری دو فوٹوں کا وجود نہیں پایا جاتا جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام عمر اور سو سال سے زیادہ عمر کے دکھائی دیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ۱۲۰ برس

اما السؤال الاخیر فی الاستفتاء و ملو (ما حکم من لا یؤمن به اذا فرض انه عاد مرة اخری الی الدنیا) فلا محل له بعد الذی قرأناه ولا نتیجه السؤال عنه والله اعلم۔ محمود شلتوت

۳۔ جو شخص حضرت عیسیٰ کے جسمانی رفع اور اب تک آسمان پر زندہ ہونے اور وہاں سے آخری زمانہ میں اترنے کا انکار کرتا ہے وہ کسی ایسی بات کا انکار نہیں کرتا جو قطعی دلیل سے ثابت ہو سکے۔ پس وُہ اسلام اور ایمان سے خارج نہیں اور یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اسے مرتد قرار دیا جائے وُہ تو مسلمان ہے ایسا شخص مریگا تو مومن ہی مریگا۔ اور مومنوں ہی کی طرح اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ اور اسے اسلامی قبرستان میں ہی دفن کیا جائے گا۔ اللہ کے حضور اس کا ایمان قطعًا داغدار نہیں۔ مولے اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔ باقی رہا۔ استفتاء کا دُوسرا حصہ کہ اگر بالفرض مسیح علیہ السلام دُنیا میں واپس آ جائیں تو اُن کے مُنکر کیا حکم ہے۔ سو ہمارے مُندرجہ بالا بیان کے بعد یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ محمود شلتوت۔

مدیر المنار مصری کی رائے:۔ اسی طرح دُوسرے مشہور مصری عالم سید رشید رضا مدیر المنار نے بھی لکھا ہے کہ "القول لھجرۃ المسیح الی الھند وموته فی بلدۃ سرینگر کشیر"

"مسیح علیہ السلام کا ہندوستان میں تشریف لے جانا اور آپکا اس شہر (سرینگر کشمیر) میں وفات پانا عقل و نقل کے خلاف نہیں ہے" (تفسیر القرآن الحکیم تالیف السید رشید رضا۔ جلد ششم ۴۳ - ۴۲)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی شہادت:۔ مشہور تاریخ دان انسائیکلو

لفظ نزول - آخری زمانہ میں نزولِ مسیح کے ذکر میں جو احادیث آئی ہیں ان سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ گویا لفظ "نزول" کے معنی ہیں آسمان سے اُترنے کے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے "وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (الزمر ۳۹: ۶)" اور تمہارے لئے چارپایوں کے آٹھ جوڑے نازل کیے۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید: ۲۵) "اور ہم نے لوہا نازل کیا"۔ ظاہر ہے کہ آج تک کسی شخص نے لوہے اور چارپایوں کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھا ہے۔ پس لفظ نزول کے معنی آسمان سے اُترنا ہرگز نہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھی نزولِ مسیح کے متعلق جو حدیث درج ہے، وہ یوں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (بخاری) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری کیا حالت ہوگی جب نازل ہوگا تم میں ابنِ مریم اور تمہارا امام تم میں سے۔ لفظ منکم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ آنے والا امتِ محمدیہ ہی میں سے کوئی فرد ہوگا۔ پس لفظ نزول سے یہ استدلال کرنا کہ آسمان سے نازل ہوگا بالبداہت باطل ہے۔

———— (عزیز کاشمیری)

ذہن میں وفات پا چکے ہیں۔

غلط فہمیوں کے جالے ۔ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ = قرآن پاک میں ایک بھی آیت نہیں ہے جو حیاتِ مسیح کے حق میں ہو۔ بعض اشخاص "بل رفعه الله الیه" سے غلط استدلال کرکے اسے حیاتِ مسیحؑ کے حق میں ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ "اسے خدا کا قرب حاصل ہوا" اگر اس کے یہ معنی کیے جائیں کہ خدا نے اسے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ تو ماننا پڑیگا کہ خدا کا مسکن صرف آسمان پر ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کو کسی جگہ تک ہی محدود سمجھنا بڑے درجے کی غلطی ہے۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ عربی زبان کا محاورہ ہے اور اس کے اسی قدر معنی ہیں کہ "خدا کا قرب حاصل ہوتا" لسان العرب میں درج ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الرافع (رفع کرنے والا) آیا ہے۔ یعنی وہ مومن کو سعید بنا کر اور اپنے اولیاء کو قرب عطا کرکے رفع کرتا ہے۔ ہم روز بار بار بین السجدتین نمازوں میں دعا مانگتے ہیں۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَارْفَعْنِي وَاجْبُرْنِي (اے میرے اللہ! مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا کر اور مجھے رفع دے، اور میری اصلاح کر اور مجھے غنی کر) یہاں ہم خدا سے یہ دعا نہیں کرتے ہیں کہ ہمیں آسمان پر اسی جسم کے ساتھ لے چل۔ مسلم اور ابن ماجہ میں حضرت عمرؓ سے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْقُرْآنِ اَقْوَامًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ساتھ بعض قوموں کو رفع کریگا۔ یعنی مرتبہ اور عزت دیگا۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ فَاِذَا تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللّٰهُ بِالسِّلْسِلَةِ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ "جب ایک شخص تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک زنجیر کے ساتھ اسے ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶) اب فرمائیے۔ کتنے اشخاص کو آپ نے رسیوں سے ساتویں آسمان پر جاتے دیکھا ہے؟

نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں ہوتا مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے"۔
(ابن جریر) ۔ اس سے بڑھ کر مسیح علیہ السلام کی با باپ ولادت کی تائید اور بن باپ ولادت کی تردید اور کیا ہو سکتی ہے۔؟

اس کے علاوہ انجیل میں یسوع مسیح کا نسب نامہ درج ہے۔ ایک جگہ یہودی حضرت مسیح کے بارے میں بڑبڑا کر کہتے ہیں کہ "کیا یوسف کا بیٹا یسوع نہیں، جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں"۔ (یوحنا ۶: ۴۲)

" لوگ حیران ہو کر کہنے لگے اس میں یہ حکمت اور معجزے کہاں سے آئے۔ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اسکی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور شمعون اور یہوداہ نہیں ؟۔ اور کیا اسکی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ اس میں کہاں سے آیا ؟" (متی ۱۳: ۵۴-۵۶)

ان حقائق کی روشنی میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش بن باپ کے ہوئی ؟ ویسے بھی بن باپ کی پیدائش مسیح علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی تائید میں کوئی معجزہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا تھا بلکہ حمایت کی بجائے مخالفت ہی کا باعث بن جاتا۔ اس کے علاوہ انجیل میں جگہ جگہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنے کو "ابن آدم" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے۔ متی ۱۱: ۱۸، ۸: ۲۰، ۱۲: ۴۰، ۱۳: ۸، ۳ لوقا ۹: ۵۸، ۱۱: ۷ ۲، مرقس ۱۴: ۴۱ یوحنا ۵: ۲۷ وغیرہ۔

اور قرآن حکیم میں بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے کہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب (۳: ۵۸)۔ یعنی بیشک عیسٰی کی حالت اللہ کے نزدیک آدمی کی حالت کی مانند ہے اسے مٹی سے پیدا کیا۔

ان حالات میں واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے والد بزرگوار موجود تھے اور آپ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے مطابق دوسرے عام انسانوں کی طرح واقع ہوئی ہے۔

عزیز کاشمیری۔

ولادت مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کا عقیدہ ہرگز ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے، بلکہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ خدا کا قانون کسی صورت میں بدل نہیں سکتا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا"۔ "بیشک ہم نے انسان کو مرد و عورت کے مرکب نطفے سے پیدا کیا"۔

سورۂ انعام میں قرآن پاک نے اٹھارہ (۱۸) نبیوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں۔ وہاں فرمایا ہے۔ کہ "وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکل فضلنا علی العالمین۔ ومن اٰبائھم وذریاتھم واخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الی صراط مستقیم۔ یعنی "زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ والیاس سب صالحین میں سے تھے۔ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط سب کو ہم نے عالموں پر فضیلت دی تھی اور ان کے باپوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بعض کو۔ اور ان لوگوں کو ہم نے انتخاب کیا اور ان کو سیدھی راہ دکھائی"۔ (الانعام ۸۸:۶۶)

اس آیت سے صاف عیاں ہے کہ سب نبیوں کے جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں باپ تھے۔

نجران کے پادری جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرنے آئے تھے، تو حضور نے اُن سے فرمایا۔ الستم تعلمون ان عیسیٰ حملتہ امرتہ کما تحمل المراۃ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک عیسیٰ کو بھی ایک عورت نے اسی طرح حمل میں لیا جس طرح اور عورتیں بچے حمل میں لیتی ہیں۔ اور پھر فرمایا۔ الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا وھو یشبہ اباہ کیا تم

سبب سے بہت دُکھ اُٹھایا ہے" (متی ۲۷: ۱۹) اِس لیے پیلاطُس نے آپ کو رِہا کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی۔ مگر یہودیوں نے پُورا زور لگایا اور دُوسرے لوگوں کو بھی ہم خیال بنا کر مطالبہ کیا۔ کہ یسُوع کو سزا دی جائے۔ پیلاطُس رائے عامہ کے سامنے مجبور ہوا، اور ڈرا کہ کہیں قیصر کے پاس یہودی شکایت نہ کریں۔ اس لیے اُسنے با دلِ ناخواستہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کا حکم دیدیا ایک روایت کے مُطابق "تیسرا گھنٹہ تھا جبکہ انھوں نے اس کو صلیب دی۔" (مرقس ۱۵: ۲۵) دُوسری روایت (یوحنا ۱۹: ۱۴) کے مُطابق چھٹے گھنٹے کے قریب ابھی پیلاطُس نے صلیب دینے کا فیصلہ بھی نہیں دیا تھا۔ البتہ اس امر پر سب انجیل نویس متفق ہیں کہ نویں گھنٹے میں آپ کو صلیب سے اُتارا گیا یعنی دو یا چھ گھنٹے تک حضرت مسیح صلیب پر رہے۔ کیونکہ دُوسرے دن یہودیوں کی عید تھی، اور اس روز وہ کسی کو صلیب پر نہیں رکھ سکتے تھے۔ دُوبا چھ گھنٹے میں اُن دِنوں بذریعہ صلیب کسی شخص کی موت واقع نہیں ہوتی تھی، بلکہ کئی دن کے بعد زخموں کی تکلیف اور بھوک پیاس کی شدت سے مصلوب مرجاتے تھے۔ اس کے علاوہ جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تو "زمین لرزی؛ چٹانیں تڑک گئیں"۔ (متی ۲۷: ۵۲) اور سب لوگ پریشان ہوگئے تھے۔ حضرت مسیح ابھی بے ہوش ہی ہوگئے تھے کہ آپ کو صلیب سے اُتار لیا گیا۔ آپ کے ساتھ جو دو قیدی صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُن دونوں کی ٹانگیں توڑ دی گئیں۔ (یوحنا ۱۹: ۳۲) لیکن حضرت مسیح کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا، بلکہ "ایک سپاہی نے بھالے سے اُس (مسیحؑ) کی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے خون اور پانی بہہ نکلا" (یوحنا ۱۹: ۳۴) جسم سے خون اور پانی بہہ نکلنا زندگی کی سب سے بڑی اور واضح علامت ہے۔

جب حضرت مسیح کے دولت مند اور بارسُوخ شاگرد یوسف نے جرأت سے

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام

آپ کا صلیب سے زندہ بچنا اور سرحد تبت اور کشمیر کا سفر کرنا

از عزیز کاشمیری ادیب فاضل ایڈیٹر "روشنی" سرینگر

صلیب سے زندہ بچنا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام راستباز اور برگزیدہ نبی تھے۔ یہودیوں کے خونی ارادوں کے متعلق آپ پہلے ہی سے باخبر تھے چنانچہ پکڑے جانے سے قبل ہی آپ نے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ تمہارے ایمان بھی متزلزل ہوتے ہیں۔ بجز نہیں رہیں گے۔ انجیل میں لکھا ہے یسوع نے اُن سے کہا۔ تم سب اس رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو مارونگا اور گلہ کی بھیڑیں پراگندہ ہو جائینگی۔ لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤنگا۔ (متی باب ۲۶ : 32)

حضرت مسیح علیہ السلام کو یہ کامل اطمینان تھا کہ دشمن آپ کو مارنے میں کامیاب نہیں ہونگے اور بہر صورت میں آپ کی زندگی قائم رہیگی۔ فقیہوں اور فریسیوں سے آپ نے کہا تھا۔

"جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا۔" (متی ۱۲ : ۴۰) یعنی جس طرح حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مرے نہیں، بلکہ زندہ رہے، اسی طرح آپ زندہ ہونے کے باوجود ایک مردہ کی طرح زمین میں رہیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دینے سے پہلے ہی حاکم وقت پیلاطس کو اُس کی بیوی نے کہلا بھیجا تھا کہ "تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ، کیونکہ میں نے آج خواب میں اس کے

روبرو دکھایا۔" (لوقا ۲۴ : ۳۴) اس کے بعد حضرت مسیح زخموں کا علاج کر کے
فلسطین سے ہجرت کر گئے ۵ بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا گیا۔ اور آپ
کے بجسدِ عنصری آسمان پر جانے کا من گھڑت قصہ مشہور کر دیا گیا، حالانکہ
از روئے انجیل حضرت مسیح ؑ نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ "میں جی اٹھنے کے بعد آسمان
پر چلا جاؤں گا" نہیں! بلکہ شاگردوں سے کہا تھا کہ "اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے پہلے
گلیل کو جاؤں گا" (متی ۲۶ : ۳۲)

سطورِ بالا سے یہ باتیں ثابت ہیں کہ (۱) حضرت مسیح ؑ نے خود فرمایا تھا کہ تین
دن مجھ پر یونس نبی کی سی حالت طاری رہیگی۔ اور یونس نبی مرے نہیں تھے
(۲) آپ قلیل وقت کے لئے صلیب پر رہے۔ (۳) آپ کی بے ہوشی سے آپ
کے دشمنوں کو مغالطہ لگا کہ گویا آپ صلیب پر فوت ہو گئے (۴) صلیب سے
اتار لینے کے بعد بھی آپ کے جسم اطہر سے زخم لگنے پر خون نکل آیا (۵) پیلاطس
تعجب میں پڑ گیا کہ آپ کی موت اتنی جلدی کیسے واقع ہوئی (۶) یوسف نے ایک
کمرہ جیسی قبر میں آپ کو رکھا اور غار کے منہ پر پتھر لڑھکا کر ہٹا دیا (۷) قبر پر
پہرہ رکھا گیا کیونکہ حکام اور یہودی حضرت مسیح ؑ کی موت واقع ہونے سے
شک کرنے لگے تھے (۸) زلزلہ اور رعد کڑکنے سے پہرہ دار جو کہ غار کی نگہبانی
کرنے والے بھاگ گئے اور حضرت مسیح تیسرے دن باغبان کے بھیس میں غار
سے بھاگ نکلے (۹) شاگردوں سے ملتے رہے ان کی بے اعتقادی کی مذمت
کی۔ انہیں اپنے زخم دکھاتے اور ان کی پیش کردہ بھنی ہوئی مچھلی بھی کھائی تھی۔
انجیل سے یہ بھی ظاہر ہے کہ صلیب کی موت سے بچنے کے لئے حضرت مسیح
نے خدا کے حضور میں انتہائی سوز و گداز سے دعائیں کی تھیں، لیکن اس کے
باوجود جب آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو آپ نے خدا سے فریاد کی "ایلی ایلی
(بقیہ

پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ تو "پیلاطس نے تعجب کیا کہ وہ ایسا جلد مرگیا"! (مرقس ۱۵ : ۴۴) پیلاطس کا تعجب کرنا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس قدر قلیل وقفہ میں حضرت مسیح ؑ کی موت صلیب پر ناممکن تھی۔ بہرحال" لاش کو پیلاطس نے "دیدینے کا حکم دیا اور یوسف نے لاش کو لے کر مہین چادر میں لپیٹا۔ اور اور اپنی نئی قبر میں جو اس نے چٹان میں کھدوائی تھی رکھا پھر وہ ایک بڑا پتھر قبر کے منہ پر لڑھکا کر چلا گیا"! (متی ۲۷ : ۵۹-۶۰)

یہودی جنہیں خیال ہوا تھا کہ حضرت مسیح مر گئے ہیں تھوڑے وقفہ کے بعد ہی اضطراب میں پڑ گئے، کہ کہیں وہ زندہ ہی نہ ہوں، چنانچہ سردار کاہن اور فریسی۔ "پہرے والوں کو ساتھ لیکر گئے اور پتھر پر مہر کر کے قبر کی نگہبانی کی"! (متی ۲۷ : ۶۶) لیکن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ "بڑا بھونچال آیا"۔ اور قبر نما غار پر نگہبانی کرنے والے "سب کانپ اٹھے، اور مردہ سے ہو گئے"۔ (متی ۲۸ : ۲-۴)

اسی اثناء میں حضرت مسیح ؑ غار سے بھاگ گئے، بھاگتے وقت آپ نے بھیس بھی بدل دیا تھا۔ یہاں تک کہ مریم مگدلینی بھی آپ کو پہچان نہ سکی، بلکہ آپ کو باغبان سمجھ بیٹھی۔ (یوحنا ۲۰ : ۱۵) اپنے فرمان کے مطابق آپ ؑ پہاڑ پر گئے اور آٹھ روز کے بعد شاگردوں نے مسیح کو دیکھا اور آپ کے ہاتھوں اور پسلی میں زخم دیکھے (یوحنا ۲۰ : ۲۷) یسوع نے شاگردوں سے کہا "کیوں واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کی گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر اسنے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے، جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا۔ یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی[1] کا قتلہ دیا، اسنے لیکر ان کے

(۱۔ بھنی ہوئی مچھلیاں کھانے کی رسم اب بھی کشمیر میں موجود ہے۔)

شیءٍ الی اللہ الغرباء قیل ای شیءٍ الغرباء قال الذین یفرون بدینہم ویجتمعون الی عیسیٰ ابن مریم (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۷۱) یعنی رسول مقبول صلعم نے فرمایا "سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنی ہیں کیا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ ابن مریم کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں"۔

اسی طرح لسان العرب صفحہ ۱۳۱۴ پر لکھا ہے کہ قیل سمی عیسیٰ مسیح لانہ کان سائحا فی الارض لا یستقر۔ یعنی عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا۔ اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ کتاب روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفاء مصنفہ میر محمد بن خوند شاہ ابن محمد۔ فارسی زبان میں ایک مشہور تاریخ ہے، جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب قدیمی تاریخ ہے۔ اور سنہ ۱۲۹۱ھ میں بمبئی سے شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق جو عبارت درج ہے اس کا مختصر ترجمہ درج ذیل ہے:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس واسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے۔ ایک پشمی طاقیہ ان کے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کرتہ پہنے رہتے تھے۔ اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر پھرتے تھے۔ اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیاحت کے زمانہ میں ان کے رفیقوں نے ان کے لئے ایک گھوڑا خریدا، اور ایک دن سواری کی، مگر چونکہ گھوڑے کے آب و دانہ اور چارے کا بندوبست نہ ہو سکا۔ اس لئے اس کو واپس کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جو ان کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند

لما سبقتنی"۔ (اے خدا، اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" (متی 27:
46) ان الفاظ سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح کو خیال گذرا کہ گویا آپ کی دعا
قبول نہیں ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو بچا لینا تھا
اور آپ زندہ ہی رہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال کی تھی، اور حدیث نبوی
کے مطابق آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ اس لئے بقیہ عمر آپ نے دوسرے
ممالک میں گذاری۔ ہاں! صلیب سے بھاگنے سے پہلے آپ نے اپنے زخموں
پر جو مرہم لگایا تھا، وہ مرہم عیسے کے نام سے اب بھی مشہور رہے۔ اور
طب کی مستند کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ دیکھئے قانون مصنفہ
شیخ الرئیس بوعلی سینا جلد سوم صفحہ ۱۳۳، شرح قانون مصنفہ قطب الدین
شیرازی جلد سوم، قرابادین رومی، میزان الطب مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۱۵۲
سیاحت کرنے والا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح نام اس وجہ سے دیا گیا
تھا کیونکہ آپ سیاحت کرتے رہتے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کو گھومنے
والے تھے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی کی روایت سے حدیث نبوی ہے کہ
"اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الی
مکان۔ لئلا تعرف فتوذی"۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴) یعنی: "اللہ تعالیٰ
نے عیسیٰ کو وحی کی۔ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا
رہ تاکہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے"۔ دوسری حدیث حضرت جابر رضی
کی روایت سے ہے۔ "کان عیسیٰ ابن مریم یسیح فاذا امسیٰ اکل
بقل الصحراء ویشرب الماء القراح"۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۷۱)
ترجمہ:۔ عیسیٰ ہمیشہ سیاحت کرتے تھے، اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل
کی بقولات ہی سے کچھ کھاتے تھے، اور خالص پانی پیتے تھے"۔
ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی کی روایت سے ہے۔ "قال احب
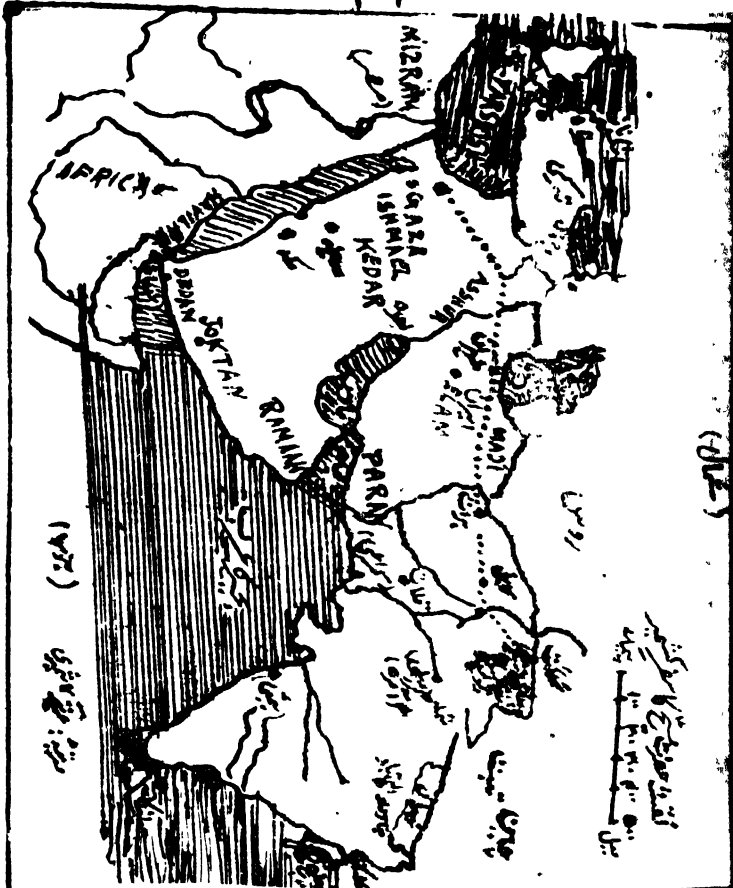
یہ پوری حدیث صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف

لم ۔ تاریخ اعظمی مصنفہ خواجہ محمد اعظم کے صفحہ ۸۲ پر بھی لکھا ہے کہ
اس سنگہ بابا مزبور ہم از عارفان معروف بود در ریاضت و زیادت گوئی از
وی بردہ نزدیک بہ مقبرۂ او مکانیت کہ مشہور بقبر موسیٰ است علیٰ نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام"

پنڈت ہرگوپال تاریخ گلدستہ کشمیر کے صفحہ ۱۷۷ پر لکھتے ہیں کہ

حواری بھی تھے آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا مگر اس شہر میں حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کی والدہ کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ خبریں پہونچی ہوئی تھیں۔ اس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کرلیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا۔ اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے مُلک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے۔"

کشمیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ کشمیر میں شروع ہی سے بنی اسرائیل آباد تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یہاں آئے ہیں اور یہیں باندی پورہ (جس کا پُرانا نام بہتھ پُورا تھا) کے متصل نیبو بال پر فوت ہوئے تب جہاں ان کی قبر اب بھی موجود ہے۔ چنانچہ (۱) ڈاکٹر برنیر مشہور فرانسیسی مؤرخ اپنے سفر نامہ کے صفحہ ۱۷۴ پر لکھتے ہیں کہ "کشمیر میں یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کشمیر میں وفات پاگئے ہیں"۔ (۲) لفٹننٹ کرنل ایچ۔ ڈی ٹورینز اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں "یہاں کشمیر میں یہ بھی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کشمیر کے دار الخلافہ میں فوت ہوئے اور وہیں نزدیک ہی مدفون ہیں"۔
(ٹریولز ان لداخ تاتاری اینڈ کشمیر صفحہ ۲۲۸)

۳۔ مشہور مؤرخ عبد القادر بن قاضی القضاۃ واصل علیخان اپنی تاریخ حشمت کشمیر کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھتے ہیں۔ "حضرت موسیٰ کشمیر آگئے تھے اور لوگ آپ پر ایمان لائے۔ آپ کے بعد بھی وہ ایماندار بنے رہے اور بعض نہیں رہے۔ وہ یہیں وفات پاگئے اور دفن بھی یہیں ہوئے۔ باشندگانِ کشمیر آپ کی قبر کو پیغمبر اہلِ کتاب کی زیارت کے نام سے موسوم کرتے ہیں"۔
(رائل ایشیاٹک سوسائیٹی مسودہ نمبر ۱۹۲)

اور خانیار میں جو قبر ہے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے کی نہیں ہے۔ جیسا کہ اگلے صفحات سے واضح ہوگا۔ تاہم قاضی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں مدفون ہیں۔

دیگر مورخوں نے بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔ چنانچہ راقم الحروف خود ۱۹۶۴ء میں خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء مصنفہ "جیسس ان ہیون آن ارتھ" کے ساتھ بانڈی پورہ گیا۔ جسے گذشتہ وقتوں میں بتھ پورہ بھی کہا جاتا تھا۔ وہاں سے چند میل دور ایک زیارت احام شریف ہے وہاں سے ہم نیبو پال پر چڑھے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب قریشی ہیلتھ آفیسر بانڈی پورہ سکول کے ایک ماسٹر صاحب بہتہ اینڈ کو کے پروپرائیٹر مسٹر امرناتھ جی ہمارے ساتھ تھے۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ بڑی مشکلوں کا سامنا کرنے کے بعد جب اوپر پہنچے تو ایک پوری بستی آباد دیکھی۔ یہ لوگ موسم سرما میں بوجہ برف باری نیچے نہیں آسکتے ہیں۔ الغرض! راستے سے ہٹ کر سنگ بی بی اور دیگر چند خواتین کا مزار دیکھا۔ اس سے دوسری جانب دو درختوں کے درمیان ایک پتھر بند ہوا پایا۔ جس کے متعلق وہاں کے لوگوں نے بتایا۔ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ ایک بوڑھے بزرگ خواجہ غفار ریشی سے جو یہاں کے متولی ہیں۔ میں نے متعدد سوالات پوچھے جن کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب نارہ بلی رحمتہ اللہ علیہ نے اس قبر کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور حضرت مخدوم شیخ حمزہ رحمتہ اللہ علیہ نے کوئی چار سو سال پہلے یہاں آ کر چالیس دن عبادت کی ہے اس جگہ اور قبر کو دیکھ کر اس حدیث نبوی کی یاد تازہ ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے صحیح بخاری میں درج ہے۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں موت کا فرشتہ حضرت موسیٰ کی طرف بھیجا گیا جب ان کے پاس آیا تو آپنے

"مسلمان لوگ بھی اس (کشمیر) کو بہشت نظیر اور باغِ سلیمان کے نام سے پکارتے ہیں ان کی بھی بہت سی زیارتیں اور آستان بزرگوں کے یہاں ہیں۔ ان کا قول ہے کہ حضرت سلیمانؑ بھی یہاں آئے تھے اور بعض کا اعتقاد ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا گذر بھی یہاں ہوا تھا"

۷۔ ملا محمد خلیل مؤرخ لکھتے ہیں "آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابھی جبکہ حضرت ختم المرسلین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے یہ کشمیر کے مسلمان سابقہ اہل کتاب کے پیغمبروں کے امتی بنے ہوئے تھے" (تاریخ خلیل)، وجیز التواریخ کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ "شنگ بی بی از عارفات معروفہ بود، در باشنت گوتے از مردمان بود۔ نزدیک مقبرہ او مکانے است مشہور بقبر موسیٰ"۔

یہاں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ

قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی اپنی تاریخ "نگارستان کشمیر" کے صفحہ 283 پر حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر واقع خانیار کے متعلق اپنا غلط استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قبر

"حضرت موسیٰ کی قبر ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت کا کشمیر آنا ہندو مورخ نے بھی بیان کیا ہے (گلدستہ کشمیر صفحہ ۱۷)"..... اور کشمیر میں دوسری جگہ ان کا چلہ بھی موجود ہے۔ سرینگر کے قریب جبل ہارون بھی ہے۔ جس کو ہارون کہا جا سکتا ہے..... اور کشمیر میں دونوں بھائی جبل ہارون کے قریب رہتے تھے۔ جب انتقال ہوگیا تو یہیں دفن ہو گئے۔"

موصوف نے صفحات کے صفحات اس کوشش میں سیاہ کئے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر خانیار میں ثابت نہ ہو جائے بلکہ حضرت موسیٰ کی ثابت ہو جائے، لیکن قاضی صاحب تاریخ کو بدل نہیں سکتے ہیں۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بوہمہ (بانڈی پورہ) میں موجود ہے

دیکھ لے۔ پر تو اس پار وہاں نہ جانے پائے گا۔ پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہنے کے مواقف وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اُس نے اسے موآب کی ایک وادی بیت فغور کے مقابل دفن کیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اسکی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایکسو بیس برس کا تھا۔ اور نہ اسکی آنکھ دھندلانے پائی، اور نہ اسکی طبعی قوت کم ہوئی۔ [استثناء ۳۴: ۱-۷] قارئین نے دیکھا کہ بیتھ پور یا بانڈی پور شاہ بگ (پرگنہ) کے نام صاف طور تورات میں درج ہیں۔ تعجب ہے کہ انگریزی زبان کی بائبل میں "بیتھ پور" کا لفظ صاف موجود ہے، لیکن اردو زبان کی بائبل میں خواہ مخواہ میں ترجمہ "بیت فغور" کیا گیا ہے۔

عبارت بالا میں موآب وادی کا بھی ذکر آیا ہے اس سلسلہ میں واضح رہے کہ "M" کا لفظ آرامی زبان میں "ل" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے موآب کا نام لولاب ہو جاتا ہے، اور لولاب بانڈی پورہ کشمیر سے ملحق کا علاقہ ہے۔ علاوہ ازیں سوپور سے متصل ایک جگہ کا نام گنڈ موسیٰ یا گنڈ خلیل ہے۔ [راج ترنگنی جلد ۲ صفحہ ۴۲۹] شادی پورہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام کونہ موسیٰ ہے۔ ویری ناگ میں سنگ موسیٰ نام کے پتھر پر چشمہ سے متعلق مغل بادشاہ نے عبارت کندہ کرائی ہے [نگارستان کشمیر صفحہ ۸۴] موسیٰ اور خضر عام طور پر کشمیری مسلمانوں کے نام ہوتے ہیں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیا۔ تواریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنی اسرائیل ظالم حکمرانوں کے مظالم کی تاب نہ لا کر فلسطین سے بھاگ گئے تھے۔ اور دور دراز کے علاقہ جات سمرقند، بلخ، بخارا، خراسان، تبت اور خاص کر افغانستان، صوبہ سرحد اور کشمیر میں آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ (۱) جارج مور لکھتا ہے۔ کہ "سر ولیم جونز، سر جون میلکولم اور کم شدہ

اسے نے اس کو تھپڑ لگایا اور اسکی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ اپنے رب کی طرف واپس گیا اور عرض کیا تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا تو خدا نے اس کی آنکھ ٹھیک کر دی۔ اور فرمایا۔ جا اور اسے کہدے کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھدے۔ تو جس قدر جگہ اس کے ہاتھ کے نیچے آئے اس کے ہر بال کے عوض اسکی ایک برس (عمر) ہوگی۔ موسےٰ نے کہا۔ اے میرے رب پھر کیا ہوگا۔ فرمایا۔ پھر موت ہے۔ عرض کیا تو ابھی سہی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے پتھر کی مار کی مقدار ارض مقدس سے قریب کردے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اگر میں وہاں ہوتا۔ تو راستے کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے پاس اُن کی قبر تمھیں دکھا دیتا۔" [حدیث نمبر $\frac{647}{676}$ صفحہ نمبر 306]

بائیبل میں بھی وہ حوالے ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کشمیر آگئے ہیں جہاں بنی اسرائیل کے آباد ہونے کی بشارت حضرت موسیٰ کو خدا نے دی تھی۔ مثلاً استثنا باب 32: $\frac{49}{57}$ میں مرقوم ہے کہ

"اسی دن خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ تو اس کوہ عباریم پر چڑھ کر نبو کی چوٹی کو جا۔ جو یریحو کے مقابل ملک موآب میں ہے اور کنعان کے ملک کو جسے میں میراث کے طور بنی اسرائیل کو دیتا ہوں۔ دیکھ لے اور اسی پہاڑ پر جہاں تو جاتا ہے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہو۔" جیسے تیرا بھائی ہارون ہور کے پہاڑ پر مرا" تو کوہ پسگہ کی چوٹی پر چڑھ جا۔ اور مغرب اور شمال اور جنوب اور مشرق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لے۔" [استثنا ۳: ۲۷]

"اور موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر جو یریحو کے مقابل ہے چڑھ گیا..... اور خداوند نے اسے کہا۔ یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابراہام، اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمھاری نسل کو دوں گا۔ سو میں نے ایسا کیا۔ کہ تم اسے اپنی آنکھوں سے

اولاد ہیں" (جنرل ہسٹری آف مغل ایمپائر صفحہ ۱۹۵) (۶) محمد الدین فوق
تاریخ اقوام کشمیر میں البیرونی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "سر بفلک دیواروں
نے جو وادی کے چاروں طرف چھائی ہوئی ہیں۔ کشمیر کو ایک محفوظ جائے
پناہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے بار بار کے حملوں سے تنگ آ کر دوسرے ملکوں کے لوگ
سے آتے تھے۔ وہ صرف برہمن ہی نہیں تھے، بلکہ مختلف ممالک کے مختلف
اقوام میں سے تھے۔ ان میں سے کئی لوگ حصول علم کے لیے آتے تھے اور
کئی بیرونی حملوں کے خوف سے بھاگ کر یہاں پناہ لیتے تھے" (۷)
بھوشیہ پران پرتی سرگ پرب کھنڈ نمبر ۱ ادھیائے ۵ شلوک ۳۰ میں
لکھا ہے کہ "سرسوتی ندی کے پوتر برہم ورت کے ماسوا سارا جگت ملیچھ
اچار یہ حضرت موسیٰ کے پیروؤں سے بھرا پڑا ہے"۔ (ترجمہ جبا شنکر
نگھمن نے اپنے رسالہ "بھوشیہ پران کی الوچنا" میں دیا ہے۔ برہم
ورت، ستلج اور درمیان کا علاقہ یعنی تھانیسر سے ستلج تک کا علاقہ کہلاتا
ہے۔ (دیکھئے کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ونقشہ نمبر ۵ وصفحہ نمبر ۸۰ حصہ اول)
قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی اپنی کتاب "نگارستان کشمیر" کے صفحہ
۲۷ پر لکھتے ہیں کہ :-
"مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل کشمیر اہل تبت کی نسل سے ہیں۔ خراسان
یا اس کے نواح کے قبائل ہوں خواہ اہل تبت یہ سب بابل و اشوریہ کے
قبائل کی نسلیں تھیں۔ کیونکہ انہیں مقامات سے قوموں نے منتشر ہو کر
مختلف ممالک آباد کیے ..... چند محققین نے لکھا ہے کہ سامی قبائل
میں ایک قبیلہ کش نام تھا۔ جسکی سلطنت چار ہزار قبل مسیح بابل میں قائم
تھی (تاریخ قدیم۔ پروفیسر راجرس و تاریخ پروفیسر راجرس وغیرہ) اس قبیلہ
نے جو آبادیاں قائم کیں وہ اس کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ایک

چیمبرلین پوری تحقیقات کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے کہ (بنی اسرائیل کے) دس گمشدہ قبیلے افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان، تبت اور کشمیر میں پناہ گزین ہوئے تھے" (LOST TRIBES) (۲) مشہور فرانسیسی مؤرخ برنیئر جو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا لکھتا ہے کہ "میر پنجال کی پہاڑیوں سے گذر کر جب میں اس ملک میں داخل ہوا تو سرحدی دیہات کے باشندوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی جو یہودی جیسے دکھائی دے رہے تھے ان کی صورتیں اور عادات اور وہ ناقابل بیان خصوصیات جن سے ایک سیاح مختلف اقوام کے باشندوں کو شناخت اور تمیز کر سکتا ہے۔ سب یہودیوں کی پرانی قوم کی جیسی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ میرے بیان کو محض خیالی افسانہ نہ سمجھیں۔ ان دیہاتیوں کے یہودی نما ہونے کی نسبت ہمارے نادر جو زائیٹ اور دوسرے یورپینوں نے بھی میرے کشمیر آنے سے بہت پہلے ایسا ہی لکھا ہے (برنیئر ٹریولز ان دی مغل ایمپائر صفحہ ۴۳۰ تا ۴۳۲) (۳) کرنل جارج فورسٹر ۱۷۸۳ء میں لکھتے ہیں کہ:- "جب پہلے پہل کشمیریوں کو میں نے ان کے ملک کشمیر میں دیکھا تو ان کے لباس، اور ان کے چہرے کی بناوٹ، جو لمبا اور سنجیدہ طور کا تھا اور ان کی داڑھی کی وضع سے میں نے خیال کیا کہ گویا میں یہودیوں کی قوم میں آ گیا ہوں" (لیٹرس آن اے جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ جلد II صفحہ ۲۰ (۴) ڈاکٹر کارل کالبسٹنہر جانسٹن اپنی ڈکشنری آف جیوگرافی میں لفظ کشمیر کے تحت صفحہ ۲۰۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ "کشمیر کے دراز قد، قوی ہیکل، مردانہ شباہت والے، عورتیں مکمل اندام والیں، خوبصورت، بلند، خمدار بینی والے شکل اور وضع میں بالکل یہودیوں کے مشابہ ہیں۔ (مطبوعہ ۱۸۶۲ء) (۵) پادری کیٹرو (CATRO) نے ۱۸۶۰ء میں لکھا ہے۔ "باشندگان کشمیر یہودی نسل کے

پٹھان کے لقب سے سرفراز کیا۔ پٹھان سریانی لفظ ہے۔ چونکہ قیس اپنی قوم کی رہنمائی میں جہاز کی سکان کی طرح تھا اسی لئے یہ خطاب اسے ملا۔ اس سے ظاہر ہے کہ صوبۂ سرحد کے پٹھان بھی بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔

حضرت مسیح کا سفر گلگت - اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ صوبۂ سرحد اور کشمیر کے باشندے بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں اور کشمیر کے معتقدات اور رسوم سے بھی اس تاریخی حقیقت کی تائید ہوتی ہے، تو حضرت مسیح علیہ السلام کا ان ممالک میں بغرض تبلیغ آنا انتہائی ضروری تھا۔ کیونکہ قرآن شریف کی رُو سے آپ رسولا الیٰ بنی اسرائیل یعنی بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے۔ [۳ : ۴۸] انجیل میں بھی حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" [متی ۱۵ : ۲۴] چنانچہ فلسطین میں دُکھ اور مصائب اُٹھا کر آپ ہجرت کر گئے۔ اور افغانستان اور تبت اور کشمیر میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے آئے ہیں۔ اور ۳۳ سال کی عمر میں صلیب کی موت سے بچ کر آپ نے انہی علاقہ جات کا دورہ کیا۔ آپ نصیبین سے پہاڑی راہ سے گلگت پہنچے جس کا نام انجیل میں صراحت سے درج ہے۔ [دیکھئے متی ۲۷ : ۳۳ مرقس ۱۵ : ۲۲] لداخ اور تبت میں بھی کچھ عرصہ رہے۔ لاسہ اور سرینگر دونوں عبرانی الفاظ ہیں جن کے معنی ہیں "معبود کا شہر"۔ یہ دونوں علاقے آپ ہی کے وقت میں اور آپ کے ہی نام پر آباد ہو گئے ہیں۔ بودھ لٹریچر میں صراحت کے ساتھ آپ کا ذکر موجود ہے۔ ایک روسی سیاح نکولس ناٹووچ ۱۸۸۷ء کے قریب ہندوستان سے ہوتے ہوئے کشمیر اور گلگت پہنچے اور پھر لداخ بھی گئے۔ وہاں وہ بیمار ہو کر بودھوں کی ایک خانقاہ ہمس میں ٹھہرے اور پرانی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ انہوں نے ایک کتاب "لائف آف

ان کی ترشیز کے قریب تھی اس کا نام کشمیر ہوگیا۔ ایک شہر کش نام نخشب کے قریب تھا۔ (غیاث اللغات) اسی طرح کا شغر وکاشان وغیرہ اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ ملک کشمیر مشہور ہوا۔ یہاں انھوں نے اول دو آبادیاں قائم کیں اور ان دونوں کے نام اصل وطن کی یاد میں اسوریہ اور بابل رکھے۔ اسوریہ کو ہندو مورخ سوریہ نگر لکھتے ہیں۔ جو اب سرینگر ہے۔ بابل اب ایک موضع ہے۔ پرگنہ دچھن پورہ میں۔ جس طرح اصل شہر بابل کے متعلق مشہور ہے۔ کہ ایک کنوئیں میں دو فرشتے قید ہیں چونکہ وہیں کے قبائل یہاں آئے یہ روایت ساتھ لائے۔ اب امتداد زمانہ سے وہ روایت کشمیر کے متعلق کسی قدر تغیر سے اس طرح مشہور ہے کہ مسجد سید علی ہمدانی واقع پرگنہ بومہ زوہ کے نیچے ایک کنواں ہے جس میں دو فرشتے قید ہیں قدیم زمانہ میں قوم کش کی آبادی کا ذکر راج ترنگنی میں بھی ہے"۔

طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحاتِ ملکِ افغانستان کا ذکر ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ "شبینی خاندان کے عہد میں یہاں ایک قوم بنی اسرائیل آباد تھی۔ بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔ حضرت محمدؐ کی بعثت کے وقت ۶۲۲ء میں یہ لوگ ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے ایک قریشی سردار خالد بن ولید ان کے پاس رسالت کی خبر لے کر آیا۔ کہ وہ رسولِ خدا کے جھنڈے کے نیچے آئیں چنانچہ پانچ چھ سردار منتخب ہوکر اس کے ساتھ ہوئے جن میں بڑا قیس تھا۔ (دوسرا نام کش تھا) مسلمان ہوکر یہ لوگ اسلام کی راہ میں جانفشانی سے لڑے اور فتوحات حاصل کیں۔ ان کی واپسی پر رسول اللہ صلعم نے ان کو بہت تحفے دئے اور اُن کو برکت بھیجی۔ اور بطور پیشگوئی فرمایا۔ کہ ہمیشہ ان کے سردار ملک کے لقب سے مشہور ہوا کریں گے۔ قیس کا نام عبدالرشید رکھا۔ اور

یعنی سفید رنگ کا مسیحا۔ یہ اس لئے فرمایا تھا کیونکہ آپ مگدھ کے رہنے والے
تھے جہاں کے لوگ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اور گوتم بدھ خود بھی سیاہ
رنگ کے تھے لیکن حضرت مسیح گورے اور سفید رنگ کے تھے۔ تبت میں
ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں بھی ملی ہیں جن میں میشیع کا لفظ موجود ہے
اس لفظ کو "می۔شی ہو" کرکے ادا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "اے ریکارڈ آف
دی بدھسٹ ریلیجن" مصنفہ آئی سنگ مترجمہ جے ٹکاسو۔ اسی طرح بدھ
ازم مصنفہ سر مونیئر ولیم میں لکھا ہے کہ "چھٹا مرید بدھ کا ایک شخص تھا
جس کا نام مسیا تھا۔ اور حضرت مسیح بھی بدھ کی وفات کے پانچ سو برس
کے بعد چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ بدھ ازم مصنفہ اولڈن برگ
میں بحوالہ مہاواگا صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ "بدھ کا ایک جانشین راحوتا
نام بھی گذرا ہے۔ جو اس کا جانشین شاگرد بلکہ بیٹا تھا" یہ "راحولتا"
"روح اللہ" کے نام کا بگاڑا ہوا ہے۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ "جب
راحولتا کو اسکی والدہ سے علیحدہ کیا گیا تو ایک عورت جو بدھ کی مرید
تھی جس کا نام "مگدالیانا" تھا۔ اس کام کے لیے درمیان میں ایلچی بنی
تھی"۔ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی ایک مریدہ مگدلینی تھی
مگدلینا اسی کا بگاڑا ہوا ہے۔ گوتم بدھ اور حضرت مسیح دونوں کی
زندگیوں کا موازنہ کرکے تطابق دیکھ لیجیے۔

گوتم بدھ	حضرت مسیح
۱۔ گوتم کا نام بدھ رکھا گیا ہے جسکے معنی سنسکرت زبان میں نور کے ہیں۔	۱۔ حضرت مسیح نے بھی تعلیمات میں اپنا نام نور رکھا ہے۔
۲۔ بدھ کا نام ساستا یعنی استاد بھی ہے۔	۲۔ انجیل میں حضرت مسیح کو استاد کے نام سے پکارا گیا ہے۔

سینٹ عیسیٰ" جس کا دوسرا نام "یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی" بھی ہے۔ لکھی اُسنے پیرس جاکر مسیحی مذہب کے لیڈر کو رڈینل روٹیلی سے اس کتاب کے شائع کرنے کے لئے امداد مانگی۔ لیکن اُسنے اُسے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ "چرچ کو پہلے ہی سے ـــ جدید ملحدانہ خیالات کے طوفانوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور آپ اُنہیں مزید خوراک دینا چاہتے ہیں" لیکن آخر کار نکولس ناٹو وچ نے اپنی کتاب نیویارک سے شائع کرائی۔ اس کتاب میں آپ نے لکھا ہے کہ

"چودھویں سال کی عمر میں نو عمر عیسیٰ جو خدا کا مقبول تھا سندھ کے اس طرف آیا اور آریوں کے ساتھ اس ملک میں آباد ہوا جو خدا کا پسندیدہ ہے" اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعد میں برہمنوں کو آپ کی وہ تعلیمات ناگوار گذریں جن میں آپ شودروں کی حمایت کرتے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے آپ کے قتل کے منصوبے کیئے، مگر آپ نیپال چلے گئے۔ وہاں سے لنکا اور پھر واپس فلسطین گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے دو بار ہند کا دورہ کیا ہے۔

حضرت مسیح بُدھ لٹریچر میں۔ بدھ لٹریچر میں صاف طور پر بدھ کے ساتھ آپ کی مشابہت و مماثلت ہے۔ دونوں کی اخلاقی تعلیمات یکساں ہیں۔ بدھ نے لگاوتی ستنا میں ایک اور آنے والے بُدھ کی نسبت پیش گوئی کی تھی جس کا حوالہ اولڈن برگ کی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ میں بھی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

"متیا لاکھوں مُریدوں کا پیشوا ہوگا جیسا کہ میں اب سینکڑوں کا ہوں"۔

متیا صاف طور پر لفظ میتھا کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ بدھ نے آنے والے بُدھ کا نام بگوآ متیا بھی ظاہر کیا تھا بگوآ سنسکرت میں سفید کو کہتے ہیں

کتاب "تبت، تاتار، منگولیا" مصنفہ رائیخ۔ ٹی پرنسپ کے صفحہ ۱۷۲ پر متیاچہ کی نسبت لکھا ہے کہ جو حالات ان پہلے مشنریوں نے تبت میں جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سُنے ان حالات پر غور کرنے سے وہ اس نتیجہ تک پہونچ گئے کہ لاماؤں کی قدیم کتب میں عیسائی مذہب کے آثار موجود تھا۔

کاٹھمنڈو اور لداخ سے آگے - لداخ سے آگے بڑھ کر حضرتِ مسیح علیہ السلام پہلگام میں پہونچے جہاں آپ نے بہت عرصہ گذارا اور چرواہے کے گڈریئے کا کام کرتے رہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اس جگہ کا نام پہلگام یا چرواہے کا گاؤں پڑ گیا۔ پھر عیش مقام میں قیام فرمایا۔ جس کا نام بھی آپ کے وہاں قیام فرمانے کی وجہ سے "عیشوش مقام" مشہور ہوگیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے نتا دا کے متصل ایک چشمہ "ایشہ برا" پر بھی وقت گذارا ہے۔ جس کا پرانا نام راج ترنگنی میں عیش بار۔ یسو بار۔ اور عیسا بار آیا ہے۔ [دیکھئے راج ترنگنی مترجمہ سٹائین صاحب]

حضرتِ مسیح کا دوسرا نام یوز آصف - آپ سارے علاقہ میں یوز آصف کے نام سے مشہور رہے۔ اور تواریخ میں بھی آپ کا یہی نام درج ہے۔ یوز کا لفظ یسوع کے بدلے ہے۔ اور آصف کے معنی عبرانی میں "جمع کرنے والا" ہے۔ پس یوز آصف کے معنی ہوئے "یسوع۔ جمع کرنے والا" اور یہ عیاں ہے کہ حضرتِ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے جمع کرنے والے تھے۔ فرہنگ آصفیہ جلد ۱، صفحہ ۱۹۱ پر آصف کے معنی یوں درج ہیں "حضرتِ عیسیٰ کے عہد میں جب کوڑھیوں کو اسنے اچھا کیا تو جب وہ مرض سے عاری ہو کر تندرست لوگوں میں شامل ہو جاتے تھے تو انہیں آصف کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں یوز آصف کے معنی ہوئے کہ "مسیح سے شفا یافتہ کوڑھیوں کا

۴۔ بُدھ کا نام سگت یعنی مبارک بھی رکھا گیا ہے۔

۳۔ انجیل میں بھی حضرت مسیح کا نام مبارک رکھا گیا ہے۔

۵۔ بُدھ کا ایک اور نام "سدارتھا" ہے یعنی اپنے آنے کا مدعا پورا کرنیوالا

۵۔ حضرت مسیح نے بھی اپنے کو مدعا پورا کرنے والا ظاہر کیا ہے

۶۔ بُدھ کا ایک نام آسرن سرن یعنی بے پناہوں کو پناہ دینے والا ہے۔

۶۔ حضرت مسیح نے بھی اپنے کو تھکوں ماندوں کا پناہ دینے والا قرار دیا ہے

۷۔ بُدھ کا ایک نام للتا وسترا یعنی منجی بتایا گیا ہے۔

۷۔ حضرت مسیح بھی اپنے کو نجات دہندہ بتلاتا ہے۔

۸۔ بُدھ بادشاہ کہلائے۔

۸۔ حضرت مسیح بھی انجیل میں بادشاہ کہلائے۔

۹۔ شیطان نے بُدھ کی آزمائش کی اور کہا۔ کہ اگر میرا حکم مان کر فقیری کے کاموں سے باز آجائیگا اور گھر کی طرف چلا جائے تو میں تجھکو بادشاہت کی شان وشوکت عطا کرونگا

۹۔ حضرت مسیح کو بھی شیطان نے آزمایا اور کہا۔ کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو تمام دُنیا کی دولتیں اور بادشاہتیں تیرے لئے ہونگی۔

۱۰۔ بُدھ نے شیطان کا نہیں مانا۔

۱۰۔ حضرت مسیح نے بھی شیطان کی اطاعت نہیں کی۔

۱۱۔ بودھ نے چالیس روزے رکھے

۱۱۔ حضرت مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے ہیں۔

۱۲۔ بدھ کی سوانعمری میں ہے کہ وہ اصل بدھ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا۔ اگرچہ اس کا باپ موجود تھا۔

۱۲۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ موجود تھے۔ اس کے باوجود ان کی بن باپ پیدائش کا قصہ مشہور ہے۔

د تقویٰ و پارسائی بدرجۂ اعلیٰ رسیدہ خود را برسالتِ اہلِ کشمیر مبعوث گردیدہ
بدعوتِ خلایق اشتغال نمود) چونکہ اس خطّے کے بہت سے لوگ آپ کے
عقیدت مند تھے اس لیے راجہ گوپادت نے ہندوؤں کا اعتراض آپ کے
سپرد کیا۔ اور آپ ہی کے حکم سے سلیمان نے جسے ہندو سندیمان کے نام سے
پکارتے ہیں گنبد کو مکمل کیا۔ سال چون کا تھا۔ نیز سیڑھی کے ایک پتھر پر
لکھا کہ اس وقت حضرتِ یوزآصف نے دعویٰ پیغمبری کیا اور سیڑھی کے
دوسرے پتھر پر لکھا کہ وہ یسوع پیغمبر بنی اسرائیل تھے۔ میں نے ہندوؤں
کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ وہ صاحب حضرتِ عیسےٰ روح اللہ نبینا علیہ
الصلوٰۃ والسلام ہی تھے اور یوزآصف بھی نام پایا تھا۔ خدا بہتر جانتا ہے
انہوں نے اپنی زندگی یہیں بسر کی۔ (نیز بر سندیان نوشت کہ دریں وقت یوز
آصف دعویٰ پیغمبری مے کند و بر دیگر سنگ سندیان ہم نوشت کہ ایشاں
یوع پیغمبر بنی اسرائیل است۔ ما در کتاب ہندوان دیدہ ام۔ کہ آں حضرت
بعینہ حضرت عیسیٰ روح اللہ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بود، و نام یوزآصف
ہم گرفت۔ واللہ اعلم۔ عمر خود دریں بسر کرد) مرنے کے بعد محلہ انزیمرہ میں
رکھے گئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے روضہ سے انوارِ نبوت جلوہ کرتے رہے
راجہ گوپادت نے ساٹھ سال دو ماہ حکومت کی، اور گذر گیا۔ (تاریخ کشمیر ص ۶۹)
تاریخ ہند کے ماخذوں میں ہندوؤں کے پران بھی شامل ہیں جن کی کل تعداد
اٹھارہ ہے۔ ان میں نواں پران "بھوشیہ مہا پران" ہے۔ یہ سنسکرت
زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ جناب لکشمن نے بھی "بھوشیہ پران کی الوچنا"
کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں راجہ شالباہن کا ایک واقعہ درج ہے
جسے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ ترجمہ ودیا رتنی ڈاکٹر شیو ناتھ صاحب شاستری
نے انگریزی ترجمہ سے کیا جاتا ہے:۔

پیشوا یا متلاشی"۔ اور وہ خود سوائے حضرت مسیح علیہ السلام کے اور کون ہو سکتے ہیں؟

حضرت مسیح کی رحلت سرینگر میں - حضرت مسیح یا یوز آصف نے سرینگر ہی میں وفات پائی۔ آپ کا روضہ اور روضہ بل کا بنیا رسرینگر میں اب بھی موجود ہے۔ لیجئے! اب چند تواریخی ثبوت ملاحظہ فرماویں۔ جن سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت مسیح ناصری یا حضرت یوز آصف پیغمبر علیہ السلام کشمیر آئے تھے اور یہیں فوت ہو گئے تھے۔

مُلّا نادری کشمیر کا پہلا مسلمان مؤرخ ہے جس نے سلطان زین العابدین بادشاہ کے عہد حکومت (826 سے 879 ہجری) میں تاریخ کشمیر لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۶۹ پر دو ہزار سال پہلے کے راجہ اکھ کے متعلق لکھا ہے کہ

"اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ اکھ تخت پر بیٹھا۔ اسنے ساٹھ سال حکومت کی۔ کہتے ہیں اس نے موضع کوٹھار میں اچھہ بل کی بُنیاد ڈالی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے راجہ گوپانند نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ اور گوپادت کے نام سے ملک میں حکومت کرتا رہا۔ اس کے عہد میں کئی مندر تعمیر ہوئے۔ اور کوہِ سلیمان پر گنبد شکستہ ہوا تھا۔ اُسنے ستون کی مرمت کے لئے اپنے ایک وزیر سلیمان کو متعین کیا، جو فارس سے آیا ہوا تھا۔ ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ وُہ غیر مذہب سے ہے اسی وقت حضرت یوز آصف نے بیت المقدس سے اس پاک وادی میں وارد ہوکر دعویٰ نبوت کیا۔ رات دن باری تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ تقویٰ اور پارسائی کی بدولت اعلےٰ مقام پر پہنچا۔ اسنے اپنے کو باشندگانِ کشمیر کی طرف رسول ظاہر کیا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا۔"

"دریں وقت حضرت یوز آصف از بیت المقدس بسجانب وادیٔ اقدس مرفوع شدہ دعوئ پیغمبری کرد۔ شب و روز در عبادت باری تعالیٰ آسودہ۔

مکمل کی ہے۔ اس کے صفحہ ۴۲ پر سید نصیر الدین کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ
"درجوارِ ایشاں قبرے واقعہ شدہ درعوام مشہور است کہ آنجا پیغمبرے
آسودہ است کہ در زماں سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود ایں مکان بمقام پیغمبر
معروف است۔ در کتابے از تواریخ دیدہ شد کہ بعد قصہ دور و دراز حکایتے می
نویسد کہ یکی از سلاطین زادہ ہا براہ زہد و تقوٰی آمدہ ریاضت و عبادت
بسیار کرد۔ برسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوتِ خلائق اشتغال
نمود و بعد رحلت در محلہ انزمرہ آسودہ در آں کتاب نام آں پیغمبر را یوز آصف
نوشتہ"۔

اسی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "یوز آصف از اعتقاد حضرت موسیٰ
پیغمبر بودہ است۔" (بحوالہ اسرار الاخیار)

کتاب وجیز التواریخ قلمی کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے :-

"سید نصیر الدین مقبرہ میر در محلہ خانیار کہ بروضہ بل مشہور است
واقع شدہ گویند در آنجا قبر یوز آصف پیغمبر است کہ یکے از سلاطین
زادہ در اینجا آمدہ براہ زہد و تقوٰی اشتغال ساخت برسالتِ مردم کشمیر
مبعوث شد بدعوتِ خلائق اشتغال نمود۔ گویند در آں وقت راجہ گوپانند
فرمانروائے ایں شہر بودہ در سوراخ دیوار مغربی زیارت گاہ موصوف بوئے
نافہ مے آید۔"

کوہ سلیمان پر واقعہ مندر یہودیوں کے آرٹ کا مکمل نمونہ ہے اور فلسطین
میں عزرا کے مقبرہ کے مشابہ ہے۔

اس کے چار ستونوں پر جو الفاظ کندہ تھے اور جن کا تذکرہ تواریخ میں
آیا ہے وہ یہ تھے۔ پہلے دو ستونوں پر۔

"معمار ایں ستون راج بہشتی زرگر شاہ [illegible] پیچپاہ و چار" [illegible] ستون

"شالباہن جو بکرماجیت کا پوتا تھا۔ تخت نشین ہوا۔ اسنے تھوڑے ہی عرصے میں ساکا۔ چینیوں۔ تاتاریوں۔ والہکس (بخارا کے لوگ) کامروپس (پارتھین) اور خراسانیوں کو شکست دیکر سزا دی۔ تب اسنے ملیچھ قوموں اور آریوں کو علیحدہ علیحدہ ممالک میں بسا دیا۔ ملیچھ دریائے سندھ کے نیچے کی طرف بسائے گئے۔

ایک دن وہ (راجہ شالباہن) ہمالیہ کے ایک ملک میں گیا وہاں اسنے ساکا کے ایک راجہ کو ون مقام پر دیکھا وہ خوبصورت رنگ کا تھا اور سفید کپڑوں میں ملبوس تھا۔ شالباہن نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہیں اسنے جوابدیا، کہ وہ یوسا شافت (یوز آصف) بادرعورت کے بطن سے پیدا ہوا۔ (شالباہن کے حیران ہونے پر) اسنے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اور میں مذہب کو پاک و صاف کرنے کے لئے آیا ہوں۔ راجہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کون سا مذہب رکھتے ہیں؟ اسنے جوابدیا۔ اے راجہ جب صداقت معدوم ہوگئی اور ملیچھوں کے ملک میں حدود قایم نہ رہے تو میں وہاں مبعوث ہوا۔ میرے کام کے ذریعہ (جب گناہگاروں اور ظالموں کو تکلیف پہنچی، تو ان کے ہاتھوں سے میں نے تکلیفیں اٹھائیں۔ راجہ نے اس سے پھر پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اس نے جوابدیا کہ میرا مذہب محبت، صداقت اور تزکیہ قلوب پر مبنی ہے۔ اور اسی کے لئے میرا نام عیسیٰ مسیح رکھا گیا۔ اس کے بعد راجہ آداب و تسلیمات بجالایا اور واپس ہوا

[بھوشیہ مہاپران صفحہ ۲۸۲ پرب ۳ ادھیائے ۲ شلوک ۹-۳۱]

واضح رہے کہ ون سرینگر کے شمال مشرق میں تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ جگہ گندھک کے پانی کے چشموں کیلئے مشہور ہے۔

خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری نے اپنی تاریخ اعظمی ۱۱۴۸ھ / ۱۷۲۹ء میں

کشمیر مبعوث شدہ براہ توحید مے خواند تا سال اجلش در رسید و ممات یافت۔ کہ دریں زمان باسم روضہ بل مشہور است بہ سال ۸۷۱ھ ہجری سید نصیر الدین از اولاد امام موسےٰ علی رضا است بجوار یوز آصف تدفین گزید۔ چونکہ زیارت گاہ مرجع خواص و عوام است در حمان خان مذکور ازتہ ہم نسلاً بعد نسل خادم زیارت گاہ است۔ ہمیں قدر کہ اعالی و اسافل نذر و نیاز میرسند وے راحقدار است۔ و دیگراں را استحقاقے ورثے نیست۔ لہذا وثیقہ ہذا سند یابد۔ المرقوم۔ ار جمادی الثانی ۱۱۹۴ھ

العبد

مہری نقیر بابا محمد اعظم خادم درگاہ عبد الشکور مہری محمد اکبر

لستان نائم شاہ مہری محمد اکبر مہری محمد احسن شاہ مہری رضا اکبر

العبد

حضر محمد مہری عطا محمد (اس سند کی عکسی تصویر بلاک ٹائٹل صفحات پر دیکھیں۔

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرمانِ نبوی کے مطابق ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پا گئے ہیں اور آپ کا روضہ سرینگر میں اب بھی موجود ہے۔ اور اب چند متفرق باتیں ملاحظہ فرماویں:۔

چند متفرق باتیں۔ کشمیری لوگوں کے معتقدات، رسوم اور ان کی ذہنیت بالکل اسرائیلیوں کی جیسی ہے (۲) کشمیریوں کے پیراہن اور عورتوں کی اوڑھنیاں وغیرہ بالکل اسرائیلیوں کی جیسی ہیں (۳) حضرت مسیح کو صلیب سے زندہ سمجھنے کے باعث شاگردوں نے بھُنی ہوئی مچھلی چکھی۔ بھُنی ہوئی مچھلیاں استعمال کرنا کشمیر میں اب تک رائج ہے

"این ستون بدست خواجہ رکن بن مرجان ۔"
(دیکھئے السٹریشنز آف انشنٹ بلڈنگز ان کشمیر مصنفہ میجر ایچ۔ ایچ۔ کول)
دوسرے دو ستونوں پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ تھی۔ جو سکھوں کے عہد میں مٹا دیگئی ہے۔
"درین وقت یوذ آصف دعویٰ پیغمبری مے کند۔ سال پنجاہ و چہار"
"ایشان یسوع پیغمبر بنی اسرائیل است ۔"

(ملا نادری در تاریخ کشمیر صفحہ نمبر ۳۵)

روضہ بل خانیار سرینگر میں خواجہ سیف الدین میر کے پاس جو سند ہے جس میں کوئی پونے دو سو سال پہلے ایک شخص رحمٰن خان کو مقبرہ یوز آصف کا متولی مقرر کیا گیا تھا اسکی عبارت بھی قابل غور ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(خادم شرح محمدی ملا فاضل ۱۱۹۰ھ)

درین ولا در محکمۂ علیہ عالیہ دار العدالت قضایا حاضر آمدہ مسمی رحمان خان ولد امیر یار کرا در حال ہمیں سن۔ کہ بہ زیارتِ شریف یوز آصف پیغامبر علیہ السلام مرقد یکہ مشتمل بر حضرت امراء و وزراء و سلاطین و روساء و عوام و خواص براہ نذر و نیاز مرشد آں ما کنیتا دبے حقدار است ۔ دیگراں را از مدا خلت امتناع بود۔ بعد اخذ شہادت ہمچنین ثابت شد کہ در عہد حکومت راجہ گوپا نند کہ بانی عمارت کوہ سلیمان و بت خانہ ہا بسیارات شخصے مرتاض یوز آصف نام بادشاہ زادہ ہندوستان کہ تارک دنیا شدہ متورع و معتزل است۔ روز و شب از ریاضت و عبادت خداوند تعالیٰ نمے آسود۔ اکثر در خلوت مے گزارند تا آنکہ بعد فرو شدن آب طوفان نوح کشمیر آباد شدہ بود و مردمان ہمگی و بت پرستی اشتغال ور ورزیدند یوز آصف پیغامبر بر سالت مردمان

چند ہم معنی عبرانی و کشمیری الفاظ

عبرانی الفاظ مع ترجمہ	کشمیری الفاظ مع ترجمہ
اب = باپ	ببہ = باپ
بوس = روندنا	بوسا = روندی ہوئی چیز
بخت نصر = ظالم بادشاہ	بخت نصر = کرخت نامعقول
درا = نفرت کرنا	درہ = کتے کو بھگانے وقت بولا جاتا ہے
درک = جگہ پکڑنا	درک = جونک جو خون چوسنے کی جگہ پکڑتی ہے
ٹکک = کاٹ ڈالنا	ٹکت = چبا کر کاٹ ڈالنا
تلا = بلند کرنا	تلن = اوپر اٹھانا
توک = تھوکنا	تھک = تھوک
تقر = تولنا	تقر = ترازو
توہ = پریشان ہونا	توہ = بھوسہ کیونکہ وہ پریشان ہوکر بکھر جاتا ہے۔
حرر = جلنا	حرہ = جلانے کی لکڑی
رزن = سردار	رازہ = سردار
زوہ = چھپانا	زوہ = زمین دوز تہہ خانہ جس میں کوئی چیز چھپا کر رکھی جاتی ہے
زنہ = حرامکاری	زنہ = حرام کاری
سبب = کھانے پر بیٹھنا۔	سبلہ = دعوت میں دسترخوان پر آدمیوں کی صف

بلکہ یہ کشمیریوں کی مرغوب غذا ہے۔ بھُنی ہوئی مچھلیوں کو کشمیری زبان میں پھَرِہ کہتے ہیں۔ اور کوئی بھی گھرانہ خواہ امیر ہو یا غریب انہیں استعمال کرنے سے خالی نہیں رہتا ہے (۴) اسرائیلیوں ہی کی طرح کشمیری تیل کا تڑکا سبزیوں میں استعمال کرتے ہیں اور چربی یا گھی استعمال نہیں کرتے ہیں (۵) بجبہاڑہ کے بڑے قبرستان میں ایسی قبریں ہیں جن پر عبرانی زبان کی عبارت کُندہ ہے (۶) سید بلاڈور صاحبؒ اور دوسری جگہوں پر ایسی قبریں ہیں جو مسلمان قبروں کے برعکس مشرق و مغرب کی طرف ہیں اور جن میں مدفون مردوں کا منہ فلسطین کی طرف ہے۔ اور پاؤں قبلہ کی طرف (۷) خانیار سرینگر میں حضرت مسیح یا حضرت یوز آصف کی جو قبر ہے اس کا رُخ بھی فلسطین کی طرف ہے یہ یہودیوں کی قبر کی طرح ایک وسیع کمرہ ہے جس میں باقاعدہ اسرائیلی طرز کی کھڑکی بھی رکھی گئی ہے جو اب بھی سڑک کی طرف موجود ہے اور کسی زمانہ میں جہاں سے خوشبو آرہی تھی (۸) پہلگام جہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام رہے ہیں اور چرواہے کا کام کرتے رہے ہیں اب تک عیسائیوں اور پادریوں کی پسندیدہ جگہ ہے اور اس جگہ کو وہ گلمرگ پر ترجیح دے رہے ہیں (۹) کشمیر میں یسوع مرگ کے نام سے بھی ایک مشہور صحت افزا مقام ہے۔ (۱۰) یہودی قبرستانوں میں بیوگے درخت ہوا کرتے ہیں۔ کشمیر میں بھی قبرستانوں میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں جبکہ ہندو اس کے سایہ کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ (۱۱) کشمیر میں بھی مسلمانوں کے تابوت ایک طرف چھوٹے اور دوسری طرف بڑے ڈھلوان ڈھکنوں کے ہوتے ہیں۔ فلسطین میں بھی ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ (۱۲) کشمیری ہانجیوں کے ڈونگے بناوٹ میں اسرائیلیوں ہی کے جیسے ہیں۔ (۱۳) کشمیری قصابوں کی گوشت کی چھریاں نوکدار ہوتی ہیں۔ جیسی کہ بنی اسرائیل کی ہیں ؎ ـــــــ اسی طرح اب چند ہم معنی عبرانی اور کشمیری الفاظ ملاحظہ فرمائیں

اشاہ : جورو — آشین : جورو

اوشد : بہانا — اوش : آنسو

ایم : ڈرانا — یم : موت

اوہ : ہائے — اوہ : ہائے

اودر : اوپر لاکپڑا — تُرادرہ : اوپر کا کپڑا

بائیبل میں مندرج کشمیری مسلمانوں اور ہندوؤں کی ذاتیں

اعمال - اٹل - پال - بار - بکتو - بٹ - ڈانگر - ڈار - در - ڈورا - ڈوم - گدہ - گگر - گنائی - گانی - حکاک - عشائی - کاک - کنزرو - کار - کھوڈا - کچلو - کوترو - کش - لادے - ماگرے - ماہکرے - میر - سپرو - شورا - ٹنکو - وانی - زاڈو - ملک - منٹو - موزا - مشران - مٹو - نائیک - نہرو - پڈر - پاڑ - رینہ - راتھر - رازدان - ریشی - ریش

بائیبل میں چند کشمیری مقامات اور جگہوں کے نام

برزلہ (سرینگر اور کولگام میں واقع ہے) — برزلی (۲ سموئیل ۱۷ : ۲۷)

ڈورو - (اننت ناگ اور گلگت میں ہے) — ڈور (۱ سلاطین ۴ : ۱۱)

گڈھ بازار - — گوڈھ (۱ تواریخ ۲ : ۱)

ہارون - — ہاران (۲ سلاطین ۱۹ : ۱۲)

اوری - — اوری (خروج ۳۱ : ۲)

اوہ بل — اوہ (۱ تواریخ ۷ : ۳۹)

اچھ بل - — اشبیل (پیدائش ۴۶ : ۲۱)

امیراہ (پل کا نام) — امیریاہ (۱ تواریخ ۲۴ : ۱۹)

ہشہ بوگ — حسبون (گنتی ۲ : ۲۷)

اچھن (رانبڑی پورہ ندر پر ایک گاؤں) — اجہ (پیدائش ۳۶ : ۲۴)

شاسس = ہانپنا	شانس = ہانپنا
شغد = گھات میں بیٹھنے والا	شقدر = گھات میں بیٹھنے والا
شوط = چابک مارنا	شفطِ = سخت مارنا
صنق = چھبنا	صنتن = چھبنا
صحن = بدبو	ضحن = بدبو
طہر = اپنے تئیں پاک کرنا	طہر = صدقہ وخیرات جس سے انسان پاک ہوجاتا ہے
عند = باندھنا	غنڈ = گرہ لگا کر باندھنا
غیر = نامحرم	غیر = نامحرم
عوف = اڑنا۔ گھومنا	وف = اڑنا
فلس = بانٹ دینا	فلن = بانٹ دینا۔ ن علامت مصدر ہے
قمل = کملا جانا	قمن = کملا جانا۔ ن علامت مصدر ہے
قشع = خراد کے کام کی چیز	قشن = کھڑکنا
گبھر = زورآور	گعبر = جوان بیٹا
مس = دبلا ہونا	مشن = بیماری سے لاغر ہونا
منح = رنگ تبدیل کرنا	منح = رنگ تبدیل کرنا
ھون = حقیر جاننا	ھوت = کت
ھو = وہ	ھُو = وہ
یون = مستی	یاون = جوانی کی مستی
یطل = چھت کا بوجھ اٹھانے والی درمیانی کڑی	یطل = چھت کی درمیانی کڑی

پر ایک سرسبز جگہ ہے۔ یہاں سے پہلگام کوئی ۱۲ میل دُور ہے۔ یہاں ایک پہاڑی پر زین الدین ولی رح کی درگاہ ہے جو بڈشاہ کے زمانے میں اس پہاڑ کے غار میں رہا کرتے تھے۔ یعنی آج تک لگ بھگ کوئی پونے چھ سو سال کا عرصہ گذر گیا ہے جبکہ زین الدین ولی رح یہاں آئے تھے۔ میں نے یہاں کے مجاوروں سے بیانات لئے۔ چنانچہ ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ اس روضہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے۔ جو حضرت میر سید علی ہمدانی رح نے شیخ العالم شیخ نورالدین صاحب کو عطا کیا تھا جن کا روضہ چرار شریف میں واقع ہے۔ اور شیخ نورالدین صاحب نے یہ مبارک عصا حضرت زین الدین ولی کو بخشا اور تب سے یہ اسی درگاہ میں موجود ہے۔ جب کبھی بھی کوئی وبائی بیماری گاؤں میں پھوٹ پڑتی ہے تو ہم اس عصا کو عیدگاہ میں لے جاتے ہیں اور بیماری کا نام ونشان بھی مٹ جاتا ہے۔

میں نے یہ عصا ملاحظہ کیا۔ یہ کوئی دس فٹ لمبا ہے (اصل میں سوا آٹھ فٹ ہے) اور بھاری وزن کا معلوم ہوا۔ اس کے اوپر نیلی غلاف لپٹی ہوئی ہے۔ نیچے پھل بھی لگا ہے۔ سب لوگوں نے کہا۔ کہ سند کے مطابق یہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اور یہی شاہ ہمدان کی زیارت سے پہلے چرار شریف اور پھر وہاں سے یہاں کی زیارت میں پہنچا، ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ کا یہی عصا حضرت عیسیٰ ع کے پاس بھی رہا ہو۔

یہ گوپتا دغار، جس میں زین الدین ولی رح عبادت کیا کرتے تھے عجیب وغریب ہے اور اس کے متعلق مختلف قسم کے قصے مشہور ہیں۔ جو معنی خیز ہیں اور اس امر کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کشمیر ضرور پہنچ گئے تھے۔ یہاں کے "ریشیوں" نے مجھے ریشی نامہ پڑھنے کی تلقین کی جو تواریخ کی بنا و پر لکھا گیا ہے۔ ریشی نامہ کشمیری زبان میں

عزیز کاشمیری۔

کشمیری مسلمان اور اسرائیلی معتقدات

راقم الحروف کو عصائے حضرت عیسےٰ کے بارے میں تحقیقات کرنی پڑی اور معلوم ہوا کہ یہ عصا اس وقت زین الدین ولی رح کے روضہ میں موجود ہے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے عصا کے متعلق روضتہ الصفا میں ذکر آیا ہے۔ اسی طرح جمعیتہ التواریخ اور وجیزۃ التواریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت مسیح کا عصا کشمیر میں ہے۔ اور خانقاہ معلیٰ میں ہے۔ ۱۹۵۰ء میں اس کی تحقیقات کے سلسلے میں خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور مصنف جیسس ان ہیون آن ارتھ سرینگر آئے۔ تو انہیں خانقاہ کے مجاوروں نے بتایا کہ یہ عصا ہزارہ کے لوگ لے گئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اس کی تحقیقات کرنے کے متعلق خاکسار راقم کو توجہ دلائی خاکسار نے اس کا پتہ لگایا تو عیش مقام میں حضرت زین الدین ولی رح کی زیارت میں اسے پایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں راقم کا ایک مضمون عنوان بالا سے پیغام صلح لاہور ۲ جولائی ۱۹۵۶ء اور روشنی سرینگر ۲۶ جون ۱۹۵۶ء میں شایع ہوگیا ہے۔ جسے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔ (عزیز کشمیری)

چنانچہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۶ء کو میں بطرف "عیش مقام" علاقہ اننت ناگ گیا۔ عیش مقام سرینگر سے ۴۷ میل کے فاصلے پر سطح سمندر سے ۵۶۰۰ فٹ کی بلندی

تواریخ کی بناء پر کسی واقعے کا ذکر کرنا اور یہ لکھنا کہ یہ عہدِ عیسٰی کا واقعہ ہے۔ ایک اہم تاریخی شہادت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نیز واضح ہے کہ کشمیر ہزاروں سال سے بت پرستی کا گہوارہ ہوتا آیا ہے یہاں کے مسلمان اس وقت حلقۂ بگوشِ اسلام میں آئے جب یہاں میر سید علی ہمدانی رح نے تبلیغ اسلام کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر یہاں حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کے آنے کا دور مشہور نہ ہوتا تو کسی بادشاہ یا کسی دیگر ہندو حکمران کے عہد کا حوالہ دیا گیا ہوتا۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ کسی مشہور واقعے کا حوالہ اسی حدودِ مملکت میں دیا جا سکتا ہے جہاں وہ واقعہ رونما ہوا ہو۔ . . . .

لیکن سوچنے کا مقام ہے کہ کشمیر کے ایک دور افتادہ گاؤں میں فلسطین میں مبعوث ہونے والے نبی کے عہد کا حوالہ دینا اور پھر ایسے نبی کا جو اپنے علاقے میں صرف دو تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا سکا ہو اور تین ساڑھے تین سو سال تک ان کا پیش کردہ مذہب بالکل گمنام رہا ہو، ایک معنی خیز معاملہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی تاریخی نامہ میں "داستان کشتہ شدن نبوا از دست یو مہ سن کہ در عہد نیلی پہلوانے بود" کی عنوان کے تحت عیش مقام کی وجہ تسمیہ یوں درج ہے :-

"سیاحت کرنے والوں نے اسی طرح روایت کی ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ اور انھوں نے ماضی کی خبر بیان کی تھی۔ پرانے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام عیشوشس تھا۔ جس نے اس جگہ شان و شوکت کے ساتھ قیام کیا تھا۔ اسی کے مکان کو "عیش وڈر" کہا جاتا ہے۔"

یہ ایک کھلی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں اور سوچنے والے سوچ سکتے ہیں کہ "عیشو مقی" کا نام عدالے سے

مولوی غلام مصطفےٰ بابا صاحب مرحوم عیش مقام کشمیر کا تصنیف کردہ ہے
اس کے دو حصے سولاں سولاں صفحات کے ٹریکٹوں کی صورت میں شایع بھی
ہو چکے ہیں۔ اس میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ ریشی نامہ میں
بیان کیا گیا ہے وہ تواریخ کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی درج ہے کہ
عصا میر سید علی ہمدانی سے شیخ نورالدین اولیاء کو ملا تھا اور انہوں نے
زین الدین ولی کو بخشا۔ سند کے مطابق یہ مقدس ہے اور اسے آنکھوں سے
لگانا چاہیئے۔

پھر غار کے متعلق ایک قصہ بیان کیا گیا ہے کہ اس غار میں ایک دیو رہتا
تھا جسے ایک پہلوان بومہ سن نے مار ڈالا تھا۔ اس واقعہ کا عنوان ریشی نامہ
میں اس طرح درج ہے :-

"داستان کشتہ شدن دیو از دست
بومہ سن کہ در عہد عیسےٰ پہلوان بودہ"

(ریشی نامہ صفحہ ۱۸)

اب ظاہر ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ حضرت عیسےٰ یہاں نہیں آئے تھے تو کس طرح
یہ واقع مشہور ہوا کہ حضرت عیسےٰ کے عہد میں بومہ سن پہلوان تھا، کیونکہ حضرت
عیسےٰ یروشلم میں زیادہ نہیں چکے تھے۔ سارا زور لگانے کے باوجود یروشلم
میں صرف بارہ حواری آپ پر ایمان لائے۔ ان میں سے بھی ایک یہودا
اسکریوطی نے بے ایمان ہو کر رشوت حاصل کر کے آپ کو پکڑوا دیا تھا۔ اس
کے علاوہ تاریخ شاہد ہے کہ کوئی ساڑھے تین سو سال تک عیسائیت بالکل
گمنام حالت میں رہی۔ اور اسے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ جائے غور ہے کہ ایسی
صورت میں اگر مسیح ناصری کشمیر نہیں آئے ہوتے۔ تو وہ یہاں ہرگز مشہور نہ
ہوتے۔ اور نہ آپ کا عہد مشہور ہوتا۔ کشمیر کے ایک گاؤں کے مصنف کا

معلوم ہُوا تو قرآن کریم ہی سے معلوم ہوا ہے۔ اور کوئی مسلمان ان فرضی فرشتوں سے یا اُن کے قصّے سے اُنس نہیں رکھ سکتا ہے۔ مگر کشمیر جو ہزاروں سال سے بُت پرستی کا گہوارہ چلا آیا ہے اس کے ایک گاؤں رینبر پورہ علاقہ کریوہ پٹن میں جہاں ایک کنوئیں پر چھوٹی سی تعمیر موجود ہے اس جگہ کے اور ملحقہ علاقہ جات کے مسلمان لوگوں کا خیال ہے کہ اس کنوئیں میں ہاروت وماروت اوندھے مُنہ لٹکائے گئے ہیں۔

اسرائیلی معتقدات کا زور دیکھئے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہاں مسلمان کو ہر روز صبح سویرے کھڑے ہوتے دیکھا جہاں وہ ان کا جنازہ پڑھتے ہیں اور مُرادیں بھی مانگتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ آغاز اسلام سے قبل بھی یہاں کے علاقہ کے لوگوں میں ہاروت ماروت کا قصّہ مشہور تھا اور فرشتے سمجھنے کی بناء پر وہ ان سے مُرادیں بھی مانگتے رہتے تھے اور یہی اثر یہاں کے لوگوں کی نسلوں میں اب بھی برابر موجود ہے، جو اگرچہ آج مسلمان ہیں مگر ان فرضی فرشتوں کی برابر تعظیم کرتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں اور ان سے مُرادیں بھی مانگتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیلیوں کو جب بخت نصر نے قتل عام کیا اور بھگا دیا تو وُہ کشمیر آئے اور اپنے معتقدات بھی ساتھ لائے۔ جبھی تو ہاروت ماروت کا قصّہ ہی نہیں، بلکہ فرضی کنواں بھی یہاں قائم کر دیا گیا۔ اگرچہ اس کا ذکر صرف شہر بابل تک ہی محدود تھا۔
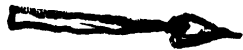
عصائے عیسیٰ کا اُوپر لا حصّہ　　　　عصا کا پھل جو بنا لگایا ہے۔

بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ اور بدیں وجہ اس جگہ کا نام ہی بگڑ کر عیش مقام ہوگیا ہے۔ مقام کا لفظ بھی غور طلب ہے یعنی یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے کشمیر آتے ہوئے یہاں بھی قیام کیا ہے۔ اس لئے اس علاقے کا نام عیسٰی مقام سے بگڑ کر عیش مقام مشہور ہوگیا ہے۔

عیش مقام سے پہلگام ہو کر پہاڑی راستہ روس، افغانستان اور دیگر ممالک کو جاتا ہے۔ اور اب بھی بہت سے تاجر اسی راستے کو نزدیک ہونے کی وجہ سے ترجیح دیا کرتے ہیں۔

کشمیریوں کے اسرائیلی ہونے پر اب ایک اور دلیل لیجئے ہاروت وماروت کا قصہ یہودیوں میں مشہور تھا۔ کہ بابل میں یہ دو فرشتے تھے جو زہرہ پر عاشق ہوئے۔ اسی لئے انہیں چاہ بابل میں اوندھے منہ لٹکائے جانے کا عذاب دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے اس فرضی قصہ کی پُرزور تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وما انزلنا علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ یعنی "اور بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر کچھ نہیں اتارا گیا۔ [۲ : ۱۰۲]

شہاب عراقی نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص ان باتوں کو مانتا ہے کہ ہاروت ماروت دو فرشتے ہیں جن کو زہرہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے وہ اللہ کا کافر ہے، کیونکہ فرشتے معصوم ہیں وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتے۔ اسی طرح روح المعانی میں ہے کہ ان قصوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں۔ [بیان القرآن صفحہ ۹۸]

سو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہاروت ماروت کے قصہ یا ان کی فرضی شخصیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی ہے۔ مسلمانوں کو اگر ان فرضی فرشتوں کا حال

ہوئی۔ وہ خود بھی ایک چرواہے تھے" اپنے وقت کے لوگوں کو بھی یاد کرتے
یا ان سے مخاطب ہوتے وقت آپ انہیں بھیڑیں کہہ کر پکارتے تھے
مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں اور میں اپنی بھیڑوں
کے لئے اپنی جان دیتا ہوں"۔ (یوحنا ۱۰: ۱۵)

اسی طرح اکثر تمثیلوں میں بھیڑوں کا ذکر کر کے ہی بیان کرتے ہیں ۔
مثلاً دیکھئے [یوحنا ۱۰: ۱ و ۱۰: ۸ وغیرہ]

انجیل میں مسیح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے متعلق جس پیش گوئی کا
تذکرہ ہے اس کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ "تجھ میں سے ایک سردار
نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا"۔ [متی ۲: ۶]

لہٰذا جس طرح دو جمع دو چار ہوتے ہیں اسی طرح از روئے اناجیل
آپ ایک گڈریا ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسیح علیہ السلام
کی جتنی تصویریں مسیحیوں کی طرف سے شائع ہوئی ہیں ان میں بھی اکثر
ایسی ہیں جن میں آپ چرواہا نظر آرہے ہیں۔ اسی لئے انگریزی ادب میں
PASTORAL ELEGIES کا نمایاں حصہ ہے[۱] اور جن میں بچھڑے ہوئے
احباب اور دوستوں کو چرواہے کا نام دیا جاتا ہے اور خود بھی گڈریا
بن کر ان کی نوحہ خوانی کی جاتی ہے[۱]۔ مسیحی لوگ چرواہا ہونا عزت و
وقار کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ملکہ الزبتھ ثانی کی تاج پوشی کے موقعہ پر
ایک باتصویر پمفلٹ MOST EXCELENT MAGESTY
حکومت برطانیہ کی طرف سے شائع ہوا جس کے صفحہ ۲۳ پر ملکہ کو بڑی شان

۱؎ کشمیریوں میں بھی پہلے وقتوں میں یہ رسم موجود تھی کہ اگر کوئی بڑا آدمی
فوت ہو جاتا تو کنجریوں اور شیر فروشوں کو اکٹھا کیا جاتا تھا اور وہ سب مل کر حلقہ کنند

از عزیز کاشمیری۔ ایڈیٹر روشنی سرینگر

چرواہے کا گاؤں

مقدس چرواہا۔ اناجیل کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیدائش ناصرہ کے علاقہ میں ہوئی جو چرواہوں کا علاقہ تھا۔ خدا نے چرواہوں کو فرشتہ کے ذریعہ آپ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی۔ چرنی میں ہی آپ پیدا ہوئے۔ اور چرواہوں نے ہی آپ کو پہلے دیکھ لیا، چنانچہ لکھا ہے "اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتہ نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ میں تمہیں بڑی خوشخبری کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوئے۔" [لوقا ۲ : ۸ - ۱۱]

"چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم بیت اللحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خبر خداوند نے ہم کو دی ہے دیکھیں۔ پس انہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا۔" [لوقا ۲ : ۱۵/۱۶]

مسیح ناصری علیہ السلام کو جب یوحنا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "دیکھو! یہ خدا کا برہ ہے" (یوحنا ۱ : ۳۶-۲۹)

اتنا ہی نہیں، بلکہ حضرت مسیح ناصری نے کھلا اور اعلانیہ طور پر خود بھی اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ "اچھا چرواہا میں ہوں"۔ [یوحنا ۱۰ : ۱۴ و ۱۰ : ۱۱]

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کی پیدائش چرواہوں کے ماحول میں

رہنی چاہ پتھروں کے نام سنگِ موسیٰ اور حضرت ہارون کے نام پر
جھیل کا نام ہارون علیہ اس پر بخوبی شاہد ہیں۔ کشمیریوں کی شکل و صورت
لباس اور ذہنیت بھی بنی اسرائیل جیسی ہے۔ سترنا اور آہستہ کے
الفاظ بھی عبرانی ہیں، بلکہ اناجیل میں لفظ گلگتا یعنی "کھوپڑی
کی جگہ" آیا ہے۔ (دیکھئے متی ۲۷ : ۳۳۔ مرقس ۱۵ : ۲۲)
اور گلگت کشمیر کے سرے پر مشہور و معروف علاقہ اب بھی موجود ہے
چرواہے کا سفر۔ لہٰذا خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے "مقدس چرواہے"
یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا ان علاقوں میں جانا ازبس ضروری تھا
یروشلم میں جب یہودیوں نے آپؑ کے پیغام کو ٹھکرا دیا تو آپ نے فرمایا کہ
"اے یروشلم! اے یروشلم!! تو جو نبیوں کو قتل کرتا ہے اور
جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا
کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی
تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں، مگر تم نے یہ نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے
لئے ویران چھوڑا جاتا ہے، کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب مجھے پھر
ہرگز نہ دیکھو گے۔" (متی ۲۳ : ۳۷ - ۳۹) اور "میری اور
بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کو بھی لانا ضرور
ہے اور وہ میری آواز سنیں گی پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا"
(یوحنا ۱۰ : ۱۶) چنانچہ مسلمہ تواریخی ثبوت موجود ہیں کہ حضرت مسیح
یعنی مقدس چرواہا مختلف علاقوں کا سفر کرنے کے بعد کشمیر بھی پہنچے
تھے۔ کشمیر کی سرحدیں روس، چین، افغانستان اور تبت کے ساتھ ملتی
ہیں۔ یہ ملک گذشتہ تقریباً چھ سال سے الحاق کے مسئلہ پر ہندوستان
اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان تنازع کا باعث بنا ہوا ہے۔ ۔۔۔

کے ساتھ ایک چرواہے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے دکھایا گیا ہے
کھوئی ہوئی بھیڑیں - الغرض! مقدس چرواہا یعنے حضرت
مسیح نے انجیل میں اپنے متعلق فرمایا ہے کہ :-
"بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کے
پاس نہیں بھیجا گیا" [متی ۱۵: ۲۴]
قرآن پاک میں بھی اسکی تائید میں الفاظ ہیں کہ "آپ بنی اسرائیل کی طرف
رسول تھے" [۳: ۴۸]
اور یہ مشاہدہ ہے کہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تھے [لوقا ۲۲: ۳۰]
جن میں حضرت مسیح کے وقت یروشلم میں صرف دو قبیلے موجود تھے
اور باقی دس قبیلے ظالم بادشاہوں کے ظلم وستم کی تاب نہ لاکر دور
دراز کے علاقہ جات یعنی افغانستان، بلخ، بخارا، خراسان، سمرقند
تبت، صوبہ سرحد اور کشمیر میں پناہ گزین ہوئے - چنانچہ چارلس
فورا اپنی کتاب THE LOST TRIBES. میں لکھتے ہیں :-
"سر ولیم جونز، سر جان میلکولم اور گمشدہ چیمبرلین پوری
تحقیقات کرنے کے بعد اس رائے پر متفق ہیں کہ دس قبیلے افغانستان
سے ہوتے ہوئے ہندوستان اور تبت وکشمیر کے علاقہ جات میں
ہجرت کر گئے تھے" بلکہ افغانوں کے ایک قبیلہ کا نام ہی عیلے اخیل ہے
اسی طرح ڈاکٹر برنیئر بھی اپنی تحقیقات سے اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ
کشمیری لوگ بنی اسرائیل کی اولاد ہیں - ان کا لباس، خدوخال اور ان
کے رسم ورواج ثابت کرتے ہیں کہ وہ اصل میں اسرائیلی ہیں" [سفرنامہ
ڈاکٹر برنیئر جلد دوم] کشمیریوں کے معتقدات آج بھی اسرائیلی
ہیں - تخت سلیمان کوہ طور میں نام ہادی فرشتوں، ہاروت ماروت کا
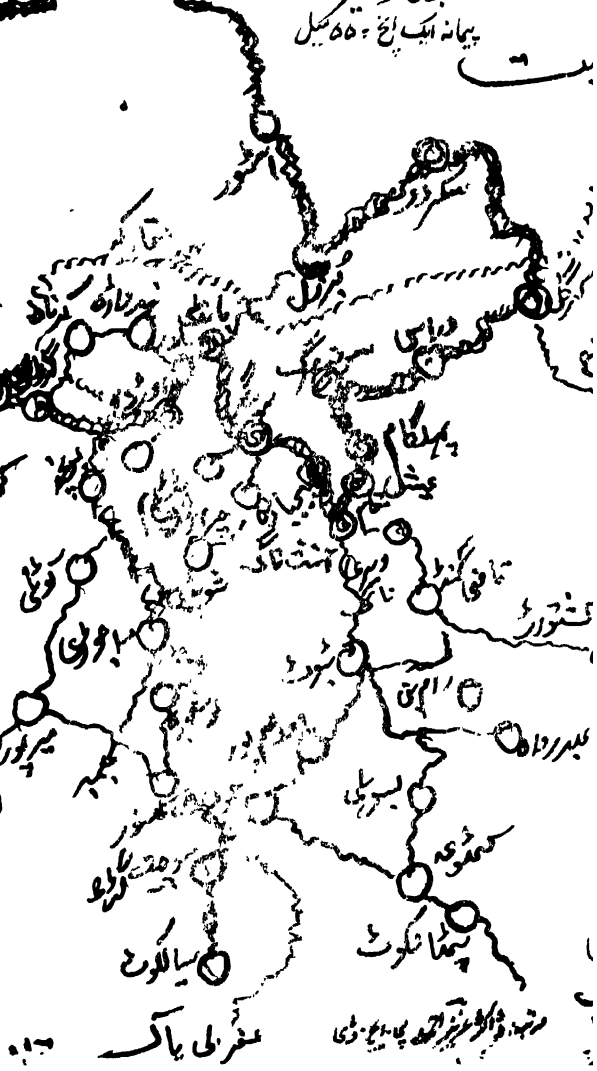
دُنیا کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔
چرواہے کا گاؤں۔ کشمیر کے پایۂ تخت سرینگر سے ۵۸ میل کے فاصلہ
پر ایک صحت بخش مقام پہلگام ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۷۰۰۰ ہزار فٹ
کی بلندی پر واقع ہے۔ موسم گرما میں دُنیا کے اطراف واکناف سے سیّاح
لوگ آکر یہاں خیموں اور ہوٹلوں میں رہتے ہیں اور زندگی کے فرحت بخش
لمحات گذارتے ہیں۔ لِدّر کے نام سے یہاں ایک برفانی ندی بہتی ہے جس
کا پانی خنک اور میٹھا ہے۔ کشمیر کے متمول لوگوں نے یہاں عالی شان بنگلے
تعمیر کیئے ہیں۔ پہلگام خاص اہمیت اور عالمگیر شہرت کا مالک ہے یہاں
سے پہاڑی راستہ روس، چین، افغانستان اور دیگر علاقہ جات کو
جاتا ہے، جو معروف ومشہور راستہ ہے۔ پہلگام کے لفظی معنی کشمیری
زبان میں "چرواہے کا گاؤں" ہیں (پہل کے معنی چرواہے کا اور گام کے
معنی گاؤں) جائے غور ہے کہ یوں تو دُنیا میں لاکھوں اور کروڑوں چرواہے
ہوں گے۔ مگر شاید ہی کسی جگہ یا علاقے کا نام کسی چرواہے کی وجہ سے
مشہور ہوا ہوگا، لیکن پہلگام کا وجود تو بیانگ دہل اور ڈنکے کی چوٹ
دُنیا والوں پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے، کہ یہاں کوئی مقدس چرواہا
آکر رہا ہے جو دُنیا بھر کے دُوسرے چرواہوں سے انوکھا، نرالا اور
خاص خصوصیت کا مالک تھا یہاں تک کہ اسکے نام پر جگہ کا نام ہی "چرواہے
کا گاؤں" یعنی "پہلگام" مشہور ہوا۔ چرواہا بھی دُنیا بھر میں مشہور ہے
اور وہ مقدس چرواہا سوائے حضرت مسیح ناصری کے اور کوئی نہ تھا
جس نے خود انجیل میں فرمایا ہے کہ "اچھا چرواہا میں ہوں"۔ [یوحنا ۱۰-۱۱]
اور جس نے یروشلم میں یہودیوں سے دُکھ وستم جھیل کر ہجرت کی اور اسرائیل
کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں چرواہا بن کر نکلے اور پہاڑی

کا مقبرہ ہے جو گوپا نند کے عہد حکومت میں کشمیر میں آیا تھا۔ یہ بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اور سب سے بڑھ کر قرآن مجید کے یہ تصدیقی الفاظ بہت اہم ہیں کہ۔ **وَجعلنا ابن مریم وامہ ایۃ واوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرارٍ و معین۔** یعنی " اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی۔ جو ہموار اور چشموں والی تھی"۔ [القرآن ۲۳ : ۵۰]

مولانا محمد علی صاحب مرحوم ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

" ربوہ چاہتا ہے کہ بلند زمین ہو۔ ذات قرار چاہتا ہے کہ ہموار ہو پہاڑ نہ نہ ہو، یا بہت پھلوں والی ہو، ذات معین چاہتا ہے کہ اس پر سطح زمین پر چشمے اور نہریں بہہ رہی ہوں۔ ان تمام صفات میں اگر کوئی یکتا قطعہ زمین ہے تو وہ کشمیر ہے۔ [بیان القرآن صفحہ ۱۳۲۴]

کشمیر ہی واحد ملک ہے جہاں بہت سے مرگ اور بل ہیں۔ مثلاً آینہ مرگ، چندن مرگ، گلمرگ، ٹنگمرگ، کھلن مرگ، تندی مرگ، زوجی مرگ، سونامرگ، یسوع مرگ، شاجی مرگ، زونا مرگ وغیرہ اور چشموں میں اچھہ بل، اسرہ بل، چھتہ بل، گاندربل، انگرگی بل، حضرت بل، کھنہ بل، ککا بل، مانسبل، ماتہ بل، سنبل، تیر بل، یسوع بل، وغیرہ مشہور ہیں۔

راستوں سے کشمیر آ گئے۔ پہلگام میں کچھ عرصہ رہے۔ یہاں تک کہ علاقے کے گاؤں کا نام "چرواہے کا گاؤں" پڑ گیا۔

چرواہے کا قیام۔ پہلگام سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی "عیش مقام" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ علاقہ سرینگر سے ۶۰ میل دور ہے اور سطح سمندر سے ۷۰۰۶ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ وہاں کے ایک شخص نے تاریخ و روایات کی بنا پر ریشی نامہ کے نام سے ایک منظوم کتاب تالیف کی ہے۔ جس میں "داستان کشتہ شدن دیو از دست بومہ ملک کہ در عہد عیسیٰ پہلوانے بود" کی معنی خیز عنوان کے تحت عیش مقام کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی گئی ہے۔ "پرانے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام عشوتش تھا اس نے اس جگہ بشان و شوکت کے ساتھ قیام کیا تھا اسی کے مکان کو عشق وڈر کہا جاتا ہے"۔ [ریشی نامہ مصنفہ مولوی مصطفیٰ بابا مرحوم] یعنی بادشاہ عشوتش کے وہاں قیام کرنے کی وجہ سے جگہ کا نام عشوش مقام پڑ گیا ہے۔ جسے بگڑ کر آج عیش مقام کہا جاتا ہے۔ عشوتش اور عیسےٰ کے نام میں بہت مطابقت ہے اور صاف ظاہر کرتا ہے کہ پہلگام سے چل کر اس مقدس چرواہے نے یہاں تھوڑے وقت کے لئے قیام فرمایا۔ اور اسی واقعہ پر اس جگہ کا نام عیش مقام مشہور ہے۔ آج کل اس جگہ حضرت زین الدین ولی رحمتہ اللہ علیہ کا روضہ ہے۔ جہاں ایک عجیب و غریب عصا بھی موجود ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بتایا جاتا ہے۔

چرواہے کی آخری آرام گاہ۔ اس مقدس چرواہے کی آخری آرام گاہ روضہ بل خانیار سرینگر بازار میں بھی موجود ہے جس کے ثبوت میں کشمیر کے قدیم تواریخ موجود ہیں۔ مغل حاکم کی ۱۱ رحمید اللہ ثنی سن ۱۱۹۴ھ کی روہ سند جس میں ایک شخص رحمان خان کو اس مقبرہ کا مجاور مشہور کیا گیا ہے۔ اس میں کچھ درج ہے کہ یہ یوز آصف نبی علیہ السلام

(ہیرو گلیفکس) یا تصویروں کی زبان کہا جاتا ہے۔ یعنی لکھنے کے حروف ابھی ایجاد ہوئے تھے۔ تصاویر کھینچ کر مطلب واضح کیا جاتا تھا۔ پس جو کتاب ان پر اتری وہ انہی کی زبان میں اسی وقت لکھی جانی چاہیئے تھی۔ اور آج بھی موجود ہونے چاہیئے تھی، تاکہ اصلی اور نقلی میں تمیز کیا جا سکتا مگر ایسا نہیں ہوا، اور یہودی خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی تعلیمات نسلاً بہ نسلاً زبانی دی جاتی تھیں اور ان کی وفات کے نو سو برس بعد پہلی مرتبہ ملک بابل کی کلدانی زبان میں ضبط تحریر میں لائی گئیں مگر آج دنیا میں کلدانی زبان جسے Cuneiform Writing کہتے ہیں جاننے والے بھی نہیں، بلکہ کلدانی زبان کے بعد کئی زبانیں آئیں اور کلدانی زبان نے ایک ہزار سال بعد یا حضرت موسےؑ کے تقریباً دو ہزار برس بعد سریانی و سریانی زبانوں میں لکھی گئیں، ظاہر ہے کہ دو ہزار برس بعد زبانی تعلیم کا کیا کچھ اصل باقی رہ سکتا ہے۔ آج ہمارے سامنے ایک لیڈر یا مقرر کوئی تقریر کرتا ہے پچاس پریس رپورٹر لکھنے والے ہوتے ہیں ان پچاسوں رپورٹروں کی تحریر و قلمبندی میں ہزاروں اختلافات موجود ہوتے ہیں۔ یہ پریس، بجلی، وائرلیس کے زمانے کا حال ہے تو چار ہزار سال قبل تو خدا ہی حافظ ہوگا، کہ خدا نے کیا کہا، حضرت موسیٰ نے کیا کہا۔ لوگوں نے کیا سمجھا۔ اور ان کی وفات کے ایک ہزار یا دو ہزار برس بعد کیا کچھ لکھا گیا۔ پس جب توریت اصل زبان میں کبھی لکھی بھی نہیں گئی اور ہزاروں سال بعد سنی سنائی باتیں کسی غیر زبان میں کسی نے ضبط تحریر میں لائیں تو وہ بھلا اصل کی نقل کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ یہی حال انجیل کا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ملک عرب کے ایک مغربی حصہ شام میں پیدا ہوئے وہیں پرورش و تعلیم پائی، اور آرامی زبان

ڈاکٹر عزیز احمد صاحب پی ایچ۔ ڈی۔

کیا موجودہ توریت و انا جیل کلام خدا ہیں؟

عیسائی لوگ مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں توریت وانجیل کو خداتعالیٰ کی جانب سے ہدایت ونور کہا گیا ہے وہ ان کتابوں کو کیوں نہیں مانتے ۔ اور قرآن چھوڑ کر کیوں ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے ۔ اس اعتراض کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے مگر یہاں بھی مختصراً عرض کیا جاتا ہے ۔

۱۔ یہ درست ہے کہ قرآن مجید نے اگلے پیغمبروں اور اُن کی کتابوں کی تصدیق کی اُن کے متعلق غلط فہمیوں کو رفع کیا۔ اُن میں جو اختلافات پائے جاتے تھے اُنہیں دلائل وبراہین سے حل کیا۔ توریت وانجیل کو خدا کی جانب سے ہدایت و نور ضرور کہا، مگر کس کی توریت وانجیل کو؟ اُن توریت وانجیل کو جو اب موجودہ صورت میں یہودیوں اور نصرانیوں کے پاس ہیں یا جو حضرت موسیٰ وحضرت عیسےٰ ؑ پر اتریں؟ یقیناً قرآن نے کبھی بھی اُن توریت وانجیل کو خدا کی جانب سے ہدایت نہیں سمجھا نہ کہا جو اب یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہیں، بلکہ جہاں کہیں بھی توریت وانجیل کا ذکر آیا ہے، وہاں اُن سے مراد وہ صحیفے لیے گئے ہیں جو حضرت موسےٰ ؑ وحضرت عیسےٰ ؑ پر اترے اور جو اس وقت دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہیں، اس پر ہمارے دلائل یہ ہیں :۔

۲۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام مصری تھے اور آج سے چار ہزار سال پہلے کی وہ مصری زبان بولتے تھے۔ جیسے آجکل HIEROGLAPHICS

حضرت مسیح بولتے تھے) نہیں بولی گئی - پھر بھلا یونانی زبان (جو ہمیشہ سے قطعی ایک غیر ملک کی زبان ہے) میں اصل انجیل کہاں سے آگئی ؟ یہ تو عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں ایک رشی ہوا ہو اور ناروے کی زبان میں پہلی مرتبہ اُس کا الہامی کلام لکھا جائے اور کہا جائے کہ یہ ہندوستان کے صرف سنسکرت بولنے اور سمجھنے والے کا ناروی زبان میں کلام ہے کون معقول آدمی بھلا اس مضحکہ خیز بات کو تسلیم کریگا ؟ پھر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یونانی زبان میں حضرت مسیح کی اصل انجیل موجود ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ انجیل کہاں ہے ؟ ہمیں تو صرف ایک صفحہ کسی چمڑے پر لکھا ہوا دکھایا جاتا ہے اسکی گمان ہے کہ یہ چمڑہ واقعی آج سے 1492 سال قبل کا ہے کس نے اسے لکھا ؟ یہ بھی پتہ نہیں باقی کتاب کہاں گئی ؟ یہ بھی علم نہیں ؟ ہمیشہ سے دنیا کے مصنفین کا طریقہ رہا ہے کہ سنہ یا تو کتاب کے پہلے یا آخری صفحہ پر دیا جاتا ہے ۔ کبھی بھی آج تک دنیا میں کسی نے نہ ایسی کتاب دیکھی نہ لکھی گئی جس کے ہر صفحہ کے نیچے سنہ دیا ہوا ہو - معاف کیجئے صاحب ! ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی من چلے نے کسی نہایت بوسیدہ پیلا سے یونانی زبان میں موجودہ انجیل کا کہیں درمیان سے ایک ورق لکھ لیا - اور اس کے نیچے آج سے ۱۴۹۲ سال قبل کا ایک فرضی سنہ ڈالا کر مشہور کر دیا کہ اُس کے پاس قدیم ترین انجیل کے نسخے کا ایک ورق ہے اور اس طرح روس کی حکومت اور برٹش فارن بائیبل سوسائٹی سے اچھی خاصی رقم اینٹھ لی -

بالفرض اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ چمڑے پر یہ ورق یونانی انجیل کا ہے اور آج سے ڈیڑھ ہزار سال پرانا ہے تو بھی ہمارا اعتراض بدستور رہتا ہے کہ اول تو ایک صفحہ ساری کتاب کی اصلیت کو ثابت نہیں کر سکتا - دوم سب سے بڑی بات یہ کہ یہ صفحہ یونانی زبان میں ہے جو نہ تو حضرت عیسیٰ نہ

([illegible])

بولتے تھے، یقیناً انجیل اُن کی اپنی مادری زبان آرامی میں آتی۔ اُن کے بارہ حواری بھی آرامی تھے۔ جو آرامی زبان بولتے تھے، اگر وہ انجیل کو قلمبند کرتے تو آرامی زبان میں کرتے مگر ایسا کبھی نہ ہوا، اور آج دنیا میں انجیل کے قدیم ترین نسخے کا صرف ایک صفحہ جو موجود ہے جسے برٹش فارن بائبل سوسائٹی نے کئی لاکھ پونڈ میں روس کے کسی عجائب گھر سے خریدا ہے اور جو کسی جانور کے چمڑے پر لکھا ہوا بتایا جاتا ہے، وہ یونانی زبان میں ہے۔ یہ انجیل میں سے کوئی درمیانی ورق ہے، اور اس کے نیچے تاریخ تحریر ۳۵۰ء عیسوی درج ہے۔ برٹش فارن بائبل سوسائٹی نے اسے بڑے طمطراق سے چھاپ کر دنیا کو بتایا ہے کہ یہ اصل انجیل کا ایک ورق ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ پرانا کوئی نسخہ نہیں اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انجیل اصل ہے۔ مسلمان جو کہتے ہیں کہ موجودہ انجیل میں تحریف کی گئی ہے یہ غلط بات ہے وغیرہ وغیرہ۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ جاہلوں کی آنکھوں میں دھول ڈال سکتے ہیں بصیرت والوں کو دھوکہ نہیں دے سکتے کاش کہ وہ اپنے ضمیر کو لمبی غلط فہمیوں میں مبتلا نہ رکھیں اور جھوٹ و فریب سے باز آئیں۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اصل انجیل آرامی زبان میں ہی ہو سکتی تھی۔ اگر حضرت مسیح کے حواریوں نے بھی اُسے لکھا ہوتا تب بھی آرامی زبان میں ہوتی اگر ان حواریوں کے تابعین جو اُن کے بعد ہوئے یا تبع تابعین جو اُن کے بھی بعد ہوئے نے انجیل کو لکھا ہوتا تب بھی آرامی زبان میں ہوتی کیونکہ ان سب کی زبان آرامی تھی اور تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ آرامی زبان حضرت مسیح کے دو اڑھائی سو سال بعد تک بولی جاتی رہی۔ اس کے بعد سریانی زبان ہوئی مگر انجیل کا کوئی نسخہ سریانی زبان میں نہ ملا۔ یونانی زبان کبھی بھی ملک آرام یا فلسطین میں دہاں

ہوکے یا ان کے حواریوں۔ نہ اُن حواریوں کے تابعین اور نہ اُن تابعین کے متبع تابعین کی زبان تھی اور اب تک کسی بنی کو صحیفہ بدوں اُس کی مادری زبان کے نہیں دیا گیا۔ تو پھر یہ اصل انجیل نہ ہوئی بلکہ اصل انجیل کا عشر عشیر بھی نہیں کیونکہ وہ تو آرامی زبان میں اُتری ہوگی۔ اور چمڑے کا صفحہ ایک غیر ملکی یونانی زبان میں ہے۔ اور وہ سُنے سُنائے قصوں کی بناء پر حضرت مسیح کے پونے پانچ سو برس بعد لکھا گیا۔ جس کی صحت کے متعلق ابھی ثبوت درکار ہیں۔

۴۔ یہ تو خارجی شہادت ہے اب داخلی شہادت کو دیکھئے۔ انجیل ایک نہیں بلکہ چار ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ایک انجیل اُتری۔ عیسائی بھی مانتے ہیں کہ دراصل انجیل ایک ہی ہے۔ پھر یہ چار انجیلیں کہاں سے آگئیں۔ اگر ان چاروں کے مضامین اور مطالب علیحدہ علیحدہ ہوتے تو ہم مانتے کہ واقعی انجیلیں چار ہی ہونگی۔ یا ایک انجیل کو چار حصوں میں منقسم کرکے لکھ دیا گیا ہے۔ مگر یہاں تو تماشہ یہ ہے کہ چاروں انجیلوں کے مضامین مطالب ایک ہی ہیں صرف طرز تحریر، عبارت اور واقعات کا کہیں کہیں اختلاف یا کمی یا بیشی کا فرق ہے اگر یہ چاروں اصل میں ایک ہیں اور خدا کا کلام ہیں تو عجیب خدا ہے کہ ایک ہی سے مضامین کی کتابیں ہم عصر و ہم مرشد چار پیغمبروں پر اُتارتا ہے کیونکہ خدا کی وحی صرف پیغمبروں پر ہی ہوتی ہے کیا ایک ہی کتاب کافی نہ تھی؟ اگر ایک ہی مضامین اور ایک ہی کتاب ہے تو عبارت اور طرز بیان میں اس قدر اختلافات کیوں موجود ہیں؟ کیونکہ خدا کے کلام میں اس قسم کے زبردست اختلافات بلحاظِ مضامین و بلحاظ انشا نہیں ہو سکتے۔ متی، لوقا، مرقس اور یوحنا، چاروں انجیلوں کے پڑھنے سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔

۵۔ کیا انجیل حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اُتری یا اُن کے مریدوں پر؟ قرآن بھی کہتا ہے اور عیسائی بھی مانتے ہیں کہ انجیل حضرت عیسٰیؑ پر اُتری تو پھر

از حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ

وفاتِ مسیح ناصریؑ

ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر
اسکے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

عہدِ شد از کردگارِ بے چگوں
غور کن در انہم لا یرجعون

اے عزیزو سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

یہ تو رستہ ہے کہ نہیں پیارو امکاں
چل بسے سب انبیا و راستاں

کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفار ہے

کیوں بنایا ابنِ مریم کو خدا
سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا

کیوں بنایا اس کو باشانِ کبیر
غیب دان و خالق و حی و قدیر

مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اس پر قضا

ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدادانی پہ تیرے مرحبا!

مولوی صاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟

کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا
جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں
الاماں ایسے گماں سے الاماں!!

پکڑا جانا، مقدمہ کا چلنا اور اُن کا صلیب پر لٹکایا جانا وغیرہ درج ہیں۔ جملہ
انجیلوں میں ان مضامین کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص کی
زندگی کا تذکرہ اس قدر وضاحت سے لکھنا خدا تعالیٰ کا کام نہیں بلکہ اُس کے
کسی عقیدت مند کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اگر انجیل خدا کا کلام ہوتی اور کسی
بھی شخص پر اُتری ہوتی تو اس میں خدا تعالیٰ کی جانب سے ہدایات، احکام
وعید اور زیادہ سے زیادہ کسی شخص یا اشخاص کی زندگی میں سے چند
مثال سمجھانے کے طور پر دئیے جاتے، مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے
اس واسطے ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ پر خدا کی جانب سے ایک کتاب انجیل
ضرور اُتری مگر نہ وہ کبھی دنیا میں لکھی گئی نہ کہیں موجود ہے۔ اس کتاب میں
سے ہدایات کی چند باتیں حضرت مسیح کے مریدوں نے نسلاً بہ نسلاً یاد رکھیں
موجودہ انجیلوں میں (حضرت مسیح کی زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح
کی زبانی نہ کہ خدا کی زبانی) وہ چند باتیں ضمناً لکھ دیں۔

(ب) توریت کا بھی یہی حال ہے۔ موجودہ حالت میں توریت کی پانچ کتابیں
پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثنا ہیں۔ کتاب پیدائش میں حضرت آدم
سے لیکر حضرت موسیٰؑ تک تمام پیغمبروں اور ان کی اولادوں کی زندگی کے حالات
مختصراً بیان کیے گئے ہیں، اُن کے شجرے نسب دیے گئے ہیں اور بعض بعض
ایسے شرمناک واقعات بیان کیے گئے ہیں کہ ہمارا قلم انہیں نقل کرتے ہوئے
بھی لرزتا ہے۔ کتاب خروج میں حضرت موسیٰؑ کی پیدائش، لڑکپن، جوانی
فرعون سے مقابلے اور آخر اپنی قوم اسرائیل کو مصر سے نکال لے بھاگنے کے
واقعات درج ہیں۔ کتب احبار اور گنتی میں ان چند احکام اور ہدایات
کا تذکرہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کو خدا تعالیٰ نے دیے تھے، اور پھر صفحات کے
صفحات یعنی ان دونوں کتابوں کا بیشتر حصہ محض اس بات سے بھرا پڑا

حضرتِ عیسیٰ کی انجیل کہاں ہے؟ کیونکہ موجودہ انجیلیں تو اُن کے حواریوں کے
نام سے منسوب ہیں۔ متی، لوقا، مرقس اور یوحنا کی انجیلیں وہ انجیل نہیں
ہو سکتیں جو حضرتِ عیسےٰ پر اُتری۔ اِس لیے کہ وحی صرف پیغمبر پر اُترا
کرتی ہے، پیغمبر پر ایمان لانے والوں پر نہیں اُترا کرتی ہے جب تک کہ
اُنہیں مقامِ نبوت نہ دیا جائے اور مقامِ نبوت دینے سے برابری پیدا
ہو جاتی ہے۔ سب پیغمبر نبوت کے مرتبہ کے لحاظ سے برابر ہیں اگر یہ کہیں کہ
ان چاروں حواریوں پر وحی اُتری اس لیے چاروں کا کلام خدا کا ہے تو
ماننا پڑے گا کہ یہ چاروں پیغمبر تھے، اگر پیغمبر تھے تو حضرتِ عیسےٰ کے برابر
اور ہم مرتبہ تھے۔ عیسائیت اُنہیں یہ مقام دینے کو ہرگز تیار نہیں۔ پس
جب یہ صورت ہو تو وہ نبی نہ ہوئے اور اگر نبی نہیں تو اُن کا کلام وحی اور
خدا کی جانب سے نہیں بلکہ اپنا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ چاروں
انجیلیں صاف انسان کا کلام ہیں۔

۶۔ یہ تو ثابت ہے کہ موجودہ چاروں انجیلیں حضرتِ مسیح کے چار مریدوں
کی ہیں اُنہی کے نام پر منسوب ہیں۔ اور ایک انجیل بھی ایسی نہیں جو حضرتِ عیسیٰ
کے نام پر منسوب ہو، چونکہ یہ چاروں حواری محض مرید یا شاگرد تھے
مقامِ نبوت پر نہیں تھے نہ آپ نے ان انجیلوں میں کہیں اپنے متعلق وحی کا
دعویٰ کیا ہے جس سے اُن کی نبوت ثابت ہو اس لئے چاروں انجیلیں اُن کے
بیان و کلام کہی جا سکتی ہیں۔ آپ چاروں اناجیل کو پڑھ جائیں شروع سے
اخیر تک ہر انجیل حضرتِ مسیح کی سوانح حیات ہے۔ اُن کا شجرۂ نسب، پیدائش،
لڑکپن، مریدی، جابجا مختلف دریاؤں اور شہروں میں اُن کا جانا، لوگوں کو
نیکی کی تلقین کرنا، اور اپنے معجزات دکھلانا، یہودیوں اور فریسیوں سے اُن
کے جھگڑے، حضرتِ مسیح کا اُنہیں گالیاں دینا، آخیر پر حضرتِ مسیح

ہے کہ عبادت کا خیمہ کس کپڑے کا ہونا چاہیئے، اُس کی لمبائی، چوڑائی
اونچائی کیا ہو، اس کی رسیاں کیسی ہوں، میخیں کیسی ہوں، اس کے اندر
میز اور صندوق کس قسم کا ہو، صندوق کس لکڑی کا، رنگ روغن، قد و
قامت کا ہو۔ جانوروں کی قربانی کا چبوترہ کیسا ہو، وغیرہ وغیرہ اور کتاب
استثنا میں حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو لے کر جنگلوں میں بھٹکتے رہنا، مختلف
جگہوں پر ٹھہرنا، قبائل میں منقسم ہونا، اور حضرت موسیٰؑ کی وفات وغیرہ
وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے گویا توریت کی ان پانچوں کتابوں میں شروع سے آخیر تک
حضرت موسیٰؑ کے جد امجد اور ان کے شجرہ نسب، واقعات زندگی، اور
حضرت موسیٰؑ کی اپنی سوانح حیات سے بھرپور ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح
کہ آج کل بھی بڑے آدمیوں کی سوانح عمریاں موجود ہوتے ہیں بنصائح کے پانچ
دس صفحات کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ شائبہ تک نہیں گذرتا کہ حضرت
موسیٰؑ اور ان کے بزرگوں کی سوانح حیات کے سوا ان کتب میں کوئی اور
چیز بھی موجود ہے وہ پانچ دس صفحات بھی حضرت موسیٰؑ کی زبانی ہیں
اور ان کی زبانی سنتے ہوئے کسی شخص نے جیسا کہ پہلے یہ تذکرے لکھے
ہیں اس تذکرہ کا بھی ذکر کر دیا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو یہ یہ حکم
دیئے تھے (جو احکام خداوند نے کوہ سینا پر بنی اسرائیل کے لئے
موسیٰؑ کو دیئے تھے وہ یہی ہیں ..... احبار باب ۲۷ آیت ۳۴
جو احکام اور فیصلے خداوند نے موسیٰ کی معرفت موآب کے میدانوں میں
جو یرحو کے مقابل یردن کے کنارے واقع ہیں بنی اسرائیل کو دیئے تھے
وہ یہی ہیں ..... کتاب گنتی باب ۳۶ آیت ۱۳) اور اس آیت سے بھی
ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کی ایک نامعلوم مدت کے
بعد ان کی زندگی کا یہ تذکرہ لکھا گیا جسے موجودہ توریت کہتے ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ جو توریت و انجیل حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ پر اتریں وہ خدا کی جانب سے ہدایت و نور تھیں مگر وہ آج دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہیں، بلکہ وہ کبھی نہیں لکھی گئیں، ہاں اُنہی مقدس کتابوں کے نام پر یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے اپنے انبیاء کی زندگیوں کے تذکرہ لکھے ہیں۔ اور یہ کس قدر عجیب ظلم ہے کہ اُن زندگیوں کے تذکروں کو مقدس کتابوں کا نام دیکر خود اور دوسروں کو دھوکہ میں ڈالا جاتا ہے۔ بالفرض محال اگر یہ تذکرے خدا کا کلام بھی ہوتے تب بھی آخری شریعت آجانے کے بعد یہ منسوخ قرار دیئے جا چکے تھے اور ان کا نور سلب ہو چکا تھا جس طرح کسی قانون پر جب کوئی نئی کتاب آتی ہے تو پہلی کتاب متروک قرار دے دی جاتی ہے۔ نیا قانون پہلے قانون کو بدل دیتا ہے۔ یہ روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے اگر کوئی پچھلے قانون پر اڑا رہے اور نئے نافذ شدہ قانون کو نہ مانے تو اسے باغی قرار دیا جاتا ہے اور باغی کی سزا عبرتناک ہوتی ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی شریعت نے حضرت نوحؑ کی شریعت کو منسوخ کیا حضرت موسیٰؑ کی شریعت نے حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کو منسوخ کیا، اسی طرح حضرت محمدؐ کی شریعت نے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو منسوخ کیا۔ اب جو اس کا پابند رہے گا اور جدید خدائی قانون شریعت محمدیؐ پر نہیں چلے گا وہ باغی ہوگا اور اس کا حشر بھی باغیوں جیسا ہوگا۔ انجیل اور دیگر حوالہ جات سے ثابت ہے کہ یہ سنی سنائی باتیں یا تصنیف کسی اور معروف شخص نے فلاں کرکے حضرت یسوعؑ کے حواریوں کے نام منسوب کی تھیں۔ یہ حوالہ جات نہایت مشہور و معروف عیسائی پادریوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں:-

(۲) "چونکہ بہتوں نے اس بات پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انھوں نے جو

اپنے حلقہ کے بانی متی یا مرقس یا لوقا یا یوحنا کی طرف ہی منسوب کیا۔ اور ایسا منسوب کرنا ان کے لیے ضروری تھا کہ اُن کی کتاب کو AUTHENTICITY حاصل ہو اور پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ واقعات کسی معمولی آدمی کے نہیں بلکہ فلاں حلقہ کے بانی متی یا مرقس یا لوقا یا یوحنا کے بیان کردہ ہیں اور ان کی صحت میں شک نہیں کیونکہ وُہ حضرت مسیح کے حواری اور اُن کے ہمعصر تھے پس رفتہ رفتہ یہ کُتب اُنہی یا نبیوں کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ اسی طرح برناس (جو حضرت مسیح کے چیلے تھے) کے مریدوں نے بھی حضرت مسیح کے واقعات زندگی اور تعلیمات پر ایک انجیل لکھی، چونکہ اُن کا حلقہ تعداد میں کم اور شہرت میں زیادہ نہ تھا اور انھوں نے اپنی انجیل میں اُن چند پیش گوئیوں کا بھی تذکرہ کیا جو حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنے مابعد، آخری اور سب انبیاء کے سرتاج محمد رسول اللہ کے بارہ میں فرمائی تھیں۔ اس لیے جب عیسائی پوپوں نے انجیلوں کو کانٹ چھانٹ کر بائیبل میں شامل کیا تو برناس کی انجیل کو مسترد کر دیا مگر آج برناس کی انجیل علیحدہ چھپ چکی ہے (جس کی ایک کاپی راقم کے پاس بھی موجود ہے) جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہ کون و مکان نبی آخرالزمان کے متعلق واضح پیشین گوئیاں جا بجا موجود ہیں۔ یہ انجیل بھی عیسائیوں نے ہی چھپائی ہے مگر وہ عیسائی خدا کو واحد مانتے ہیں اور حضرت مسیح کو ایک پیغمبر مانتے ہیں۔ انہی بنیادی اختلافات کی بناء پر برناس کی مستند انجیل کو بائیبل میں شامل نہیں کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دو نہیں، ہزاروں انجیلیں ابتداء میں تھیں، جو سب ایک دوسرے سے مختلف تھیں چونکہ ان کے مریدوں کی تعداد میں بہت کم تھے اس لیے وہ بائیبل میں شامل نہیں کی گئیں۔

ہم قرآن مجید کے ایک ایک ثبوت پر انشاء اللہ سر تسلیم خم کرتے ہیں

انگلستان کے زمانے میں پادریوں نے یکے بعد دیگرے کئی انجیلیں تیار کیں اور پہلی اناجیل میں بادشاہوں کی مرضی کے مطابق ترمیمیں اور درستیاں کرتے رہے۔ بالآخر موجودہ انجیل شاہ جیمس اول نے بڑی کتر و بیونت کے بعد (جبکہ ہیمپٹن کورٹ میں انگلستان بھر کے پادری کام کرتے رہے) موجودہ منظور شدہ اناجیل ۱۶۱۱ء میں شائع کیں جو ظاہر ہے کہ اصل کا کیا کچھ بقایا رہ گیا ہوگا۔

(ج) کیمبرج یونیورسٹی کا پروفیسر ڈمیلو (DUMMELO) اپنی کتاب شرح بائبل (COMMENTORY ON HOLY BIBLE) باب ۱۷ میں کہتا ہے۔ کہ نئے عہد نامہ (اناجیل) کے تقریباً چار ہزار (مختلف) نسخے یونانی میں موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا مطالعہ کس قدر دشوار ہوگا۔

(د) ٹکر اپنی کتاب "موجودہ علم کی روشنی میں عیسائیوں کی تاریخ HISTORY OF CHRISTIONS IN THE LIGHT OF MODERN KNOWLE-DGE) کے صفحہ ۲۵۶ تا ۲۷۷ پر کہتا ہے "پس اناجیل قوم کی عملی ضروریات کو مدنظر رکھ کر لکھی گئیں۔ اگرچہ اُن میں کہاوتی مواد درج کیا گیا، مگر لکھنے والے نے اُسے بدل ڈالنے یا اُس میں اضافہ کرنے میں ذرا بھر تامل نہ کیا اور اگر نویسندہ کی خواہش کے خلاف کچھ ہوا تو اُس نے اُسے بالکل ہی حذف کر دیا۔

(ہ) یوسیبیس (EUSEBIUS) اپنی کتاب (EC. LES-TESTICAL) جلد سوم باب ۳۹ صفحہ ۱۶۲ میں مرقس کے متعلق کہتا ہے کہ حضرت مسیح کی باتوں اور کاموں کے متعلق جو کچھ اُسے یاد تھا اُس نے ٹھیک لکھ دیا، مگر بلا ترتیب، کیونکہ نہ وہ کبھی مسیح کے ساتھ تھا نہ اُس نے اُنسے سُنا۔ (۹) مذکورہ کتاب میں پاپیس (PAPIOS) کہتا ہے کہ متی نے عبرانی

شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیوفلس میں نے مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے ان کو ترتیب سے تیرے لئے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے....

یہودیوں کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ابیاہ کے فریق میں سے زکریا نام ایک کاہن تھا اور اُسکی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی ..... الخ

(لوقا ، باب ۱ آیت ۱ تا ۵)

(ب) انجیل کا قدیم ترین نسخہ جسے ALPHA (الفا) کہتے ہیں اور ٹشن ڈرف (TISCHENDROFE) نے ۱۸۵۹ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ چوتھی صدی عیسوی کا بتایا جاتا ہے۔ دوسرا نسخہ کوڈیکس الیگزنڈرینس (CODEX ALEXANDRINUS) جسے سرل لیوکر (CYRIL LAKER) نے ۱۶۲۱ء میں پیش کیا۔ پانچویں صدی عیسوی کا بتایا جاتا ہے اور تیسرا نسخہ کوڈیکس ویٹیکانس (CODEX VATICANUS) ہے، جسے چوتھی صدی کا بتایا ہے دوسرے نسخے اور بھی ہیں مگر یہ سب کے سب نامکمل اور زبان و مواد میں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔ اور انہی نسخوں سے موجودہ اناجیل تیار ہوتی ہیں۔ اگر انجیل کوئی الہامی کتاب محفوظ کی گئی ہوتی تو یہ سب قدیم ترین نسخے ایک دوسرے سے اس قدر مختلف کیوں ہوتے؟ موجودہ انجیل یونانی زبان سے پہلی مرتبہ کارڈینل سیمنز (CORDINAL SCIMEMES) کے زیر اہتمام چند پادریوں نے مل کر ۱۵۱۴ء میں شائع کی۔ سٹیفنس (STEPHENAS) نے ۱۵۵۱ء میں ایک بالکل دوسری انجیل شائع کی۔ سٹیفنس (STEPHEN) نے ۱۵۵۱ء میں موجودہ انجیل کو ترتیب دیا۔ ۱۵۵۷ء اور ۱۶۲۴ء میں یہ شائع ہوئی۔ ہنری ہشتم، ملکہ الزبتھ اور جیمس اول شاہان

(ظ) پادری جے۔ڈبلیو ڈونالڈسن (DONALDSON) اپنی کتاب عیسائی تعلیم (CHRISTIAN ORTHODOXY) کے صفحہ ۱۵۶ پر کہتے ہیں۔ کہ اس ابدی علم (یعنی اناجیل) کی تشریح یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ اتنا ہی بے بُنیاد ہے جتناکہ خواب کے تانے بانے۔ عہد نامہ جدید کا الہامی ہونا ایک وہم مذہبی ہے۔ اور تاریخی اہمیت اس میں کوئی نہیں۔

(ی) ولیم گریگ اپنی کتاب "مذہب عیسائیت" (CREED OF CHRIS-TENDOM) میں کہتے ہیں کہ اناجیل کہیں بھی اپنے الہامی ہونے کے بارہ میں نہ کوئی تصدیق کرتی ہیں اور نہ ہی کہیں ذرہ بھر بھی اشارہ دیتی ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسی خوبی ہوتی تو یقیناً یہ اُسے پیش کرتیں اور نہ مابعد (حواریوں) رسولوں کی تحریرات ان کے بارہ میں کوئی تصدیق دیتی ہیں۔

زبان میں باتوں کو جمع کیا اور جیسا اُس کے جی میں آیا اُن کی تشریح بھی ساتھ ساتھ خود ہی ملاتا گیا۔ پروفیسر واتیس (WEISS) بھی کہتا ہے کہ متی اصل نہیں ہے بلکہ دیگر ذرائع سے اُسنے باتوں کو جمع کیا ہے۔ پروفیسر ڈمیلو اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ 62 پر کہتا ہے کہ "یہ ناممکن ہے کہ متی نے یہ انجیل خود لکھی ہو کیونکہ واقعات کے بارہ میں وہ اپنا کوئی تذکرہ نہیں کرتا بلکہ اِدھر اُدھر سے باتوں کو سنکر جمع کرکے پیش کرتا ہے۔"

(ص) متی کا یہ حال ہے کہ وہ حضرت مسیح کے ساتھ کبھی بھی نہیں رہا اور نہ اُسنے پہلی انجیل لکھی۔ دوسری اناجیل کی یہ کیفیت ہے کہ نہ پطرس نے مرقس کو عیسائی کیا تھا نہ مرقس نے انجیل لکھی، مگر پطرس وہ شخص ہے جب حضرت عیسیٰ پکڑے گئے تو مرتد ہو گیا اور قسمیں کھا کھا کر اُن کی بیعت اور ارادت سے انکار کر دیا۔ تیسرا انجیل لکھنے والا لوقا علاقہ انطاکیہ (ANTIOCH) کا باشندہ ہے۔ اور پولس نے اُسے عیسائی بنایا۔ پولس نے حضرت مسیح پر اس قدر افتراء اور جھوٹ باندھا کہ جس کی کوئی حد نہیں اور اُس کا مقولہ تھا کہ اگر فریب، جھوٹ اور دغا سے حضرت مسیح کو خدا مشہور کرکے لوگوں کو عیسائی بنایا جا سکتا ہے تو اس میں کوئی ہرج نہیں۔ لطف یہ ہے کہ لوقا اور مرقس نے کبھی بھی نہ حضرت مسیح کو دیکھا نہ سُنا نہ ملے۔ یوحنا کے بارہ میں آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا وہ کون تھا کہاں سے آیا اور اُسنے کیسے انجیل لکھی۔

(ح) ورنل (WERNLE) اپنی کتاب ابتدائے عیسائیت (BEGINNING OF CHRISTANITY) جلد دوم صفحہ 262 پر چوتھی انجیل کے بارہ میں کہتا ہے کہ پولس نے اپنی تعلیمات کو مسیح کی تعلیمات میں مدغم کر دیا۔ اور اس کی اہمیت اس قدر ہے کہ یہ پولس کی تعلیمات کو مسیح کی تعلیمات ثابت کرتی ہے۔ اور اس سے اس کا لغو پن اور خطرناک ہونا ثابت ہے۔

دینے لگا کہ وہ حیران ہو کر کہنے لگے اس میں یہ حکمت اور معجزے کہاں سے آئے؟ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اسکی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ اس میں کہاں سے آیا؟ اور انھوں نے اس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔ مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ اور اس نے اُن کی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں بہت معجزے نہ دکھائے

(متی باب ۱۳ آیت ۵۴ تا ۵۸)

۶۔ کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی نہیں ہے؟ اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں؟ پس انھوں نے اس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔ یسوع نے اُن سے کہا۔ نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا۔

(مرقس باب ۶ آیت ۳ تا ۵)

نوٹ تشریح:۔ مذکورہ آیات سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت مسیح کی سوانح حیات لکھنے والے نے (جو متی حواری کے مریدوں کی اولاد میں سے کوئی تھا) حضرت مسیح کو ابن داؤد اولاً لکھا، حالانکہ خود ہی آگے چل کر حضرت مسیح اور حضرت داؤد میں اٹھائیس پشتوں کا فاصلہ بتاتا ہے۔ حضرت مسیح حضرت داؤد کی نسل ہی سے بے شک تھے، مگر ان کے لڑکے نہ تھے۔ یہ فریب اس لئے کھیلا گیا ہے کہ حضرت یعقوب نے ایک ایسے مبشر اور عظیم الشان پیغمبر کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی جو صرف بنی اسرائیل کے قبیلوں کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس کی دعوت تمام قوموں، ملکوں اور

از ڈاکٹر عزیز احمد قریشی ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔

حضرت مسیح کی بشریت اور ابن مریم کہلانیکی وجہ؟

۱۔ یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ (متی ب ۱ آیت ۱)

۲۔ ابراہام سے اضحاق (اسحاق) پیدا ہوا۔ اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ ...... الخ اور عوبید سے یسّی پیدا ہوا۔ اور یسّی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا۔ اور داؤد سے سلیمان اُس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی...... الخ اور الیہود سے الیعزر پیدا ہوا۱۱ اور الیعزر سے متّان پیدا ہوا۱۱ اور متّان سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔ (متی ب ۱ آیت ۲ تا ۱۶ سے ماخوذ کیا گیا)

۳۔ پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد سے لے کر چودہ ۱۴ پشتیں ہوئیں اور داؤد سے لے کر گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں اور گرفتار ہو کر بابل جانے سے مسیح تک چودہ ۱۴ پشتیں ہوئیں۔

(متی باب ۱ آیت ۱۷)

۴۔ جب وہ (مسیح) بھیڑ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اُس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اُس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اُس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرا بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ (متی باب ۱۲ آیت ۴۶)

۵۔ جب یسوع یہ تمثیلیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا کہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور اپنے وطن میں آکر اُن کے عبادت خانہ میں اُن کو ایسی تعلیم

سوائے حضرتِ محمدؐ رسول اللہ کے کسی اور پر منطبق نہیں ہوتے۔
دوم یہ کہ ایک طرف تو حضرتِ مسیح کو خدا کہا جاتا ہے کہ وہ تین میں سے تیسرا خدا ہے اور مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے کہ حضرتِ مسیح نہ صرف حضرتِ اسحاق کی پشت میں سے تھے بلکہ اُن کا ایک باپ یوسف بڑھئی بھی بتایا جاتا ہے۔ یہ یوسف کوئی خدا نہیں وہی شخص ہے جو حضرتِ مریم کا شوہر ہے۔ حضرتِ مسیح حضرتِ مریم کے بیٹے بتلائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یوسف سے نکاح ہوچکنے کے بعد حضرتِ مریم کے بطن سے حضرتِ مسیح پیدا ہوئے تھے۔ ہر دانشمند شخص اب اس سے یہی اندازہ لگاتے گا کہ حضرتِ مسیح یوسف کے نطفہ سے تھے اگر اُن کے نطفہ سے نہیں تھے تو کس کے نطفہ سے تھے؟ یہاں عیسائیت نے ایک دلچسپ واقع گھڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نکاح ہوچکنے کے بعد مریم کو ابھی اُن کے شوہر نے ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ روح المقدس (فرشتہ) کے تجلّی ڈالنے سے حضرتِ مریم حاملہ ہوگئیں، چونکہ ایک فرشتہ کے تجلّی ڈالنے سے وُہ حاملہ ہوئیں اس لیئے وُہ بچہ انسان نہ تھا، بلکہ خدا تھا جسنے حضرتِ مریم کے شکم میں قرار پکڑ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ بیٹا باپ کے نام سے منسوب نہیں بلکہ ماں کے نام سے منسوب ہو کر ابنِ مریم کہلاتا ہے نیز کہ دُنیا میں کوئی شخص ماں کے نام پر منسوب نہیں ہوتا۔ نسل باپ سے ہی چلا کرتی ہے۔ حضرتِ مسیح کا ابنِ مریم کہلانا ثابت کرتا ہے کہ اُن کا باپ نہیں تھا، صرف ماں تھی۔ اور وُہ واحد خدا پیدا ہوا تھا۔ ایک دفعہ ایک عیسائی مشنری نے اس پر تھے عجیب غریب دلیل یہ دی کہ خدا تعالیٰ انسانوں کو تین ہی طریقوں پر پیدا کرسکتا تھا۔ اول بلا ماں باپ اور اسکی مثال حضرتِ آدم ہیں۔ دوم بلا باپ اور اسکی مثال حضرتِ مسیح ہیں

زمانوں کے لیئے ہوگی اور جس کے آنے پر بنی اسرائیل سے تخت حکومت چھین لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ پیغمبر سوائے حضرت محمد رسول اللہ کے کوئی دوسرا آدمی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ کے سوا کسی نبی نے دنیا کی تمام قوموں کو وحدتِ حق کے لیئے نہیں پکارا، تمام ملکوں اور زمانوں کے لیئے اُن کے سوا کسی اور نبی نے نبوت کا دعوٰے نہیں کیا۔ آپ کی آمد پر بنی اسرائیل کی طاقت و سطوت اور حکومت کا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ ہوگیا۔ متی انجیل میں حضرت مسیح کو داوٗد علیہ السلام کا بیٹا اس لیے لکھا گیا ہے کہ دنیا کو دکھایا جائے کہ حضرت یعقوبؑ کی پیشین گوئی حضرت مسیح کے لیئے ہی تھی۔ اور حضرت مسیح ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں، حالانکہ حضرت مسیح سوائے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے اور کسی دوسری قوم کے لیئے نہیں آئے نہ کبھی اُنھوں نے ایسا دعوٰے کیا اور یہودیوں سے سلطنت چھیننا تو کجا اُلٹا اُن کے ہاتھوں کوڑے کھائے اور اُن کی ٹھوکریں اپنے اُوپر لے کر اُن کے ہاتھوں سے پھانسی پر لٹکائے گئے، چونکہ حضرت داوٗدؑ حضرت یعقوب کی نسل سے براہِ راست چلتے ہیں اس واسطے حضرت مسیح کو حضرت داوٗد کے ساتھ براہِ راست ملا دیا گیا۔ پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں :-

یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اُسکی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے، اور قومیں اُس کی مطیع ہونگی (پیدائش باب ۴۹ آیت ۱۰)

شیلوہ آرامی زبان سے نکلا ہے، جس کے معنی "امین" ہیں۔ عبرانی زبان میں شیلوہ کا لفظی ترجمہ "رسول اللہ" ہے۔ سریانی زبان میں شیلوہ کے معنی "حمد" ہیں۔ یعنی جس کی تعریف و ثنا ہو۔ اور یہ تمام لفظی معانی

انھوں نے باپ کی ولدیت سے کبھی انکار نہیں کیا، تو ثابت ہوا کہ وہ باپ والے تھے خدا نہیں تھے انسان تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ ابنِ مریم کے نام سے کیوں مشہور و منسوب ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض قبائل میں یہ دستور تھا کہ شادی کے وقت لڑکی کی ڈولی اگر ماں باپ کے گھر سے نہ نکالی جائے تو وہ لڑکی خانہ نشین دختر کہلاتی تھی۔ یہ خانہ نشین دختر نہ صرف اپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ برابر کی شریک اور وارث ہوتی تھی بلکہ اُس کی اولاد بھی اُس کے خاوند کے نام پر نہیں اُسی کے نام پر منسوب ہو کر نسل چلاتی تھی۔ ہم دور نہیں جاتے۔ اس قسم کے رواج کی مثالیں ایک دو نہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں آج بھی کشمیر میں ملتی ہیں ممکن ہو سکتا ہے کشمیر میں یہ رواج بنی اسرائیل سے ہی آیا ہو، کیونکہ مؤرخین کی تحقیقات سے یہ بات اب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ کشمیر کے لوگوں کی اکثریت بنی اسرائیل کی اولاد ہیں بنی اسرائیل کے کچھ قبائل بخت نصر شاہ بابل کے مظالم سے تنگ آ کر کشمیر بھاگ آئے تھے) مثلاً فاطمہ یا خدیجہ یا مالی کسی کشمیری شخص کی لڑکی ہے اُس کا باپ اُسے گھر سے باہر شادی نہیں کرنا چاہتا بلکہ اپنے گھر میں بدستور رکھنا چاہتا ہے تو وہ اُس کے لئے خانہ داماد تلاش کریگا۔ یعنی بجائے اس کے کہ اُس کی لڑکی کی ڈولی گھر سے باہر نکلے اُس کے داماد کا ڈولا گھر میں آئے گا وہ داماد اُس کے گھر میں اُسی طرح رہیگا جس طرح بہوئیں اپنے سسرال کے گھروں میں جا کر رہتی ہیں لڑکی خانہ نشین دختر کہلائیگی۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ برابر کی جائداد کی شریک وارث ہوگی۔ اب جو اس خانہ نشین لڑکی کی اولاد ہوگی وہ باپ کی طرف منسوب نہیں ہوگی بلکہ ماں کی جانب منسوب ہوگی۔ مثلاً اگر باپ

سوم ماں باپ کیسا تھ اور اسکی مثال عام لوگ ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی پیدائش کا طریقہ نہیں اور خدا نے یہ تینوں طریقے انسانوں کے سامنے رکھ دیئے ہیں تے کہا۔ اس سلسلے سے چوتھا طریقہ بھی ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ بغیر ماں کے صرف باپ سے اولاد پیدا ہونی چاہیئے مگر دنیا میں آج تک ایسی کوئی مثال نہیں۔ اگر یہ مثال نہیں تو بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور یہ محض من گھڑت افسانہ ہے جس کی کوئی بھی عقلی نقلی یا سائینسی دلیل دنیا میں سے پیش نہیں کی جا سکتی، خصوصاً جبکہ انجیل میں ہی حضرت مسیح کا باپ یوسف بتایا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ اُس کا پورا شجرہ نسب حضرت ابراہیم تک ملایا جاتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں، انجیل میں حضرت مسیح کے اور بھی کئی سگے بھائیوں اور بہنوں کے نام گنے گئے ہیں۔ اگر یہ بھائی اور بہن حضرت مسیح کے سگے نہیں تھے اور خصوصاً باپ کی جانب سے سوتیلے تھے تو انا جیل میں کبھی بھی اُن کا نام نہیں آنا چاہیئے تھا، اگر آتا تو اُن کے ساتھ تخصیص کے لئے سوتیلے کا لفظ ضرور ہوتا، بلکہ سوتیلا لفظ بھی بہت زیادہ ہے۔ سوتیلا اُن بھائی بہنوں پر بولا جاتا ہے جو باپ کی جانب سے سگے ہوں مگر مائیں الگ الگ ہوں۔ البتہ جب ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں تو بھگلگ کا لفظ پہلی اولاد پر بولا جاتا ہے۔ جب حضرت مسیح سے بار بار لوگ اُن کے بہن بھائیوں کا نام لیتے ہیں تو حضرت مسیح کہیں بھی اُن سے انکار نہیں کرتے۔ نہ ہی سوتیلے انہیں کہتے ہیں۔ اور نہ ہی بھگلگ انہیں کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے بیان کو صحیح تسلیم کر کے خاموش ہو جاتے ہیں حالانکہ ایک باطل بات پر ایک نبی کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا پس جب حضرت مسیح کی ماں بھی ہے، باپ بھی ہے، بے شمار رشتے بہن بھائی بھی ہیں اور

جموی نے اپنی مشہور کتاب CODE OF TRIBAL JUSTOM میں
صفحہ ۷۵ تا ۶۵ روشنی ڈالی ہے اور ابتدائی صفحات میں اس کا تذکرہ
کیا ہے۔ پنڈت بیلہ کنٹھ گنجوبی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ کے۔ سی۔ ایس نے اپنی
کتاب۔ CUSTOMARY LAW IN KASHMIR میں
اس رواج پر صفحہ ۷۳ تا ۹۷ مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ یہ بحث اس
لحاظ سے کبھی مستند AUTHERTIC ہے کہ اس میں رواج خانہ دختر
اُن کے نام پر اُس کی وراثت کا قایم ہوتا، اُس کے خاوند کے نام کو اُس
کی اولادوں کے نام سے خارج کیا جاکر نسل کا اُسی کے نام سے شروع ہوتا
وغیرہ مختلف جہتوں سے عالیہ ہائیکورٹ و عالیہ مشاورت وغیرہ ،
عدالتوں کے فیصلہ جات کی نقول اور حوالوں کے ساتھ بحث کی گئی ہے گویا
یہ ایسا مستند رواج ہے جسے کشمیر میں قانون اور عدالتیں بھی تسلیم کرتی
ہیں۔ یہی نہیں اگر آپ محکمہ مال و بندوبست کے گذشتہ یکصد سالہ پرانے
ریکارڈ ریاست کے محافظ خانہ میں دیکھیں گے اور آج بھی گاؤں گاؤں
اور قصبہ بہ قصبہ مال و بندوبست کے جدید ریکارڈ پٹواریوں کے پاس
ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو جمع بندیوں، خسرہ گرداوریوں، رجسٹرات
انتقالات وغیرہ میں کثرت سے اس قسم کے اندراجات ملیں گے "فلاں
پسر مساۃ فلاں خانہ دختر" یا فلاں بن مساۃ فلاں دختر خانہ نشین یا
فلاں بن مساۃ فلاں سکنہ موضع ـــــ" میں نے خود ایک دو نہیں، درجنوں
نہیں، سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فیصلہ جات اور انتقالات میں (جو
جائیدادوں، زمینوں وغیرہ کے متعلق دیئے ہیں یا تصدیق کیے ہیں ان میں
آخر پر) بمطابق قانون و رواج ملک یہ الفاظ لکھے ہیں "داخل خارج فوتیدگی
مساۃ فلاں خانہ دختر بنام پسران فلاں فلاں منظور ہے" یا "فلاں

کا نام فضل دین قریشی ہے اور لڑکے کا نام طارق وغیرہ ہے تو یہ نہیں کہیں گے طارق ولد فضل دین قریشی بلکہ کہیں گے طارق پسر مسماۃ فاطمہ بٹ یا طارق ابن فاطمہ بٹ اور لڑکے کے باپ کا کسی کو پتہ تک نہ ہوگا، کہ کون ہے یا کون تھا اور نہ اُس کے باپ کی ذات کا پتہ ہوگا، بلکہ ذات بھی ماں کی ہی ہوگی۔ وادیٔ کشمیر کی تحصیلات سرینگر، پلوامہ، بڈگام، کولگام، اسلام آباد، پہلگام، گلمرگ، ہندواڑہ، سوپور میں تو یہ رواج عام ہے ہی، وادی کی ملحقہ تحصیلات اور علاقوں "مثلاً تحصیل اوڑی۔ تحصیل کشتواڑ تحصیل بھدرواہ، تحصیل رام بن، تحصیل کرنگل وغیرہ میں بھی یہ رواج کثرت سے پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح کی والدہ مریم کی بھی ڈولی ماں باپ نے گھر سے نہیں نکالی بلکہ معبد کے لئے حضرت مریم کو وقف کر کے خانہ نشین بنا دیا گیا تھا، اسی اسرائیلی رواج کے تحت اُن کا خاوند یوسف نجار گھر میں خانہ داماد لایا گیا ہوگا اور اسی رواج کے تحت حضرت مریم کی اولادوں کو اُن کے باپ کے نام سے نہیں بلکہ ماں کے نام سے منسوب کیا گیا۔ چونکہ حضرت مسیح ابنِ مریم کے نام سے مشہور ہوگئے تھے قرآن کریم نے بھی اُنہیں اسی نام سے پکارا۔ اگر قرآن صرف مسیح یا عیسٰیؑ یا مسیح بن یوسف کے نام سے پکارتا تو اس میں شبہ پڑ جاتا کہ یہ کوئی اور عیسٰی یا مسیح ہے۔ مسیح ابنِ مریم نہیں ہے، اور جن غلط وہموں کا ازالہ قرآن کرنا چاہتا تھا وہ نہ ہو سکتیں پس قرآن نے حضرت مسیح کو اُن کے مشہور و معروف نام سے یاد کیا۔ مگر یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ حضرت مسیح کا باپ نہیں تھا اور وہ قانونِ فطرت کے خلاف پیدا ہوئے دُختر خانہ نشین اور اُس کی اولادوں کی ولدیت یا نسل کا اُس کے نام پہ شروع ہونا اس اسرائیلی رواج کے متعلق تذکرہ سنت رام دوگرہ

نے یہ نہیں کہا کہ خدا اپنے وطن گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا یا ولی یا ابدال یا ابرار یا قطب اپنے گھر، وطن رشتہ داروں کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ کسی اور عہدہ یا خطاب کا نام نہ لینا اور لفظ نبی کا بولنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے تھے، اور نہ مقام نبوت سے بلند جاتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کو باپ اور اپنے آپ کو بیٹا کہہ کر اکثر جگہ پکارا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام کی تمام بائبل (توریت کی پانچوں کتابیں اور زبور) اس قسم کے بے شمار حوالوں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں انبیاء نے خدا کو باپ اور اپنے آپ کو اس کا بیٹا کہا ہے بلکہ ہر نیک انسان کو بیٹا کہہ کر پکارا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آگیا کہ سب خدا کے بیٹے ہیں؟ ہرگز نہیں! اسی طرح بائبل کے قدیم طریقہ کے مطابق حضرت مسیح بھی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے مگر اُن کی یہ مراد ہرگز نہ تھی کہ واقعی وہ خدا کے نطفہ سے (نعوذ باللہ من ذالک) پیدا ہوئے ہیں۔ اور کسی انسان کی اولاد نہیں ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم یہاں اُن حوالوں سے اجتناب کرتے ہیں جن میں بائبل نے خدا کو باپ اور نیک انسانوں خصوصاً انبیاء کو اس کے بیٹے کہہ کر جا بجا خطاب کیا ہے۔ مگر بائبل کی جن کتابوں میں یہ حوالے پائے جاتے ہیں اُن کا ذکر ہم نے اسی پیرے میں اُوپر کر دیا ہے۔

حضرت مسیح کی بشریت کے سلسلہ میں جہاں ان شاء اللہ آگے بھی بہت کچھ ثبوت آئیں گے وہاں مذکورہ بالا آیات انجیل سے یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح کا ایک فانی انسان باپ تھا جسے یوسف نجار کہتے ہیں اور جس کا شجرہ نسب عیسائی مصنفوں نے حضرت ابراہیم تک ملایا ہے۔ حضرت مسیح کی بہنیں اور بھائی بہت سے تھے جو اُسی ماں باپ سے پیدا ہوئے

بن مسماۃ فلاں خانہ دختر" کے نام پر وراثت تصدیق کی گئی۔ باپ یا اُس کی ذات کا کہیں نام بھی نہیں ہوتا اور نہ کوئی جانتا ہے۔ نہ کاغذات میں کہیں اندراج ہوتا ہے کہ فلاں شخص کس مرد کی اولاد ہے صرف والدہ کا ہی نام لیا جاتا ہے۔ رائے بہادر پنڈت سنگھ ہمیشور کی ایم اے آنریبل ریونیو منسٹر گورنمنٹ جموں وکشمیر نے اپنے دیباچہ کشمیر کی لاء آف کشمیر مصنفہ پنڈت نیلہ کنٹھہ گنجو میں تسلیم کیا ہے کہ دختر خانہ نشین کا رواج ہندوستان کے دوسرے حصوں میں کہیں نہیں پایا جاتا قانونی مختلف جہتوں کو واضح مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے اور ان کے ثبوت میں مُلک کی بڑی بڑی عالیہ عدالتوں کے فیصلہ جات کو پیش کیا گیا ہے" دکیوں نہ ہو۔ بھلا یہ رواج ہندوستان میں کہیں اور کیوں پایا جاتا جبکہ یہ رواج بنی اسرائیل کے قبائل سے تعلق رکھتا ہے اور بنی اسرائیلی سوائے کشمیر کے ہندوستان میں اور کہیں نہیں رہتے")

۳۔ ان آیات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح بنیادی طور پر اپنے آپ کو نبی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ جب اُن کے سامنے مخالفین نے اُن کے بھائیوں اور بہنوں کے نام لے کر طعنہ دیا کہ اُن کی بہنیں اُن کے (یعنی مخالفوں کے) نکاح میں ہیں۔ یہ بڑھئی کا لڑکا اور خود بڑھئی ہے، تو وہ صاف کہتے ہیں کہ نبی اپنے رشتہ داروں، وطن اور گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ گویا وہ اپنے آپ کو نبی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں اپنے وطن اور گھر میں بے عزتی اُٹھا رہے تھے وہ خود بھی نبی تھے اور جانتے تھے کہ انبیاء کے ساتھ پہلے ہی حال ہوتا رہا ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے سوا کچھ اور جانتے تو اُسی لفظ سے یہ فقرہ کہتے۔ مثلاً اُنھوں

سے ہیں۔ ابتدائی مسیحی ان شجرہ ہاءِ نسب کو محض بناوٹی اور من گھڑت سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرتِ داؤد کی متذکرہ پیشین گوئی کو حضرتِ مسیح پر منطبق کرنے کے لئے یہ شجرے بنائے گئے تھے، ورنہ حضرتِ مسیح ایک معمولی گمنام بڑھئی کے لڑکے تھے۔

عجب طرفہ تماشا ہے کہ ایک طرف تو مسیحی حضرتِ عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بلا باپ ظاہر کرتے ہیں اور دوسری طرف شجرے نسب کھینچکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ حضرتِ داؤد کی صلبی نسل سے تھے اور حضرتِ داؤد کی اولاد تھے اگر حضرتِ مسیح کا باپ کوئی نہیں تھا۔ اور وہ فی الواقعہ روح القدس کی مدد سے پیدا ہوئے تو پھر ان کا شجرہ نسب باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ لکڑدادا وغیرہ گن کر حضرتِ داؤد کے ساتھ کیوں ملا یا گیا ؟ اس نا معقولیت کی کوئی دلیل آج تک عیسائیت نہیں دے سکی اگر کہیں کہ حضرتِ مسیح بلا باپ پیدا ہوئے اور یہ شجرے نسب حضرتِ مریم کی بڑائی اتقدس اور عالی خاندانیت ظاہر کرنے بنائے گئے ہیں تو یہ اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز بات ہے، کیونکہ ان شجروں میں حضرتِ مریم کے خاندان اور آباء و اجداد کو کہیں نہیں گنا گیا، اور نہ یہودیوں میں ایسا کوئی رواج تھا کہ ماں کے آباء و اجداد کا شجرۂ نسب تیار کیا جاتا۔ عیسائی دو میں سے ایک ہی راستہ اختیار کر سکتے ہیں، یا تو ان شجروں کو درست مانیں اور تسلیم کریں کہ حواریوں یا اناجیل لکھنے والوں نے غلط اور دھوکہ و فریب سے یہ شجرے لکھدیئے جو محض بے کار ہیں، ان کی کوئی ضرورت نہیں تھی، حضرتِ مسیح بلا باپ کے پیدا ہوئے اور خدا کے بیٹے تھے۔

ثانوی صورت میں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضرتِ مسیح نے اپنے بلا باپ ہونے کے عظیم معجزے کو ہمیشہ مشدومد سے پیش کیا اور جب کسی نے ان کے

تھے۔ حضرتِ مسیح کا بنیادی طور پر دعوائے نبوت ہی تھا اور وہ اپنے آپ کو نبی کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتے تھے، گویا وہ عام انسانوں یا پیغمبروں کی طرح ایک انسان اور پیغمبر تھے۔ اور خدا کی روح یا روحانی علوی طاقت سے معجزات دکھلایا کرتے تھے۔ ان کے معجزات کے لئے "روحانی علوی طاقت" یا روح اللہ کا لفظ اس لئے بولا گیا ہے کیونکہ یہودی اور منکرینِ یہ کہتے تھے اور آج تک کہتے ہیں کہ حضرتِ مسیح کے مافوق الفطرت واقعات (نعوذ باللہ) شیطانی یا سفلی قوت سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ اسی واسطے اسلام نے ان کے لئے "روح اللہ" کا لفظ استعمال کیا تاکہ مخالفین کو یہ بتا دیا جائے کہ ان کی قوتِ روحانیہ سفلی نہیں تھی، بلکہ علوی تھی، اور خدا کی عطا کردہ تھی وہ جو کچھ کرتے تھے اسی علوی یا خدائی طاقت کی بناء پر کرتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ کے دیگر انبیاء علیہم السلام اور برگزیدہ بندوں کو یہ خدائی روح یا خدائی طاقت معجزات و کرامات کے اظہار کے لئے عطا کی جاتی ہے۔

اناجیل میں شجرہ ہا و نسب کے بارہ میں چند امور یاد رکھنے کے قابل ہیں اول تو یہ کہ لوقا کے مطابق داؤد اور مسیح کے درمیان اکتالیس[۴۱] ہی پشتیں بنتی ہیں اور متی کی انجیل کے مطابق چھبیس[۲۶] پشتیں۔ حضرتِ ابراہیم سے حضرتِ مسیح تک لوقا چھپن[۵۶] پشتیں گنتا ہے اور متی صرف چالیس پشتیں۔ دوم یہ کہ ہر ایک انجیل میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اشخاص کو حضرتِ مسیح کے جد امجد بتایا گیا ہے۔ ماسوائے سلائیل اور زوربابل کے دونوں انجیلوں میں ان کا باپ[اسماء] بالکل مختلف ہیں۔ متی میں یوسف کا باپ یعقوب ہے۔ لوقا میں یوسف کا باپ ہیلی ہے۔ متی میں داؤد کا لڑکا حضرتِ سلیمان بتایا ہے لوقا میں داؤد کا باپ ناتھن بتایا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ چوتھی انجیل کا مصنف یوحنا یہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ کہ حضرتِ مسیح حضرتِ داؤد کی نسل

مقدس عقل یا الہام۔ تین خداؤں کا عقیدہ یونان میں رائج تھا۔ پولس نے یہ بیسے ہنگم عقیدہ عیسایات میں بھی داخل کر دیا۔ اور یونانیوں کو بتایا کہ عیسایئت بھی یہی کہتی ہے ایک خدا ہے ایک روح القدس، اور ایک اس کا الہام یعنی مسیح ہے۔ یونانیوں کو یہ عقیدہ تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی چنانچہ نیوٹن۔ پورسن اور کلیمنٹ اور کئی ایک پادریوں نے تسلیم کر لیا ہے بلکہ اقرار کیا ہے کہ حضرت مسیح کو خدا بنانے کا عقیدہ مابعد انا جیل میں ایزاد کیا گیا ہے پہلے نہیں تھا (دیکھئے۔ SOURCES OF CHRISTINITY

By KH. AL-HAJ KAMAL-UD-DIN.)

حضرت مسیح نے ہمیشہ اپنی الوہیت سے انکار کیا۔ [دیکھئے:۔ متی باب ۶ آیت ۱۰ و باب ۲۲ آیت ۳۷ و باب ۱۹ آیت ۱۷ مرقس باب ۱۰ آیت ۱۸ و لوقا باب ۱۸ آیت ۱۷]

یہودیوں نے جب حضرت مسیح پر الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتے ہیں اور پتھر مارنے چاہیئے تو حضرت مسیح نے اپنی خدائی سے صاف انکار کیا اور کہا وہ ایسے ہی ایک عام پیغمبر ہیں جنہیں خدا تعالیٰ مبعوث کرتا اور جن کے ساتھ کلام کرتا ہے (دیکھئے متی باب ۵ آیت ۹ و یوحنا باب ۱۰ آیت ۳ تا ۳۶۔ یوحنا باب ۸ آیت ۴۰ و لوقا باب ۲۲ آیت ۷۰ و لوقا باب ۲۳ آیت ۳ و ۴]

جب گورنر پیلاطس (PILATE) نے حضرت یسوع سے سوال کیا کہ آپ اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہیں؟ انھوں نے اُسے جواب دیا اور کہا کہ آپ ہی ایسا کہتے ہیں [لوقا باب ۲۳ آیت ۳] جس کا مطلب صاف واضح ہے کہ میں ایسا ہرگز نہیں کہتا بلکہ آپ لوگ مجھ پر یہ افتراء باندھتے ہیں۔ اس پر پیلاطس نے مفتی اعظم اور دوسرے لوگوں کو کہا کہ "میں اس انسان میں

باپ یا سگے بہن بھائیوں کا نام لیا انھوں نے فوراً اسے منہ توڑ جواب دیا
کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ اُن کا باپ کوئی نہیں تھا اور نہ صلبی بہن بھائی ہیں
نیز یہ کہ یہودی بھی اُنہیں یوسف بڑھئی کا بیٹا نہیں سمجھتے تھے اور
خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ عیسائی کبھی حضرت
مسیح کے بلا باپ پیدا ہونے کے دعوے کو اناجیل سے نہیں ثابت
کر سکیں گے اور جہاں کہیں حضرت مسیح نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔
اگر عیسائی اُس سے واقعی خدا کا صلبی بیٹا مراد لیتے ہیں تو پھر ماننا پڑیگا
کہ صرف حضرت مسیح ہی خدا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ بائبل کے سینکڑوں
ہزاروں پیغمبر خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ ان سب نے اپنے آپ کو بائبل میں
خدا کا بیٹا کہا ہے۔ اگر وہ سینکڑوں ہزاروں راستباز نبی خدا کے
بیٹے نہیں تھے تو پھر حضرت مسیح بھی خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ دراصل
بائبل کی رُو سے ہر وہ شخص خدا کا بیٹا ہے جو نیکوکار اور اس کے
احکام پر چلنے والا ہو (دیکھیے کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۴-۱ و
یوحنا ۱ و باب 3 - آیت 25 / 00 وکتاب خروج باب ۴ آیت 22
وکتاب الیسا باب 45 صفحہ ۶ آیت ۱۵-۱ و ڈیٹرانمی 14 الیسا
۲-۱ ویرمیا باب 3 آیت 22 نیز HEIL - MULLER کی کتاب
Jesus صفحہ 123

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مسیح نے ہمیشہ خدائے واحد پر ایمان رکھنے
اور توحید کی تعلیم دی، مگر پولس نے جو فلسفی افلاطون کے عقاید کا پیرو تھا
اُسنے یوحنا رسول کے ساتھ مل کر مسئلہ تثلیث کی بنا ڈالی اور یونان میں کفار
کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر کو تین میں سے ایک خدا ظاہر کیا۔ افلاطون کہتا
تھا کہ ایک خدا ہے دوسرے اس کی مقدس روح اور تیسرے اس کی

کی علامت ہے تو عیسائیوں کو چاہیئے کہ اپنا مذہب چھوڑ کر یونانی کفار کا مذہب اختیار کر لیں، کیونکہ اُن کا ایک دیوتا ملشی سیڈک بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوا تھا اور پولس رسول نے خود تصدیق کی ہے کہ وہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوا تھا۔ دیکھئے ۱۰۱ ولشاؤسن (OLSHAABEN) کی کتاب تشریح بائیبل پیرا ۴۹ دیاہ Heb باب ۷ آیت ۳-۱) اس پر کہا جاتا ہے کہ عورت کی گنا۔گیوں سے مسیح کو پاک کرنے کے لیے حضرت مریم کا ملاپ روح القدس سے کرایا گیا، مگر روح القدس سے ملاپ کرانے کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کی گندگیاں تو بدستور رہتی ہیں، نیز یہ نہایت نامعقول امر ہے کہ روح القدس ایک انسان مرد کی طرح مباشرت کرے۔ تمام یہودی لٹریچر میں اس کی کوئی مثال نہیں، کہ روح القدس ایک انسان کی طرح عمل کرے، نہ حضرتِ مریم نے روح القدس کو ایسا سمجھا، بلکہ روح القدس کے اپنے اُوپر آنے سے انھوں نے یہی سمجھا کہ قوتِ خداوندی کا سایہ اس پر رہیگا، نہ مابعد حضرت مریم نے کبھی ذکر کیا کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے نہ مسیح نے خود کبھی کہا کہ اُن کی بغیر باپ کے پیدائش ایک معجزہ ہے نہ اُن کے بہنوں بھائیوں نے کبھی ایسا کہا۔ اور نہ یہودیوں نے کبھی اعتراض کیا کہ چونکہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے ولدالحرام ہیں اور یہ سب سے بڑا اعتراض یا حربہ تھا جو وہ حضرتِ مسیح اور عیسائیت کے خلاف استعمال کر سکتے تھے نہ گورنر پیلاطس کے سامنے انھوں نے کوئی ایسا اعتراض کیا کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ حضرتِ مسیح کا جائز باپ یوسف موجود ہے اور کبھی بھی مسیح کے باپ یا ماں یا بہن بھائیوں یا خود مسیح نے اپنی پیدائش میں باپ عقلائی ہے۔ خلاف اس کے یہودیوں

کوئی قصور نہیں دیکھتا ہوں"۔ (لوقا باب ۱۸ آیت ۱۹) اگر حضرت مسیح اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے یا کوئی ما فوق الفطرت ہستی سمجھتے تو فوراً پیلاطس پر اعتراض کرتے کہ مجھے "انسان" کیوں کہا۔ میں تو بن باپ کے پیدا ہوا خدا کا بیٹا اور خدا ہوں، مگر اس راستبازانہ پیغمبر نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ پیلاطس کو نہیں جھٹلایا۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا کے مضمون "خدا کا بیٹا" میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ہم یقیناً اخذ کرتے ہیں کہ یسوع خدا کے ساتھ ہم کلام ہوتا تھا لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ بھی نہیں تھا مگر یہ تعلق اس قدر پابندیوں کے تحت تھا کہ تقدیس اور علیم کُل صرف خدا کے لیئے مخصوص ہے، اور اس طرح خدا اور انسان کے مابین حدود کو سختی سے ملحوظ خاطر رکھا گیا"۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ عیسائی لوگ حضرت مسیح کے کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہونے کے لیئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو گناہوں سے بچانے کے لیئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح پیدائش کے وقت سے ہی بلا مباشرت مردمی کے پیدا ہوتے، تاکہ ابتدا ء سے ہی اُن میں کوئی آلودگی نہ ہوتی، مگر اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ آلودگی مرد کی جانب سے نہیں بلکہ عورت کی جانب سے بوجہ اُس کے ماہواری ایام کے مسلمہ ہے۔ اِس لیئے کسی عورت کو آج تک مقامِ نبوت یا امامت پر کسی بھی مذہب میں مبعوث نہیں کیا گیا۔ دُوسرے یہودیت اور عیسائیت کی رُو سے ابتدائی گناہ حضرت اماں حوا کی جانب سے ہُوا تھا۔ اگر مسیح کو آلودگی سے پاک رکھنا ضروری تھا تو اُنہیں بغیر خون، نفاس، پیپ اور شرمگاہ کی گندگی و ناپاکی سے محفوظ رکھا جاتا، اور بغیر ماں کے پیدا کیا جاتا، اور ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوتے۔ نیز اگر ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہونا ہی پاکیزگی

ہے کہ "ہر وہ شخص جو عبرانی لفظا سے واقف ہے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اِس صنعت کے معانی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں کہ ایک "نئی شادی شدہ عورت" (CHRISTION ORTHODOXY صفحہ 476)

اِنسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد 13 و 2 اڈیشن 14 میں لکھا ہے کہ "نہ ہی پولس نہ مرقس کو کنواری سے پیدائش کا کوئی علم تھا۔ رسولوں کو اس کہانی کی کوئی خبر نہیں تھی" اور نہ ہی رسولوں کی تعلیمات میں یہ آئی تھی۔

دیگر مشہور و معروف عیسائی پادریوں کے چند ایک حوالے ملاحظ ہوں:-

"یسوع مسیح ہے لیکن صرف ایک انسان ہے جو یوسف اور مریم کی نسل سے پیدا ہوا"
(ہیسٹنگز۔ ہسٹری آف کیتھولک چرچ 2 صفحہ 318)

یسوع کی ماں اور باپ اس کے بپتسمہ کے وقت موجود تھے۔
(عبرانیوں کی انجیل باب 2 آیت 8)

"یسوع کا باپ یوسف تھا اور اس کی ماں مریم تھی" (لوئیس کی OLD SYRIAC GOSPEL صفحہ 2) یہ کتاب مسز لوئیس اور مسز گبن کو مونٹ سینائی پر سریانی زبان میں ایک گرجے میں ہاتھ آئی تھی)

اپنے باپ یوسف کی وفات پر ماتم کرتے ہوئے حضرت مسیح نے کہا۔ "نہ ہی تیرے سر کا کوئی بال بدلے گا نہ کوئی عضو ٹوٹے گا۔ او میرے باپ یوسف! تیرا جسم برباد نہیں ہوگا"
(ہیسٹنگز۔ ڈکشنری آف بائیبل صفحہ 434)

لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں میرے باپ یوسف کی موت بتاؤ اور ہر سال ایک بڑی مقدس دن ان کے ساتھ مناؤ"
(ہیسٹنگز۔ ڈکشنری آف بائیبل صفحہ 434)
اسی وجہ سے عیسائی آج تک سینٹ یوسف کا دن مناتے ہیں)

نے حضرت مسیح کو معبد اعظم میں منبر پر کھڑے ہوکر وعظ کرنے کی اجازت دی تھی وہ کسی بھی ایسے شخص کو جس کے متعلق ولدالحرام ہونے یا بلا باپ ہونے کا شائبہ ہوتا معبد کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ الغرض حضرت مسیح کی اپنی زندگی میں اُن کے بلا باپ ہونے کا کوئی سوال یا قصہ ہی نہیں تھا یہ صاف مابعد پولس کے زیر اثر لوقا و متی کی ایزاد و اختراع ہے یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رسول یوحنا John اپنی انجیل میں کوئی موقع ضائع نہیں کرتا کہ حضرت مسیح باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے مثلاً ناپ نتھانیل کو کہتا ہے کہ ہم نے اُسے (مسیح کو) دیکھا کہ شریعت موسوی اور رسولوں نے اس کے بارہ میں لکھا یعنی یسوع ناصری کے بارہ میں جو یوسف کا لڑکا ہے (یوحنا باب ۱ آیت ۴۵ و باب ۶ آیت ۴۲ و باب ۱۹ آیت ۲۷ و باب ۱ آیت ۱۲ و باب ۱ آیت ۴۵ و باب ۶ آیت ۴۲)

ہم قارئین کو بتلائے دیتے ہیں کہ عیسائیوں کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ درستیاں کرنے کے بہانے اپنی کتابوں میں تغیر و تبدل کرنے اور الفاظ بلکہ فقرات کو توڑتے موڑتے رہتے ہیں۔ مثلاً اصل لفظ عبرانی میں شلوہ (ابن) تھا اردو میں ترجمہ کرتے وقت اُسے سیلا لکھ دیا گیا۔ حالانکہ سیلا کے کوئی معنی نہیں۔ اور یہ اردو زبان میں مہمل لفظ ہے۔ اسی طرح عبرانی میں حضرت مریم کو یوسف نجار کی (HOALMAHD) حاملہ لکھا گیا ہے جسے یونانی زبان میں ترجمہ کرتے وقت BETHULA (بتھولہ۔ کنواری) لکھ دیا گیا اس بے ایمانی کے متعلق پادری ڈومیلو لکھتا ہے کہ عبرانی لفظ کے معنی ہرگز کنواری نہیں ہیں (بائیبل مقدس پر شرح COMMENTORY ON HOLY BIBLE صفحہ ۱۴۶) اور پادری ڈونلڈسن کہتا

از ڈاکٹر عزیز احمد قریشی ایم۔اے پی ایچ۔ڈی۔

حضرت مسیح کا روضۂ عصا اور گاؤں

(ایک مکاشفہ)

سرینگر ۲۴/۲۵ ستمبر شب درمیان جمعرات جمعہ آج شام کے وقت اوناً حضرت شاہ مخدوم رح کے آستانہ مبارک پر گیا تھا وہاں سے واپسی پر محلہ خانیار سے جب گذرا تو خانقاہ حضرت دستگیر رح کے پاس ایک نہایت ہی پرانے مقبرہ پر گیا۔ کہتے ہیں یہ حضرت یوس آسف پیغمبر علیہ السلام کا روضہ ہے یہ تو واضح ہے کہ مسلمان کسی شخص کو بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا پیغمبر تسلیم کرنے یا کہنے یا پکارنے کو تیار نہیں۔ لامحالہ یہ روضہ کسی ایسی ہستی کا ہے جو حضرت خاتم المرسلین سے پہلے ہوئی اور پیغمبر تھی اسی لئے مسلمان اسے آج تک پیغمبر کہتے آرہے ہیں۔ یہاں کے متولی کے پاس آج سے دو صد سالہ قبل پرانی مغل بادشاہوں کی عطا کردہ ایک سند ہے جس میں صاحب روضہ کا نام حضرت یوز آصف پیغمبر علیہ السلام درج ہے۔ سند پر شاہی مہر کے علاوہ دیگر چند حکام وقت کے بھی دستخط ہیں۔ اسی روضہ کے بارے میں حضرت امام وقت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ روضہ حضرت یسوع (یعنی حضرت عیسیٰ) علیہ السلام کا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے بھی اپنی انگریزی کتاب۔ JESUS IN HEAVEN ON EARTH میں بیرونی شہادتوں سے ثابت کیا کہ یہ مقبرہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہے۔ اگرچہ میں نے تاحال وہ کتاب نہیں دیکھی ہے۔ اسی اثناء میں چند یوم ہوئے مجھے خواجہ عبدالعزیز صاحب شورہ عزیزہ کشمیری نے اپنا ایک انگریزی کا مضمون دکھلایا جس

ع۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۳۵ پر اس مضمون کا ترجمہ "چرواہے کا گاؤں"

"یوحنا تھن کے زمانے میں تبیریش کی حکومت میں یوروشلم میں ایک شخص
یسوع ہوتا تھا جو مریم اور یوسف نجار کا لڑکا تھا" (جرنل ایشیاٹک
JOURNALE ASIATIQUE سنہ 1869ء جلد 2 صفحہ 439)
یہودیوں کی مشہور کتاب تالمود میں لکھا ہے - "یسوع ایک بڑھئی تھا،
ایک بڑھئی کا لڑکا تھا" (بیت - باب 3 صفحہ 2) J. YEBAN
جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد 7 صفحہ 175 پر لکھا ہے "یہودی
جنہیں اناجیل میں یسوع کا دشمن بتایا جاتا ہے اسے عام قدرتی
طریقہ پر پیدا شدہ جائز آدمی سمجھتے تھے"
اس انسائیکلو پیڈیا کی جلد 3 صفحہ 276 پر لکھا ہے کہ تمام ایماندار
یہودی اور نصرانی یہودی یسوع کو ایک ہی طرح عزت کی نظروں سے
دیکھتے تھے کہ وہ محض انسان ہیں اور یوسف اور مریم کے لڑکے ہیں خدا
کی شان کہ حضرتِ یسوع کے والدین نے بھی ان کا نام یشوع (JOSHUA)
رکھا۔ آرامی زبان میں جس کے معانی ہیں " ایک شخص کا لڑکا" یعنی قدرتاً
اللہ تعالیٰ نے ایسا نام رکھوایا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آئندہ زمانے
میں لوگ اسے خدا کا بیٹا کہیں گے اس لئے پہلے ہی اس کا نام ایسا رکھوایا
اور مشہور کرادیا۔ جس کے معانی تھے "انسان کا لڑکا"۔ بعینہٖ اسی طرح
جس طرح حضرتِ محمدؐ رسول اللہ کا نام حضرتِ آمنہ سے "احمدؐ" (برکت والا)
رکھوایا تاکہ لفظ فارقلیط (برکت والا) کی پیشین گوئی پوری ہو جائے
حالانکہ ملک عرب میں اس سے پہلے کبھی کسی نے احمدؐ نام نہیں رکھا تھا
اسی کو شانِ خداوندی کہتے ہیں - جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔
اگرچہ اناجیل میں حضرتِ مسیح کے باپ کے نطفہ سے پیدا ہونے اور
ماں اور باپ دونو موجود ہونے کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں،

مدد فرما۔
مگا میں نے اپنے آپ کو کشفی طور پر حالتِ بیداری میں پایا چاندنی کی طرح روشنی تھی، اور میں کشفی حالت میں محلہ خانیار پہنچا، وہاں حضرتِ یوسف آسف کے مقبرہ پر گیا۔ اور ندا دی۔ "اے صاحب روضہ! بندہ عزیز تیری سیڑھیوں پر کھڑا سلام عرض کرتا ہے۔ اور خدا کے حکم سے تیری ملاقات کا متمنی ہے"! پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے صاحب روضہ کے بارہ میں علم بخش، پس آواز آئی کہ "یہ حضرتِ عیسیٰ ؑ کی تربت ہے" اتنے میں وہی شخص کہ جنہیں میں نے خواب میں دیکھا اور جن کا حلیہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ روضہ سے باہر نکلے میں نے جھک کر ادب سے اسلام علیکم کہا۔ انھوں نے وعلیکم اسلام کہہ کر جواب دیتے ہوئے فرمایا "میں صاحبِ روضہ ہوں۔ میں وہ ہوں جسے تم مسلمان عیسیٰ پیغمبر کہتے ہو اور یہاں کے لوگ پیغمبر یوس آصف کہتے ہیں"! پھر وہ روضہ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے میں ان کے سامنے زمین پر کھڑا رہا اور عرض کیا۔
میں:۔ اور آپ کے پیرو آپ کو یسوع مسیح کہتے ہیں
حضرتِ عیسیٰ ؑ:۔ میری امت کا نام نہ لو، میں ان سے سخت بیزار ہوں، یہ مردود لوگ ہیں، میں انہیں اپنے پیرو یا امت تسلیم نہیں کرتا۔
میں:۔ اگر یہ لوگ آپ کی امت نہیں تو قیامت کے دن کہاں جائیں گے کس پیغمبر کے پیچھے کھڑے ہونگے آخر یہ آپ کا نام لیتے ہیں آپ کی امت نہیں تو کیا ہیں؟
حضرتِ عیسیٰ ؑ:۔ میں مسلمان تھا میرا مذہب اسلام تھا حضرتِ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین تک، میرے پیرو مسلمان تھے، ان کا وطن تھا کہ میری پیشین گوئی اور حکم کے مطابق حضرتِ محمد رسول اللہ کی نبوت پر ایمان لاتے اور نئی کتاب

میں انھوں نے انجیل کے چند حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ کشمیر میں پہلگام کا گاؤں دو کشمیری لفظوں سے مرکب ہے، یعنی پہل اور گام پہل کے معنی ہیں گڈریئے کا اور گام کے معنی ہیں گاؤں یعنی "گڈریئے کا گاؤں" ہو نہ ہو یہاں کوئی مشہور گڈریا کسی زمانے میں رہا ہو اور اُسی کی وجہ سے اس جگہ کا نام "گڈریئے کا گاؤں" پڑ گیا۔ ورنہ دُنیا میں ہزاروں مقامات پر گڈریئے رہتے ہیں، مگر کسی کا نام گڈریا کا گاؤں نہیں پڑا۔ انجیلوں سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے آپ کو گڈریا کہتے تھے۔ ممکن ہے وہ پہلگام کشمیر میں آئے اور رہے ہوں، اور اُنہی کی وجہ سے اس جگہ کا نام پہلگام یا گڈریئے کا گاؤں پڑ گیا۔ یہ شورہ صاحب کا قیاس اور خیال تھا جس کی تائید وہ آنا جیل سے کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے شورہ صاحب سے اتفاق نہیں کیا۔ اور کئی پہلوؤں سے اُن کے خیال اور مضمون کی تردید کی۔

بہرحال میں نے روضہ پر فاتحہ پڑھا اور خدا سے دُعا کی یا باری تعالےٰ تو مجھے صاحبِ روضہ کے بارہ میں اخبار صحیحہ عطا فرما۔

آج رات پچھلے پہر خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ ایسا پُرانا کوٹ اور تنگ پاجامہ پہن رکھا ہے جس میں روئی بھری ہوئی ہے، اور کوئی نہایت ہی پُرانی وضع قطع کا لباس ہے جس کا نشان آجکل نہیں ملتا، سر اور پاؤں ننگے ہیں، قد میانہ ہے، رنگ پختہ ہو چکا ہے، ماتھے اور چہرے پر کچھ زخموں کے نشان ہیں جو مندمل ہو چکے ہیں۔ مگر چہرے پر بڑھاپے کی جھریاں نہیں ہیں، آنکھیں کچھ کچھ اندر کو دھنسی ہوئی ہیں، چہرے پر غم کے آثار ہیں، داڑھی کوتاہ اور سفید و سیاہ بال ملے جلے ہیں یہ خواب کی حالت تھی جب میں نے اُنہیں دیکھا تو خواب میں بھی خدا تعالیٰ سے دُعا کی کہ میں حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں نہیں دیکھنا چاہتا، بلکہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو میری

دو ہزار سال پہلے گڈریوں کا لباس ہے۔ پھر میں درویش بھی تھا درویشی میں اور عالموں کی زندگی اور لباس میں فرق ہوتا ہے۔ یہاں کشمیر میں اس وقت ہر طرف جنگل ہی جنگل ہوتے تھے آبادی بہت کم تھی جنگلوں کی وجہ سے سردی اور برف باری بہت ہوتی تھی، اسی لئے کپڑوں میں روئی بھروا کر پہنتے تھے (پھر میں نے حضور کے کشفِ مشاہدہ سے دو ہزار سال پہلے کا کشمیر دیکھا، سارے ملک کا نقشہ میری آنکھوں تلے پھر گیا۔ جنگلات سے تمام ملک کو پٹا پایا۔ آبادی بہت کم اور تھوڑی سی تھوڑی نظر آئی) میں گرمیوں میں زیادہ تر اننت ناگ سے اوپر ایک جنگل میں بھیڑ بکریوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میری وجہ سے اس جگہ کو پہلگام کہنے لگے کیونکہ اکثر لوگ مجھ گڈریا درویش کو ملنے وہاں آیا کرتے تھے۔ میرا گاتہ پانی کا عصا آج بھی موجود ہے، اور عیش مقام میں پڑا ہے تم اسے جا کر دیکھ سکتے ہو۔

میں :- پھر آپ نے عیسائیت کی تبلیغ یہاں نہیں کی۔

حضرت عیسیٰ ع :- میں نے کہا میں مسلمان تھا کوئی نیا مذہب لیکر نہیں آیا تھا جس کی اشاعت کرتا۔ حضرت موسیٰ ع کا مذہب اور کتاب اسرائیلیوں کے پاس موجود تھی، مگر وہ کفر والحاد میں پڑ گئے تھے۔ میرا کام صرف سمجھانا تھا مگر ملک عرب میں جو واقعات مجھ پر گذرے ان سے دل برداشتہ ہو گیا، بس تبلیغ کی بجائے لوگوں کو برکات اور فیوض پہنچاتا رہا (پھر مسکرا کر فرمایا۔ آخر ایک دن ان اسرائیلیوں کو مسلمان ہونا ہی تھا اور وہ ہو گئے۔

قرآن مجید پر عمل کرتے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ صریحاً نافرمانی کی میرے
حکم کی تعمیل نہ کی۔ راندۂ درگاہ ہوئے پس وہ مجھ سے کٹ گئے پھر میری
اُمت کس طرح ہے؟ میرے بعد اور حضرتِ محمدؐ رسول اللہ تک جو عیسائی
تھے وہ بے شک میرے پیرو تھے مگر محمدؐ رسول اللہ کی نبوت کے بعد اُن پر
ایمان نہ لانے والے میری اُمت نہیں ہیں، اُنھوں نے انکار سے کفر کیا
اور کافروں میں شامل ہو گئے۔ قیامت والے دن جو کافروں کا حشر ہوگا
وہی ان عیسائیوں کا ہوگا جو حضرتِ محمدؐ رسول اللہ کے بعد حضرتِ محمدؐ رسول
اللہ کی نبوت پر ایمان نہ لائے اور قرآن پر نہ چلے۔

میں :- میں نے جو پہلے آپ کی شکل و صورت دیکھی تھی وہ موجودہ شکل و صورت
سے کچھ مختلف تھی، اسکی کیا وجہ ہے۔

حضرتِ عیسیٰؑ :- تم درست کہتے ہو، وہ شکل و صورت میری اُس وقت کی
تھی جب میں ملک عرب میں تھا مگر جب مجھے صلیب پر لٹکایا گیا تو کچھ زخم
آئے خدا کے فضل سے صلیب کی موت سے بچ نکلا اور علاج کرنے
سے زخم درست ہوئے، پھر بنی اسرائیل کے باقی قبیلوں کی تلاش
میں یہاں (کشمیر) چلا آیا، ان صدمات، سفر کی صعوبتوں اور عمر رسیدگی
کی وجہ سے خدوخال میں کچھ فرق پڑ گیا ہوگا۔

میں :- مگر آپ کا لباس بھی اُس لباس سے کہیں زیادہ ردی اور
بوسیدہ ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ (آپ کے کوٹ اور پاجامہ میں
کئی پیوند لگے تھے اور چیتھڑے اُکھڑے ہوئے تھے)

حضرتِ عیسیٰؑ :- وہ لباس جو تم نے پہلے دیکھا عرب کے اُس وقت کے
راہبوں کا تھا۔ جب میں عرب میں تھا، یہاں آکر میں نے باضابطہ بھیڑ
بکریوں کی گلہ بانی شروع کی اور گڈریا کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ آج سے

(۳) اُس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا، تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے .... الخ - یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دُور ہو، کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر تب ابلیس اُس کے پاس سے چلا گیا (متی باب ۴ آیت ۱ تا ۱۱)

(۴) اُس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی باب ۴ آیت ۱۷)

(۵) اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دُور کرتا رہا۔ (متی باب ۴ آیت ۲۳)

(۶) جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدرِ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو اُس کو احمق کہے گا وہ آتشِ جہنم کا سزاوار ہوگا پس اگر تو قربانگاہ پر اپنی نذر گذرانتا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو تجھ سے کچھ شکایت ہے تو وہیں قربانگاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر تب آکر اپنی نذر گذران (متی باب ۵ آیت ۲۲ تا ۲۵) (۷) تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے (متی باب ۵ آیت ۲۹) (۸) جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اُس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے (متی ۵/۳۲) (۹) میں تم سے کہتا ہوں کہ

از ڈاکٹر عزیز احمد ایم-اے پی ایچ-ڈی۔

حضرت مسیح کی تعلیمات و شخصیت

ایک دفعہ ایک امریکن پادری سے میں نے پوچھا کہ آپ کن دلائل کی بناء پر حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں اور دوسروں سے بھی منوانے کے لیے زور دیتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ اول تو حضرت مسیح کی شخصیت و تعلیمات ایسی ہیں جو کسی انسان سے ممکن نہیں، دوم انھوں نے ایسے معجزات دکھلائے ہیں جو سوائے خدا کے کوئی انسان نہیں دکھلا سکتا۔ اور زیادہ تر یہی وہ محیر العقول معجزے ہیں جن کی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ انہیں خدا مانیں، یہ معجزے اناجیل میں بالوضاحت موجود ہیں، بلکہ یوں کہیئے کہ اناجیل انہی معجزات کے قصوں سے بھری پڑی ہیں اناجیل سے ان موضوعات پر مندرجہ ذیل آیات ملتی ہیں:-

حضرت مسیح کی شخصیت و تعلیمات - (۱) اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (متی باب ۱ آیت ۱۸) (۲) اس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ لینے آیا، مگر یوحنا یہ کہہ کر اسے منع کرنے لگا کہ میں آپ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا، کہ اب ہونے ہی دے کیونکہ ہمیں اسی طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے۔ اس پر اس نے ہونے دیا، اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے اوپر سے گیا (متی باب ۳ آیت ۱۳ تا ۱۶)

میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں (متی ۱۰ : ۳۵) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا (متی ۱۱ : ۱۱) کیونکہ یوحنا نہ کھاتا آیا نہ پیتا اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں بدروح ہے۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی۔ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار (متی ۱۱ : ۱۸) اس نے (یسوع نے) جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (متی ۱۵ : ۲۴) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو (متی ۲۰ : ۲۲)

حضرت کی شخصیت کے بارہ میں سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا جاتا ہے کہ وہ بغیر باپ کے روح القدس کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے اس لئے سب انسانوں سے برتر ہیں۔ اس پر ہم نے اپنے مضمون "حضرت مسیح کی بشریت اور ابن مریم کہلانے کی وجوہ" پر مفصل بحث کی ہے اور اناجیل سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ ان کا باپ تھا جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوئے اور روح القدس سے ان کی ماں کا حاملہ ہونا ایک من گھڑت افسانہ ہے جس کا کوئی سا بینی یا عقلی یا نقلی ثبوت آج تک عیسائیت نہیں دے سکی۔ دوسرے پیرا سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک بنی کے پیرو اور مرید تھے اور پیرا ۸ میں حضرت مسیح خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت یوحنا (یحیٰی) کا کام ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے بلکہ یوحنا کے مقابلہ میں اپنے اوپر لوگوں کے اس الزام کی تردید نہیں کرتے کہ نبی کی ذات ہمیشہ معصوم ہوتی ہے شیطان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بالکل قسم نہ کھانا نہ تو آسمان کی، کیونکہ وہ خدا کا تخت ہے، نہ زمین کی کیونکہ وہ اُس کے پاؤں کی چوکی ہے، نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے، نہ اپنے سر کی قسم کھانا کیونکہ تو ایک بال کو بھی سفید یا کالا نہیں کر سکتا۔ (متی ۵ : ۳۴) (۱۰) میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے اور جو کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کُرتا لینا چاہیے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا (متی ۵ : ۳۹) (۱۱) خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں ہے۔ (متی ۶ : ۱) (۱۲) جب تم دُعا کرو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو کیونکہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دُعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو دیکھیں (متی ۶ : ۵) (۱۳) اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو، جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں (متی ۶ : ۱۹) (۱۴) فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں.. پس کل کے لئے فکر نہ کرو، کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لے گا۔ آج کیلئے آج ہی کا دُکھ کافی ہے (متی ۶ : ۳۱ تا ۳۴) (۱۵) غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے..... نہ سونا اپنے کمربند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے، راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کُرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی، کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے (متی ۱۰ : ۵) (۱۶) یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں، کیونکہ

اس سے زیادہ ناکامی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی چند باتیں یعنی قابلِ عمل نہیں اور نہ کوئی قوم ان پر عمل کر کے دکھا سکی ہے۔ مثلاً پیرا ۶ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی سے ناراض ہوتا تو ایک طرف عیسائی قومیں آپس میں ہی ایک دوسرے سے نسلوں کے بعد انتقام لیتی ہیں۔ انگلستان اور فرانس میں ایکصد سالہ جنگ یورپ، انگلستان و امریکہ کے انقلابات و جنگیں جن میں گذشتہ دو ہولناک عالمی جنگیں بھی شامل ہیں، اور جن میں بلا وجہ دنیاوی اقتدار یا غم و غصہ کی خاطر شہروں، قصبوں دیہاتوں کے بے گناہ معصوم انسانوں کو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ طمانچہ کے لئے دوسرا گال آگے کرنا تو ایک طرف کسی نے ذرا خفا ہو کر بھی حضرت مسیح کی تعلیم پر چلنے والوں کو دیکھا، اس کا گھر بار، قبیلہ، قوم اور ملک ویران اجاڑ کر کے رکھ دیا گیا۔

پیرا ۲۸ میں عورت کے حقوق پر تعلیم ہے اور یہ نہایت ابتدائی و ادنےٰ نصیحت ہے۔ حضرت مسیح کی تعلیمات پر چلنے والوں نے تمام یورپ، امریکہ روس، کینیڈا اور آسٹریلیا میں جو اس تعلیم کا حشر کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی عورت کی طرف بری نگاہ کرنا تو ایک طرف وہ بے حیائی اور بے پردگی کا عالم ہے کہ خدا کی پناہ! اول تو ان ممالک میں عورتوں کا لباس اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ نصف ننگی ہی ہوتی ہیں، اس پر طرہ یہ کہ صرف دو گرہ والے مخصوص پر کپڑا لٹکا کر ننگی ناچ کرتی ہیں یا بعض دفعہ بالکل ان ننگی کلبوں وغیرہ میں ناچ ہوتے ہیں۔ تمام کپڑے اتار کر غیر مرد اور غیر عورتیں آپس میں ساحلوں پر کھیلتے گھتم گھتا ہوتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ اب تو ہر متمدن شہر میں ننگوں کی کلبیں عام ہو گئی ہیں جن میں بالکل الف ننگی جوان خوبصورت اجنبی حسینائیں اور مرد ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے، سیر کرتے، اکٹھے نہاتے، اٹھتے بیٹھتے اور جو چاہتے سو کرتے ہیں، گویا عورت بہترین کھلونہ ہے جس سے جو

پیرا ۳ سے ثابت ہے کہ حضرت یسوع شیطان سے آزمائے گئے۔ یہ کیسا خدا ہے جس کی آزمائش شیطان کے ساتھ کی جاتی ہے ۔ اسی پیرا سے یہ بھی واضح ہے کہ حضرت مسیح نہ صرف خود وحدانیت کے قائل تھے ، بلکہ اپنے مریدوں اور اُمت کو بھی خدائے واحد کی عبادت کے لئے تلقین کرتے تھے انھوں نے نہ کہیں اپنے آپ کو خدا سمجھا نہ اپنی عبادت کرنے کیلئے کسی کو کہا ۔ آج عیسائی خصوصاً کیتھولک کی طرح انہیں خدا کا شریک مان کر اُن کا بُت بنا کر اُن کی پوجا کرتے ہیں ؟ چوتھے اور پانچویں پیرے سے حضرت مسیح کا مقصدِ مشن ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی آنے والی بادشاہی کی خوش خبری اور منادی کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے تاکہ لوگوں کو اس کے لئے تیار کریں ۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کی بادشاہی سے مراد وہ اپنی بادشاہی اور اپنی ذات لیتے تھے تو اول تو عبارت کے اسیاق و قرائن سے یہ غلط ہے کیونکہ خوش خبری و منادی آئندہ کے لئے ہوتی ہے جو آچکا اور خود ہو وہ دعوے کرتا ہے آئندہ کے لئے خوش خبری نہیں دیتا ۔ دوم حضرت مسیح کبھی بھی خدا کی منشا کے مطابق بادشاہت کو دنیا میں خود قایم نہ کر سکے ، بلکہ بادشاہی جاہ و جلال کی گرد کو بھی نہ پا یا ۔ ایک مفلوک الحال درویش کی زندگی بسر کرتے ہوئے آخر میں حاکم وقت کے حکم سے کوڑے ٹھوکریں اور ٹھوکیں کھانے کے بعد صلیب پہ لٹکا دیئے گئے ۔ یہ خوش خبری اور منادی لامحالہ اس آنے والی خدائی بادشاہی کے بارہ میں تھی جو حضرت محمد رسول اللہ نے دنیا میں آکر نہایت جاہ و جلال سے حق و انصاف ، رحم و کرم ، ایک مضبوط نظام آئین اور قانون کے ساتھ قایم کر کے دکھا دی ۔

پیرا ۷ تا لے کر ۱۶ تک چند نصایح ہیں مگر کیا یہ نصایح کما حقہ قابل عمل ہیں یا کیا حضرت مسیح کے ماننے والے ، بلکہ اُن کی پوجا کرنے والے ان چند نصیحتوں پر بھی عمل پیرا ہو سکے ہیں ؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جواب نفی میں ہے اور ایک مصلح کی

اور کسی پر عمل کریں۔ یہ بھی لطیفہ ہے کہ حضرت مسیح تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی
ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے۔ (پیرا ۱۵ و ۱۷) اور انھوں نے اپنی امت
کو تلقین کی تھی کہ غیر قوموں اور سامریوں (جو گائے کی پوجا کریں) یعنی ہندوؤں
کے پاس ہرگز ہرگز نہ جانا، بلکہ ان کے شہر میں داخل تک نہ ہونا مگر آج
پادری اور عیسائی مشنری اپنے پیغمبر یا ابن خدا کے کس حکم کے تحت غیر اقوام کے
پاس جانے اور انہیں اپنے حلقۂ عیسائیت میں شامل کرنے کی کوشش کرتے
اور شامل کرتے ہیں۔ جب حضرت مسیح غیر اقوام کا ذمہ ہی نہ لیتے نہ ان کے لیے مبعوث
ہو کر آئے ہیں نہ انہیں اپنی مریدی میں باضابطہ شامل کرنا چاہتے ہیں، نہ ان کا یہ مشن
ہے، نہ انہیں خدا کی جانب سے ایسا کہا گیا ہے تو پادری کیوں خواہ مخواہ لوگوں کو ورغلا
کر خراب کر رہے اور انہیں آخرت میں دربدر کر رہے ہیں۔ یہ تو سراسر گمراہی اور دھوکہ
ہے کہ ہیں اپنے حاکم یا مرشد یا نبی کے حکم کے خلاف آکر ذمہ داری پر لوگوں کو
ورغلا دیں اور بعد میں کوئی انعام یا فیض اس سے انہیں نہ دلا سکیں۔ عیسائی
پادریوں یا مشنریوں کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے اگر وہ دنیاوی لالچ اور
پیسے، تنخواہوں کی اغراض سے لوگوں کو عیسائی نہیں بناتے محض مذہبی جوش
وعقیدت سے ایسا کرتے ہیں تو سوچیں کہ آیا وہ ایسا کر بھی سکتے ہیں یا نہیں، کیا
ان کے مرشد نبی یا ابن خدا نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں یا سرے
سے منع ہی تو نہیں کیا؟

حضرت مسیح کی مذکورہ بالا تعلیمات پر ایک نظر ڈالنے اور اناجیل کے مطالعہ
کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ

(۱) حضرت مسیح ایک بڑھئی کے لڑکے تھے (۲) وہ حضرت یحییٰ کے مرید
تھے (۳) ان کی ساری زندگی میں صرف بارہ آدمی ان پر ایمان لائے جن میں سے
ایک یہودا اسکریوتی نے مبلغ تیس روپے حکام سے رشوت لے کر آپ کو

شخص چاہے جی بہلائے۔ حضرت مسیح نے صرف حرامکاری ثابت ہونے پر طلاق جائز قرار دی تھی، یہاں یہ حال ہے کہ ذرا ذرا بات پر مثلاً خاوند خراٹے لیتا ہے۔ عورت نے بچے کو کپڑے دھو کر نہیں پہنائے یا چائے میں چینی کم ڈالی گئی وغیرہ وغیرہ لغو بہانوں پر ہر روز ہزاروں لاکھوں عورتوں کو ان ممالک میں طلاقیں بذریعۂ عدالت دیجاتی ہیں اور شام تک نکاح ثانی بھی ہو جاتے ہیں۔ عورت کو اگر مرد پسند نہ آیا تو ہر روز نئے سے نیا خاوند بدل سکتی ہے، یوں کہیئے کہ زناکاری کی اس کثرت و شدت سے اب ابلیس بھی پناہ مانگتا ہوگا۔

حضرت مسیح نے قسمیں کھانے سے سخت ممانعت فرمائی تھی آج اُن کی تعلیمات پر چلنے والوں کے ہاں اس قدر قسمیں کھانے کا رواج ہے کہ جس کا کوئی حد شمار نہیں اور پادریوں نے یہ قسمیں جائز قرار دے رکھی ہیں، نیکی کا ان لوگوں کو پتہ نہیں، البتہ کبھی صدقہ و خیرات کریں گے تو ہر جگہ اُس کا ڈھنڈورا پیٹیں گے، اخباروں میں شائع کرائیں گے تاکہ اُن کو دوسرے لوگ نیک اور اچھا سمجھیں۔ یہی کا اُن کی دُعاؤں کا ہے کہ سراسر حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نجات ہوگئی اور دن رات دُنیا میں عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں، مال و دولت اکٹھے کرنے کی دھن لگی ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مادہ پرستی، دُنیا داری، دولت مندی اور عیش و عشرت میں عیسائی لوگوں نے باقی مذاہب کے پیروؤں کو مات کر کے رکھ دیا ہے اُن کا یہ طرز و طریق حضرت مسیح کی تعلیمات م ۱۳ و م ۱۲ و م ۱۹ کے سراسر خلاف ہے خود حضرت مسیح کی تعلیم میں بھی بین تناقض ہے کہ ایک طرف کہتے ہیں کہ کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی آگے کردو، اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ میں زمین پر تلوار چلوانے آیا ہوں، سمجھ نہیں آتا کہ ان دونوں بنیادی باتوں میں کس کو سچا مانیں

(۹) حضرت مسیح خدائی بادشاہت کی صرف خوشخبری دیتے والے تھے، انھوں نے کبھی بادشاہت تو کجا معمولی افسری بھی نہیں کی۔ بحیثیت افسر، حاکم یا بادشاہ کے کیا فرائض ہوتے ہیں اور موقع بہ موقع انہیں کیسے حل کیا جائے۔ حضرت مسیح کے پاس اُن کا کوئی جواب نہیں (۱۰) حضرت مسیح تاجر یا کاروباری آدمی بھی نہیں تھے حالانکہ دُنیا میں زندہ رہنے کے لئے تجارت، کاروبار، یا زراعت وغیرہ ضروری چیزیں ہیں، نہ ہی انھوں نے ان پیشوں اور اُن کی پیچیدگیوں پر کوئی روشنی ڈالی۔ بھلا ایک LAY MAN یا کاروباری آدمی کے لئے وُہ کیا رہبری کر سکتے ہیں۔ (۱۱) ساری اناجیل کو پڑھ جائیے حضرت مسیح کی تعلیمات میں کہیں بھی آپ کو فلسفہ، حیات بعد الموت، طبعیات، علم الافلاک کیمسٹری، جغرافیہ، مسئلہ ارتقا وغیرہ وغیرہ گہری علمی و ادبی مسائل پر کوئی نقطہ نہیں مل سکے گا، گویا وُہ علمی، ادبی و سائنسی یا روحانی رنگ میں بھی با ضابطہ معلم نہیں تھے۔

اب بھلا جو شخص نہ شوہر کی مشکلات اور فرائض سے آگاہ ہو نہ باپ کی پریشانیوں کو جانتا ہو، نہ سماجی زندگی کے متعلق کوئی علم رکھتا ہو، نہ قوم یا ملک کی سیاسی حالت سے واقف ہو، نہ کاروبار، تجارت یا زراعت کے پیشوں کے بارہ میں اُن سے متعلقہ مسائل کی علمیت رکھتا ہو، نہ سپاہی ہو، نہ جرنیل ہو، کہ بوقت مصیبت جنگ رہبری کر سکے۔ نہ حاکم یا بادشاہ ہو کہ حق و انصاف و شہادت کے فیصلے دے سکے یا اُن پر اصول مرتب کر سکے اور نہ معلوم ہو کہ علم بھی اُس سے حاصل کر سکیں گے ایسا نامکمل شخص بھی کسی کی رہبری کے قابل ہو سکتا ہے؟ ایک نا سمجھ یا بچہ بھی کہیگا کہ ہرگز نہیں؟ اور ایک نادان بھی اُسے اپنا مرشد تو کجا ایک ORDINARY SOCIAL (LAY MAN بھی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگا۔ میں نے جب ایک دفعہ

مرشد یعنی حضرت مسیح کو دھوکہ و فریب سے پکڑوا دیا۔ شمعون یعنی پطرس نے قسمیں کھا کھا کر اُن کی مریدی سے انکار کر دیا، اور باقی سب مرید اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے (متی ۲۶/۵۶ و ۲۶/۶۹ ع)

(۴) حضرت مسیح کبھی بحیثیت مصلح کے کامیاب نہیں ہوئے (۵) حضرت مسیح نہ خود سوشل آدمی تھے نہ سوسائیٹی یا دنیا کے رہن سہن اور اس کے مسائل پر کوئی تعلیم دے سکتے تھے۔ مثلاً قرابت داری، بیع۔ رہن۔ ہبہ۔ بٹائی۔ تجارت۔ لین دین۔ اقتصادیات و معاشیات کے وسیع، اہم، ضروری اور گہرے مسائل پر نہ وہ کوئی روشنی ڈال سکتے تھے نہ انھوں نے ڈالی۔

(۶) حضرت مسیح نے شادی نہیں کی، نہ وہ بحیثیت خاوند زن و شوہر کے مسائل اور جھگڑوں کو جانتے تھے کہ یہ کس قدر پیچیدہ زندگی ہے، نہ وہ اُن پر کوئی ہدایات دے سکتے تھے، نہ انھوں نے دیں، نہ ہی وہ اولاد والے یا باپ تھے۔ اولاد کی جو پریشانیاں، دُکھ، تکالیف اور فرائض ماں باپ پر ہوتے ہیں اُن سے محض وہ کورے تھے۔ (۷) اناجیل سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نہ لیڈر تھے نہ قوم نے کبھی اُن کی لیڈری کو تسلیم کیا۔ غیر اقوام اور ملکوں کے ساتھ سیاسی تعلقات و مسائل کی انہیں کوئی خبر نہ تھی (۸) جنگ ایک ناگزیر شے ہے جب تک دنیا میں انسان ہیں جنگ ہونا لازمی ہے مگر جنگ کس طرح لڑی جائے۔ قیدیوں، سپاہیوں اور مفتوحہ لوگوں سے کیسا سلوک کیا جائے اس کے لئے آج تک عیسائیت میں کئی دفعہ پیچیدہ سوالات پیدا ہوئے۔ عیسائی پادری کوئی جواب نہ دے سکے اور عیسائی فاتحین نے مظلوم عورتوں اور بچوں کو بھی مردوں کے ساتھ موت کی نیند سلا دیا، اور لرزہ خیز افعال شنیعہ کرتے رہے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ حضرت مسیح نہ خود کبھی سپاہی تھے نہ جرنیل اور نہ جنگ کے مسائل و مصائب کو جانتے تھے

کہ وہ کسی قوم، یا ملک میں سے ایک بھی ایسا نبی، دیوتا، پیغمبر، رشی، اوتار، یا مُنی دکھا دیں جو بیک وقت گورو، یا روحانی معلم و مرشد بھی ہو، سماجی رہبر بھی ہو، فلسفہ و اخلاقیات کا استاد عظیم بھی ہو، تجارت پیشہ ار ہو، سپاہی ہو، جرنیل ہو، ایڈمنسٹریٹر ہو، ملازم ہو، شوہر ہو، دوست و رفیق ہو، باپ ہو، حاکم و بادشاہ ہو، اور ساتھ ہی درویش بھی ہو، تمام دنیا کی تاریخیں چھان ماریں، سوائے محمدؐ رسول اللہ کے آپ کو ایک بھی ایسا مکمل و اشرف انسان نہیں ملے گا۔ اتنی عظیم شخصیت کے باوجود پھر بھی ہم حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ایک بندہ اور پیغام پہنچانے والا ہی مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کو حضرت محمدؐ صلعم کے مقابلے میں کیا مانا جاسکتا ہے۔

ایک پادری کو بھی باتیں بتایئں اور اُس سے پوچھا کہ بتاؤ ایسے ناکمل شخص کی رہبری مجھے کیا فائدہ دیگی تو وہ حیران رہ گیا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہ حضرتِ محمدؐ رسول اللہ کا حضرتِ مسیح اور اُن کی اُمت پر احسان ہے کہ اُنہیں نبی برحق کہا ورنہ واللہ! میں ایسے ناکمل شخص کو ایک معمولی مومن بھی مشکل سے تصور کرتا اگر قرآن مجید یہ فیصلہ نہ دے دیتا کہ مسیح خدا کی جانب سے نبی تھے۔ بہر حال میں اُنہیں نبی تسلیم کرتا ہوں مگر ایک نہایت ہی ناکام، ناکمل، درویش نبی! خصوصاً جبکہ اُن کا مقابلہ حضرتِ محمدؐ رسول اللہ جیسی عظیم الشان ہستی و شخصیت سے کیا جاتا ہے تو حضرتِ مسیح اُس کوہ کے مقابلے میں ایک کاہ نظر آتے ہیں۔ کوئی زندگی کا ایسا شعبہ نہیں جس میں حضرتِ محمدؐ رسول اللہ نے مکمل روشنی نہ ڈالی ہو، زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو اُنھوں نے حل نہ فرمایا ہو اور زندگی کی کوئی شاہراہ ایسی نہیں جس میں اُنھوں نے کما حقہ رہبری نہ فرمائی ہو، خواہ وہ شاہراہ اقتصاد کا ہو، خواہ سماجی، خواہ قانونی، خواہ تجارتی، خواہ فوجی، خواہ ملازمتی، خواہ نظم ونسق سے متعلقہ، خواہ مستورات کے بارہ میں، خواہ اولاد کے بارہ میں خواہ وراثت سے متعلقہ ہو، خواہ عبادت سے، خواہ موجودہ دُنیا کی زندگی ہو خواہ آخرت کی، خواہ دُنیا کی عدالت ہو یا آخرت کی عدالت، خواہ فلسفہ ہو، خواہ کائنات کے سائنٹی علوم، خواہ مادیت ہو خواہ روحانیت، الغرض انسان اُس بحرِ بیکراں کے سامنے ایک قطرے کی مانند حقیر، گھٹیا محسوس کرتا ہے اور کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جسے محمدؐ جیسا مکمل لیڈر ہاتھ آجاتے اور کتنا بد قسمت ہوگا وہ انسان جو ایسے بُلند ترین مرتبت لیڈر کو چھوڑ کر ایک ناہل، ناکمل شخص کے پیچھے لگ جاتے جو نہ دُنیا، نہ دین، کسی ایک بھی راستے پر رہنمائی نہیں کر سکتا۔ ہمارا یہ چیلنج تمام دُنیا کے مذاہب کو ہے

(۶) ایک سردار نے آکر اُسے سجدہ کیا اور کہا۔ میری بیٹی ابھی مری ہے لیکن تو چل کر اپنا ہاتھ اُس پر رکھ تو وہ زندہ ہو جائیگی۔ اُسنے اندر جا کر اُس کا اُس کا ہاتھ پکڑا اور لڑکی اُٹھی (متی ۹ب ۱۸-۲۵ ع) (۷) ایک عورت نے جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا اُس کے پیچھے آکر اُس کی پوشاک کا کنارہ چھوا پس وہ عورت اُسی گھڑی اچھی ہو گئی (متی ۹ب ۲۰ ع) (۸) دو اندھے اُس کے پیچھے یہ پکارتے ہوئے چلے کہ اے ابن داؤد ہم پر رحم کر۔۔۔۔ تب اُسنے اُن کی آنکھیں چھو کر کہا تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے لئے ہو اور اُن کی آنکھیں کھل گئیں (متی ۹ب ۲۷-۳۰ ع) (۹) اُنھوں نے اُسی سے کہا۔ کہ یہاں ہمارے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ اُسنے کہا وہ یہاں میرے پاس لے آؤ اور اُسنے لوگوں کو گھاس پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر اُسنے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت دی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں اور شاگردوں نے لوگوں کو ۔ اور سب کھا کر سیر ہو گئے ، اور اُنھوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اُٹھائیں اور کھانے والے عورتوں اور بچوں کے سوا پانچ ہزار مرد کے قریب تھے (متی ۱۴ب ۱۴-۲۱ ع) (۱۰) اور جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا اُسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا ایک درخت دیکھ کر اُس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اُس میں کچھ نہ پا کر اُس سے کہا کہ آیندہ تجھ میں کبھی پھل نہ ہونگے اور انجیر کا درخت اُسی دم سوکھ گیا (متی ۲۱ب ۱۸ ع)

حضرت مسیح کی الوہیت (خدائی) کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حوالے بھی قابل غور ہیں :۔

از ڈاکٹر محمد ضیا احمد قریشی ایم۔اے۔پی ایچ ڈی۔

حضرت مسیح کی الوہیت اور اسلام

حضرت مسیح کی الوہیت (یعنی وہ خدا ہیں) کو ثابت کرنے کیلئے پادری اور عیسائی مشنری اُن کا رُوح القدس کی مدد سے پیدا ہونے کے علاوہ اُن کے مندرجہ ذیل معجزات کو پیش کرتے ہیں:-

۱۔ ایک کوڑھی نے پاس آکر اُسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔ اُسنے ہاتھ بڑھا کر اُسے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جا۔ وہ فوراً کوڑھی سے پاک صاف ہو گیا۔ (متی ۸ باب ۲-۴) (۲) کفرنحوم کے صوبہ دار کا خادم فالج میں مبتلا تھا حضرت مسیح کے کہنے سے ہی وہ شفا پا گیا (متی ۸ باب ۵ تا ۱۳) (۳) شام ہوئی تو اُن کے پاس بہت سے لوگوں کو لائے جن میں بدروحیں تھیں اسنے روحوں کو زبان ہی سے نکال دیا اور سب بیماروں کو اچھا کر دیا (متی ۸ باب ۱۶) (۴) جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی لہروں میں چھپ گئی مگر وہ (مسیح) سوتا تھا اُنھوں نے پاس آکر اُسے جگایا اور کہا۔ اے خداوند ہمیں بچا ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ اُسنے اُن سے کہا۔ اے کم اعتقاد و ڈرتے کیوں ہو! تب اُسنے اُٹھ کر ہوا اور پانی کو ڈانٹا اور بڑا امن ہو گیا اور لوگ تعجب کر کے کہنے لگے کہ یہ کیسا طرح کا آدمی ہے کہ ہوا اور پانی بھی اسکا حکم مانتے ہیں (متی ۸ باب ۲۴-۲۷) (۵) لوگ ایک مفلوج کو چارپائی پر پڑا ہوا اس کے پاس لائے اُسنے مفلوج سے کہا۔ اٹھ اپنی چارپائی اُٹھا اور اپنے گھر چلا جا وہ اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا (متی ۹ باب ۱-۷)

جو کچھ یہ تم سے کہے وُہ کرو۔ وہاں یہودیوں کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور اُن میں دو دو یا تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسُوع نے اُن سے کہا۔ مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پھر اُنھوں نے اُن کو لبالب بھر دیا۔ پھر اُسنے اُن سے کہا اب نکالکر میر مجلس (ساقی) کے پاس لے جاؤ پس وُہ لے گئے۔ جب ساقی نے وُہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنھوں نے پانی بھرا تھا جانتے تھے) تو ساقی نے دُلہا کو بلاکر اُس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اُس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسُوع نے قانای گلیل میں دکھاکر اپنا جلال ظاہر کیا۔ اور اُس کے شاگرد اُس پر ایمان لائے [یوحنا ۲/۱-۱۱]

خداوند خدا یسُوع کی حالتِ زار۔

۳۔ اُنھوں نے اُس کے مُنہ پر تھوکا اور اُسے مُکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا [متی ۲۶/۶۷]

(پیلاطس نے) یسُوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا کہ مصلوب ہو [متی ۲۷/۲۶] اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسُوع کو قلعہ میں لے جاکر ساری پلٹن اُس کے گرد جمع کی اور اُس کے کپڑے اُتار کر اُسے قرمزی چوغہ پہنایا۔ اور کانٹوں کا تاج بناکر اُس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اُس کے دہنے ہاتھ میں دیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اُس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لیکر اُس کے سر پر مارنے لگے [متی ۲۷/۳۰]

۴۔ پھر وُہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دِل سوزی سے دُعا کرنے لگا اور اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا

۱۔ حضرت مسیح کا علمائے یہود اور لوگوں کو گالیاں دینا۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! (متی ۲۳/۱۴) تم اُسے (مرید) کو اپنے سے دُونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو (متی ۲۳/۱۵) اے اندھے راہ بتانے والو تم پر افسوس (متی ۲۳/۱۶) اے احمقو اور اندھو سونا بڑا ہے یا مقدس جنے سونے کو مقدس کیا (متی ۲۳/۱۷) تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں میں انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے (متی ۲۳/۲۳) پیالی اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں (متی ۲۳/۲۵) تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں (متی ۲۳/۲۷) تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو (متی ۲۳/۳۱) اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچوگے؟ (متی ۲۳/۳۳)

۲۔ حضرت مسیح شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ پھر پیالہ لیکر شکر کیا اور اُن کو دیکر کہا۔ تم سب اس میں سے پیو کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ کے پھر کبھی نہ پیوں گا اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہی میں نیا نہ پیوں (متی ۲۶/۲۹)

پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب شراب ختم ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا۔ کہ اُن کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا۔ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے۔ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اس کی ماں نے خادموں سے کہا۔

جھٹلانے کی وجہ ۹" میں، مختصر مگر جامع روشنی ڈالدی ہے۔ دوسرا نکتہ جس پر اُن کی الوہیت کا سارا دارومدار ہے وُہ اُن کے چند معجزات ہیں "کہا جاتا ہے کہ یہ معجزات طاقت بشری سے بالا ہیں، سوائے خدا کے کوئی اُنہیں بروئے کار نہیں لاسکتا، یا نہیں دکھا سکتا اِس واسطے حضرت مسیح انسان نہیں بلکہ خود خدا تھے جنہوں نے خُدا کا روپ دھارا تھا۔ (یعنی :-

(INCORNATION OF GOD) یہ ایسا ہی لغو اور غلط عقیدہ ہے جیسا مشرکین نے اپنے رشیوں، منیوں یا بعض بزرگوں کے متعلق اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ انسانی کمزوری کی ابتداء ہے کہ خوارق العادات دیکھ کر کسی انسان کو انسان نہیں بلکہ خالق و مالک سمجھ بیٹھتا ہے اور کمزوری کی انتہا یہ ہے کہ انسان سے بھی گری ہوئی مخلوق یعنی جانوروں، درندوں، درختوں پتھروں اور دیگر نوبہات و مخلوقات کے آگے گرتا اور سجدہ ریزی کرتا ہے حالانکہ ان جانوروں، پتھروں اور درختوں میں خداتعالیٰ نے یا تو کچھ فوائد انسان کے لیئے رکھے ہوتے ہیں یا تخت و ہراس کی بعض قوتیں پیدا کی ہوتی ہیں یہ سنت اللہ میں ہے کہ بعض دفعہ وُہ انسان کو اپنی طاقتوں کا یقین دلانے کے لیئے اپنے کسی بندہ کے ہاتھ سے خوارق العادات ظہور پذیر کراتا ہے خداتعالیٰ کے مُقرب انسانوں پر ایک وقت یا ایک مقام یا ایک منزل آجاتی ہے کہ وُہ اُس وقت یا اُس گھڑی عشق الٰہی میں بالکل فنا ہو جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے جلال و انوار کی تجلی اُن پر ڈالتا ہے (یہ نہیں کہ نعوذ باللہ خدا خود اُن میں حلول کر جاتا ہے) پس اُس وقت اُس جلال و قوت سے اُن کے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ خالقی صفت کے تحت جو وُہ کہتے ہیں، وُہی ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ اور اس طاقت کو جو طاقت بشریت سے ورائے ہوتا ہے معجزہ یا کرامات یا خوارق و

جب دُعا سے اُٹھ کر شاگردوں کے پاس آیا تو اُنہیں غم کے مارے سوتے پایا اور اُن سے کہا۔ تم سوتے کیوں ہو؟ اُٹھ کر دُعا کرو تاکہ آزمایش میں نہ پڑو۔ [لوقا ۲۲: ۴۵]

اور جو آدمی یسُوع کو پکڑے ہوئے تھے اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور مارتے تھے۔ اور اُس کی آنکھیں بند کر کے اُس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا اور اُنھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اُس کے خلاف کہیں۔ [لوقا ۲۲: ۶۳]

سپاہیوں نے بھی پاس آکر اور سرکہ پیش کر کے اُس پر ٹھٹھا مارا اور کہا۔ کہ اگر تو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے آپ کو بچا اور ایک نوشتہ بھی اُس کے اُوپر لگا یا گیا تھا کہ "یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے"۔ [لوقا ۲۳: ۳۶]

اس پر پیلاطس نے یسُوع کو لے کر کوڑے لگوائے اور سپاہیوں نے کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا اور اُسے ارغوانی پوشاک پہنائی اور اُس کے پاس آ آ کر کہنے لگے۔ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اُس کے طمانچے بھی مارے [یوحنا ۱۹: ۱]

مایوسی اور نامرادی کے کلمات۔

لہ۔ تیسرے پہر کے قریب یسُوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا "ایلی ایلی لما شبقتنی! یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ [متی ۲۷: ۴۶]

حضرت مسیح کی خدائی کے ثبوت میں جو کچھ اناجیل میں لکھا ہے وہ جملہ عبارتیں اُوپر آ چکی ہیں۔ یہ کہ وہ رُوح القدس سے پیدا ہوئے بشر نہیں تھے اور اسی بنا پر ابن مریم کہلاتے تھے۔ اس عقیدہ کے سائینٹفی، عقلی و نقلی ابطال میں ہم نے اپنے مضمون "حضرت مسیح کی بشریت اور ابن مریم

و خاک وہاں خاک پاک سے کریں گے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اگر اس قسم کے معجزات (کرامات) والے انسان اپنے آپ کو خاک پائے رسول اللہ سے زیادہ نہیں سمجھتے تو ہم حضرت مسیح کو کس طرح خدا کا رتبہ دے سکتے ہیں؟ ہم مانتے ہیں کہ از روئے اسلام نبی کا مقام ولی کے مقام سے ہمیشہ بلند و بالا ہوتا ہے مگر یہ مثال ایسی ہے جیسے دنیا میں کئی چھوٹے چھوٹے مطلق العنان بادشاہ ہوں تب بھی اُن کے مقابلے میں بڑی بڑی بادشاہتوں کیا (مثلاً برطانیہ، امریکہ، روس وغیرہ) کے گورنر یا وائسرائے وغیرہ ملازماں ہونے کے با وجود طاقت وسطوت میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں مگر وہ بادشاہ نہیں کہلاتے۔ نبی کریم صلعم کے اولیاء ایسا ہی عالی مرتبت گورنر اور وائسرائے ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل ایسے ہی چھوٹے چھوٹے بادشاہ تھے۔ ہم معجزات (یعنی کرامات، کیونکہ جو خوارق عادت واقعہ کسی ولی سے ظہور ہو اُسے کرامت کہتے ہیں، معجزہ نہیں کہتے جو نبی سے ظہور پذیر ہو اُسے معجزہ کہتے ہیں یہ صرف لفظی تنازع ہے معانی ایک ہی ہیں) کا بہ مقابلہ تاریخی یعنی نقلی اور مشاہداتی یعنی عقلی دونوں طور پر انشاء اللہ کریں گے تاکہ ہمیشہ کے لئے اتمام حجت ہو جائے۔ یوں تو اسلام میں خدا کے فضل سے ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانہ میں کثرت سے اولیاء اللہ گذرے ہیں اور ہر ولی کی بکثرت کرامات ہیں اگر ہم ان سب کا تذکرہ کرنے بیٹھیں تو ہزاروں نہیں لاکھوں صفحات درکار ہونگے اور مصنفین کی ایک لاتعداد جماعت ہونی چاہیئے جو اُن واقعات کو برسوں میں جمع کر سکے گی اس لئے ہم نمونہ مشتے از خروارے کے مصداق صرف ایک مستند کتاب میں سے چند ایک اولیاء اللہ کی کرامات بتائیں گے۔ یہ کتاب تاریخ تصوف اسلام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور آج نہیں بلکہ آج سے آٹھ سو

عادات کہا جاتا ہے۔ ان معجزوں یا کراماتوں کے متعلق کوئی سائنسی دلیل یا تجزیہ پیش نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سائنس کا علم ابھی تک اس مقام پر نہیں پہنچا، مگر تاریخ، عقل و نقل سے ثابت ہے کہ اس قسم کے خوارق عادت واقعات دنیا میں ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح تک بائیبل کی جتنی کتابیں ہیں اُن میں اس قسم کے معجزات بھرے پڑے ہیں مگر تعجب ہے کہ ان پیغمبروں کو کسی نے بھی خدا نہیں کہا، یہاں تک کہ وہ مذاہب جن میں دیوتاؤں، دیویوں، جنوں اور بھوتوں کی پرستش کی جاتی ہے اُن کے ہاں بھی بڑے بڑے حیرت انگیز خوارق عادت واقعات آپ کو ملیں گے، کیونکہ شیطانوں کی قوت انسانوں کی قوت سے بہت بالا پیدا کی گئی ہے، اور وہ اپنی جادوگری سے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر کے انسانوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔ اسی لئے اسلام میں خوارق عادت باتوں یا واقعات کو ہمیشہ ولایت کی نشانی قرار نہیں دیا بلکہ ولایت اور خدا تعالیٰ کا مقرب ہونے کے لیے، اور بہت باتیں و شرائط ہیں جن کا دیکھنا ضروری ہے۔ بہرحال چونکہ عیسائیت نے حضرت مسیح کی الوہیت کا دارومدار معجزات ہی پر رکھا ہے اس لئے ہم معجزات کا جواب معجزات سے دیں گے، مگر حضرت مسیح کے معجزات کے مقابلے میں حضور سلطان الانبیاء و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہیں پیش کریں گے کیونکہ اول تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس قدر شاندار، تعداد میں اتنے زیادہ اور اقسام میں اتنے مختلف ہیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں اور یہ مثال ایسی ہو جائیگی جیسے ایک قطرے کا مقابلہ سمندر سے کیا جا رہا ہے، اور یوں بھی حضور تاجدار مدینہ نے فرمایا کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہوں گے اس لئے ہم حضرت کے معجزات کا مقابلہ آں حضرت صلعم کے غلامانِ غلام

دام ادا کر دیتے ۔ ص۱۴۵

حضرت رابعہ بصری ایک دفعہ قافلہ کے ساتھ اپنے گدھے پر اپنا اسباب لادے جنگل میں جارہی تھیں کہ وہ گدھا جنگل میں مرگیا۔ لوگوں نے کہا ہم سامان اٹھاتے ہیں مگر آپ نہ مانیں اور کہا مجھے خدا پر بھروسہ ہے سب قافلہ چلا گیا۔ تو دعا کی کہ الٰہی بادشاہ ایک عاجز عورت کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں کہ تو نے مجھے اپنے گھر بلایا اور رستہ میں میرے گدھے کو مار ڈال کر بیابان میں تنہا چھوڑ دیا ابھی مناجات ختم نہ ہوئی تھی کہ گدھا اٹھ کھڑا ہوا اور رابعہ اس پر اسباب لاد کر مکہ چلی گئیں۔ (ص۵۷)

ایک دوسری مرتبہ رابعہ حج کو جارہی تھیں جب نزدیک پہنچیں تو کعبہ نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور ان کے استقبال کو چلا۔ شور پڑ گیا حضرت ابراہیم ادھم نے دیکھا کہ رابعہ بڑھیا لاٹھی ٹیکتی آرہی ہیں، پوچھا۔ رابعہ! یہ تم نے جہاں میں کیسا غل ڈالدیا ہے کہ کعبہ کی عمارت اپنی جگہ سے ہل کر تیرے تک پہنچی۔ کہا میں مکان کی زیارت کیلئے نہیں بلکہ مکان والے کی زیارت کے لئے آئی ہوں اسی لئے مکان پر لازم ہے کہ میرا استقبال کرے۔ (ص۵۷)

رابعہ ایک دن پہاڑ پر گئیں تو ہرن اور گورخر ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کا نظارہ کرنے لگے۔ (ص۶۰)

خواجہ حسن بصری نے ایک دن رابعہ کو فرات کے کنارے بیٹھا دیکھا تو حسن نے پانی پر جاء نماز ڈال کر کہا۔ اے رابعہ آؤ یہاں دو رکعت نماز پڑھیں۔ رابعہ نے کہا۔ اے استاد جب بازار دنیا میں آپ اہل آخرت کو پیش کرتے ہیں تو ایسی بات چاہیے جس سے آپ کی استاد

پیشتر لکھی گئی تھی اس کا نام تذکرۃ الاولیاء ہے۔ اسے اسلام کے مشہور باستیاز صوفی اور ولی اللہ حضرت خواجہ فریدالدین عطار (۵۱۳ھ تا ۶۲۶ھ) نیشاپوری نے ستر اسی سالہ محنت و تحقیقات و سفروں کے بعد تصنیف فرمایا تھا اس کے واقعات کی حقیقت کو آج تک اسلام کے کسی محقق، مورخ، امام یا مجدد نے نہیں جھٹلایا۔ پس اسی مستند کتاب میں سے یہ چند حوالے مختصراً پیش کئے جاتے ہیں:-

حضرتِ خواجہ حسن بصری رح ہر روز بصرہ سے ظہر کی نماز پڑھنے مکہ معظمہ میں نمودار ہوا کرتے اور عصر کی نماز بصرہ میں پڑھا کرتے تھے (ان دونوں نمازوں میں درمیانی وقفہ دو تین گھنٹے کا ہے) اور بصرہ سے مکہ کا فاصلہ آٹھ سو میل ہے) صفحہ ۳۱

ایک دفعہ ایک عورت کا لڑکا گم ہوگیا وہ سخت روتی تھی حبیب نے اس کے لیے دعا کی اور فرمایا۔ جا وہ آگیا ہے۔ عورت نے گھر پہنچتے ہی اپنے لڑکے کو دیکھ کر چیخ ماری کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ اس کا حال پوچھا۔ لڑکے نے کہا میں کرمان شہر میں تھا۔ گوشت لینے بازار گیا۔ وہاں ایک آندھی چلی میں نے آواز سنی اسے اس کے گھر پہنچا دے دیکھتا ہوں تو اب میں بصرہ میں ہوں (بصرہ سے کرمان سینکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے) حبیب کو آٹھویں ذوی الحجہ کو بصرہ میں دیکھا اور نویں ذوی الحجہ کو بصرہ میں (بصرہ اور عرفات میں آٹھ سو میل کا فاصلہ اس زمانے میں پیدل یا گھوڑے پر ایک دن میں کس طرح طے ہوسکتا تھا) صفحہ ۴۳

ایک مرتبہ بصرہ میں سخت قحط پڑا تو حبیب نے بہت سا کھانا اُدھار خرید کر فقیروں کو دیا اور ایک خالی تھیلی سی کر سرہانے رکھ لی۔ جب لوگ تقاضے کو آتے تو تھیلی باہر نکالتے جو روپیوں سے بھری ہوتی اور

حضرتِ ادھم ایک بزرگ کے ساتھ پہاڑ پر باتیں کر رہے تھے کہ آپ سے سوال کیا آدمی کے کمال کا کیا نشان ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ اگر پہاڑ سے کہے تو چلنے لگ پڑے۔ اسی وقت پہاڑ چلنے لگا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ اے پہاڑ میں تجھے چلنے کے لئے نہیں کہتا، بلکہ مثال بیان کرتا ہوں تو پہاڑ اسی وقت ٹھہر گیا (ص ۹)

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں کشتی میں ابراہیم کے ساتھ تھا مخالف آندھی اس قدر چلی کہ غرق ہونے کا خطرہ ہوا۔ ہوا سے خود ہی آواز آئی کہ غرق ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ تمہارے ساتھ ابراہیم ادھم ہیں اور فوراً بند ہو گئی۔ (ص ۹)

ابراہیم ایک کشتی میں تھے تو ایک موجِ عظیم اٹھی آپ نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ اور کہا الہٰی کیا تو ہم کو غرق کریگا حالانکہ تیری کتاب ہمارے پاس ہے۔ موج فوراً رک گئی اور آواز آئی ایسا نہ کر (ص ۹)

حضرتِ ابراہیم ادھم ایک بار کشتی میں بیٹھنا چاہتے تھے مگر روپیہ پاس نہ تھا اور ملاح ایک دینار مانگتے تھے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر کہا۔ الہٰی یہ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں، اسی وقت دریا کی سب ریت سونا ہو گئی آپ نے ایک مٹھی سونا اٹھا کر ان کو دیدیا۔ (ص ۹)

حضرتِ ادھم ایک روز دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے اور کپڑے میں پیوند لگا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا۔ ملکِ بلخ کے چھوڑنے سے تم نے کیا پایا (حضرتِ ابراہیم ادھم اوائل میں ملکِ خراسان کے بادشاہ تھے۔ پھر بادشاہت چھوڑ کر درویش ہو گئے تھے) آپ نے سوئی دجلہ میں ڈال کر مچھلیوں سے کہا۔ کہ دریا کی مچھلیو میری سوئی ڈھونڈ لاؤ ہزاروں مچھلیاں دجلہ کی سطح پر آ گئیں اور ہر ایک کے منہ میں سونے کی سوئی

عشق عاجز ہوں۔ پھر رابعہ نے ہوا میں سجادہ ڈال کر کہا۔ اے حسن یہاں آؤ تاکہ خلق کی آنکھ سے زیادہ پوشیدہ ہو کر عبادت کریں۔ پھر رابعہ نے کہا۔ اے استاد جو آپ نے کیا ایک مچھلی کرتی ہے، اور جو میں نے کیا ایک مکھی کرتی ہے کام ان دونوں سے باہر ہے۔ (ص۱۶)

ایک دن حسن دوستوں کے ہمراہ رابعہ کے یہاں گئے وہاں چراغ نہ تھا اور ان کو چراغ چاہیئے تھا۔ رابعہ نے اپنی انگشت پر پھونک ماری اور صبح تک اپنی انگشت سے چراغ جلایا۔ صبح ہاتھ پر نشان تک نہ تھا۔

حضرت ابراہیم ادھم سے ایک ہرن نے باتیں کیں (ص۱۸)

حضرت ابراہیم ادھم سے ستر مردوں (جو شہید کر دیئے گئے تھے اور خون سے تر بہ تر تھے) نے بات چیت کی (صفحہ ۸۲)

محمد مبارک صوفی کہتے ہیں۔ میں ابراہیم کے ہمراہ بیت المقدس کے بیابان میں تھا۔ قیلولہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے اتر کر چند رکعت نماز پڑھی۔ اس درخت سے آواز آئی اے ابوالاسحٰق مجھے مشرف کیجیے میرے اناروں میں سے کچھ کھا ئیے۔ ابراہیم نے سر نیچے ڈال لیا۔ تین بار درخت نے یہی کہا۔ پھر مجھ سے کہا۔ اے ابو محمد میری سفارش کرو۔ کہ یہ انار کھالیں۔ میں نے کہا۔ اے ابو اسحٰق سنتے ہو فرمایا سنتا ہوں اور دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا ایک آپ کھایا۔ مگر ترش تھا۔ اور وہ درخت چھوٹا تھا۔ جب ہم لوٹ کر آئے تو وہ درخت بلند اور بڑا ہو گیا تھا اس کا انار شیریں تھا۔ اور سال بھر میں دو دفعہ پھل لاتا تھا۔ لوگوں نے آپ کی برکت سے اس کا نام رمان العابدین رکھا تھا، اور عابد اس کے سایہ میں بیٹھتے تھے۔

ٹکڑوں کو ہاتھ سے مَل کر پھونک ماری ۔ تو وہ یاقوت کے تین ٹکڑے ہو گئے ۔ کہ ایسے کسی نے دیکھے نہ ہونگے ۔ فرمایا ۔ ان کو بازار میں لے جا کر جوہریوں کو دکھا اور قیمت پوچھنا مگر فروخت نہ کرنا وہ بازار میں لے گیا اور دکھائے تو جوہریوں نے ہر ایک ٹکڑے کی قیمت ایک لاکھ دینار بتائی ۔ اُس نے آکر ذوالنون سے کہا ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاون دستہ میں رکھ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے ۔ اور پانی میں ڈال دے ۔ اور سمجھ لے کہ درویشوں کے سامنے دنیا کیا ہے ۔ (صـ۱۰۹)

ایک مرتبہ کسی نے ذوالنون سے آکر کہا ۔ مجھ پر قرضہ ہے میرے پاس دام نہیں ۔ آپ نے ایک پتھر زمین سے اُٹھا کر اُسے دیدیا وہ پتھر اسی وقت زمرد ہو گیا ۔ اس نے چار سو درم میں بیچ کر اپنا قرضہ ادا کیا ۔ (صـ۱۱۱)

ہزار مُرید احمد خضرویہ کے بایزید کے پاس گئے جن میں سے ہر ایک پانی پر چلتا اور ہوا میں اُڑتا تھا اندر حجرہ میں صرف وہ گئے جو مشاہدہ بایزید کی طاقت رکھتے تھے باقی باہر ٹھہرے ۔ احمد نے بایزید سے کہا ۔ اے شیخ میں نے ابلیس کو آپ کے کوچہ میں دار پر لٹکا ہوا دیکھا ہے فرمایا ہاں اُس نے عہد کیا تھا شہر بسطام کے گرد نہ آؤں گا ۔ اُس وقت ایک شخص کو اُس نے وسوسہ دیا ۔ شرط یہ ہے کہ بادشاہ کی درگاہ میں چوروں کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے (لہذا ہم نے شہر بسطام کے ابلیس کو پھانسی دیدی)

ایک شخص نے حضرت بایزید سے پوچھا ۔ ہم آپ کے ساتھ فضا میں ایک جماعت دیکھتے ہیں وہ کون ہیں فرمایا ۔ فرشتے ہیں ۔ مجھ سے علوم پوچھتے ہیں اُن کو جواب دیتا ہوں ۔ (صـ۱۳۵)

حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا ۔ خدا تعالیٰ نے مجھے دو ہزار مقام میں

تھی۔ آپ نے فرمایا۔ میں اپنی وہی مچھلی چاہتا ہوں، ایک چھوٹی مچھلی آہستہ آئی
اور آپ کی سوئی منہ میں لاکر سامنے رکھدی۔ پھر فرمایا۔ سب سے کمتر چیز جو
میں تھے ملک بلخ ... چھوڑنے میں پائی یہ ہے (سبحان اللہ۔ جانوروں، ہواؤں
پانیوں، پہاڑوں اور ریت پر حکومت سب سے کمتر چیز ہے تو اس سے بہتر
اور افضل تر بن غلام محمد کے پاس کیا ہوگا؟) (ص ۹)

حضرت ادھم ایک دن ایک کنویں پر پہنچے ڈول اندر ڈالا تو سونے
سے بھرا ہوا نکلا، اسے پھینک دیا دوسری مرتبہ ڈالا تو چاندی سے بھرا
ہوا آیا۔ اسے بھی پھینک دیا۔ تیسری مرتبہ مروارید سے بھرا آیا۔ تو آپ نے
کہا الہٰی تو میرے سامنے خزانہ پیش کرتا ہے میں اس پر فریفتہ نہ ہوں گا
مجھے پانی دے تاکہ طہارت کروں۔ (ص ۹)

ایک مرتبہ ابراہیم ادھم حج کو جارہے تھے چند لوگ آپ کے ساتھ
تھے۔ انھوں نے کہا ہمارے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ فرمایا اگر زر کا طمع
ہے تو اس درخت کو دیکھو۔ انھوں نے دیکھا تو حق تعالیٰ کی قدرت سے
بالکل سونا ہوگیا تھا۔" (ص ۹)

ایک نوجوان جسے میراث میں ایک لاکھ دینار ملے تھے حضرت ذوالنون
مصری کے ہاتھ پر تائب ہوکر درویش ہوگیا اور ایک لاکھ دینار خیرات
کرڈالے۔ ایک دفعہ کسی فقیر کو دینے کے لیے اُسے روپیہ کی احتیاج ہوئی
پاس کچھ نہ تھا۔ کہا۔ افسوس۔ اگر ایک لاکھ دینار اور ہوتے تو میں آج
صرف کرتا۔ شیخ نے یہ سنا کہ کہا ابھی دینار اس کی نظر میں ہے۔ اُسے
فرمایا۔ کہ فلاں عطار سے جاکر فلاں دوائی اس قدر لے آؤ۔ وہ جاکر لے
آیا۔ فرمایا۔ ہاون دستہ میں کوٹ کر اس کے تین چھرے بناؤ اور ہر ایک
میں سوئی سے سوراخ کرکے لے آؤ، چنانچہ وہ لے آیا۔ شیخ نے ان

لگا اور اُن کی مُتابعت پر مُداومت کر..... (ص ۱۵)

سہل بن عبد اللہ تستری کے پاس شیر و درندے آیا کرتے تھے آپ اُن کا خیال رکھتے اور کھانے کو دیتے۔ اسی لیے آج تک اُس گھر کو بیت السباع کہتے ہیں (ص ۲۲۶)

سہل تستری کا ایک مرید تھا۔ ایک مرتبہ اُسے میرے لکڑی لگی خون زمین پر ٹپکتا تھا تو اللہ ہی کا نقش ظاہر ہوتا تھا۔ (ص ۲۲۰)

حضرت سہل رح کا جنازہ لے جاتے تھے کہ ایک ستر سالہ یہودی نے جنازہ کو دیکھ کر آواز دی۔ اے لوگو! جو میں دیکھتا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو۔ پوچھا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہا فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اور اپنے آپ کو اُن کے جنازے پر ملتے ہیں اور اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہو گیا۔ (ص ۲۳۵)

ایک روز سلیمان وارانی رح حال میں تھے۔ احمد حواری رح سے کہا۔ تنور گرم ہے۔ احمد وہاں جاکر بیٹھ گئے جب دیر گذری تو سلیمان رح کو احمد رح کی یاد آئی۔ کہا۔ اُن کو تلاش کرو۔ مگر وہ نہ ملتے تھے پھر کہا تنور میں دیکھو انھوں نے عہد کیا ہے میری مخالفت نہ کریں گے۔ دیکھا تو جلتے ہوئے تنور کے اندر بیٹھے تھے مگر ایک بال بھی نہیں جلا تھا۔ (ص ۲۵۰)

ابو تراب رح ایک بار مُریدوں کے ہمراہ صحرا میں جارہے تھے اصحاب پیاسے تھے اور وضو کرنا چاہتے تھے۔ آپ سے عرض کیا آپ نے ایک خط زمین پر کھینچ دیا۔ اسی وقت وہاں سے پانی نکل آیا۔ اور انھوں نے پیا اور وضو کیا۔ ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ میں ابو تراب کے ہمراہ جنگل میں تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ میں پیاسا ہوں تو آپ نے زمین پر پیر مار دیا جس سے پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ اُسنے کہا۔ میں پیالہ سے پینا

اپنے سامنے حاضر کیا، اور ہر مقام میں ایک مملکت میرے سامنے پیش کی، میں نے قبول نہ کی۔ آخر پوچھا۔ اے بایزید کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا تیرے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ (ص ۱۴۳)

حضرت بایزید فرماتے ہیں، میں نے چشم یقین سے حق تعالیٰ کو دیکھا۔ بعد اس کے مجھے تمام موجودات سے درجۂ استغناء پر پہنچا دیا اور اپنے نور سے منور کر دیا عجائبات و اسرار مجھ پر آشکار کر دیئے اور اپنی عظمت و ہیبت مجھ پر ظاہر کر دیئے ...... میں نے توحید کو دیکھا تو برسوں تک اس وادی میں فہم کے قدم سے دوڑا یہاں تک کہ مرغ ہو گیا۔ اور ہوائے چگونگی میں دوڑتا رہا۔ جب مخلوقات سے غائب ہو گیا تو خالق کے پاس پہنچ گیا۔ وادی ربوبیت سے سر نکال کر ایسا پیالہ پیا کہ ابد تک اس کے ذکر کی تشنگی سے سیراب نہ ہوا، پھر تیس ہزار سال تک اس کی فضائے وحدانیت میں اڑا۔ اور تیس ہزار سال الوہیت میں اور تیس ہزار سال فردانیت میں۔ جب نوّے ہزار سال گذر گئے تو میں نے اپنے آپ یعنی بایزید کو دیکھا پھر چار ہزار وادیاں میں نے قطع کیں تو درجۂ اولیاء کی انتہا پر پہنچ گیا .... پھر میری روح تمام ملکوت پر گذری اور بہشت و دوزخ اسے دکھایا گیا مگر کسی کی طرف التفات نہ کی۔ جس پیغمبر کی روح پر گذرا اسے سلام کیا۔ جب مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پر گذرا تو وہاں سو ہزار سال کے راستہ کا لبِ نہایت آتشی دریا اور نور کے ہزار ہا حجاب دیکھے کہ اگر اس دریا میں قدم رکھتا تو جل جاتا اور اپنے آپ کو برباد کر دیتا۔ ہیبت و وحشت سے ایسا مدہوش ہو گیا کہ کچھ نہ رہا ...... فرمان آیا کہ تیری خلاصی خودی سے ہمارے دوست محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں ہے۔ آنکھوں میں ان کی خاکِ قدم کا سرمہ لگا اور ان کی متابعت پر مداومت کر ..... (ص ۱۵۹)

ہو کر کھائیں ۔ پھر اصحاب نے کہا ۔ حضرت تازہ چھوہارے چاہیں کھڑے ہو کر فرمایا ۔ مجھے جھاڑو درخت کی طرح جھاڑا تو اس قدر تازہ چھوہارے گرے کہ سب سیر ہو گئے ۔ لیکن راہ میں جہاں کہیں شیخ کسی کانٹے دار درخت سے پشت لگا دیتے چھوہارے تازہ تازہ نکل آتے (صفحہ ۲۰۰)

ایک بار سفر صحرا میں چار ہزار آدمی آپ کے ساتھ اسی طرح غیب سے کھاتے تھے (ص ۲۰۳)

چند اصحاب نے جنگل میں منصورؒ سے کہا ۔ ہم کو انجیر چاہیئں آپ نے ہاتھ بڑھا کر تازہ تازہ انجیروں کا طبق لے کر اُن کے سامنے رکھ دیا ۔ ایک مرتبہ جنگل میں اصحاب نے حلوا مانگا تو گرم حلوے کا طبق اُن کے سامنے رکھ دیا ۔ کہا ۔ حضرت اس قسم کا حلوہ تو بغداد کے باب الطاقہ میں ہوتا ہے ۔ فرمایا ۔ میرے نزدیک بغداد کا باب الطاقہ اور جنگل سب برابر ہیں ۔ ایک حلوہ گر باب الطاقہ میں بیٹھا تھا اُسنے ایک طبق غائب دیکھا تو تعجب میں رہ گیا کہ کوئی شخص پاس بھی نہیں ۔ چند روز بعد اُسنے اپنا طبق حلاج کے دوستوں کے پاس پہچان لیا ۔ انھوں نے واقعہ سنایا ۔ حلوہ گر نے تاریخ یاد کرلی تھی ۔ انھوں نے بھی وہی بتائی ، پس وہ آپ کا مرید ہوگیا ۔ (ص ۲۰۳)

محمد داؤد وغیرہ اہل علم کی ایک جماعت حضرت منصور کے درپے ہو گئی ، خلیفہ معتصم کے سامنے آپ کی برائیاں کیں ۔ علی بن عیسے وزیر آپ سے خفا ہوگیا اور حکومت نے آپ کو قید کر دیا ۔ ایک رات داروغہ نے قید خانہ میں آپ کو نہ پایا ، دروازہ باہر سے بدستور مقفل تھا دوسری رات دیکھا تو قید خانہ ہی ندارد تھا ۔ تیسری رات آپ قید خانہ

چاہتا ہوں۔ آپ نے تیر زمین پر مارا تو ایک سفید بلور کا پیالہ نکل آیا
جس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتا۔ اس سے خود بھی پیا اور ہمیں
بھی پلایا۔ وہ پیالہ مکہ تک ہمارے پاس رہا (ص ۲۵۴)

اب ہم منصور حلاج رح کی چند ایک کرامات بیان کرتے ہیں کیونکہ
یہ بہت حد تک حضرت مسیح کی کرامات سے ملتی جلتی ہیں۔ ان کرامات کی
مصدق ہیں ابن عطا رح۔ عبداللہ خفیف شبلی رح۔ ابو القاسم نصر آبادی رح۔
اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رح۔ شیخ ابو القاسم گرگانی رح۔ شیخ ابو علی فارمدی
امام یوسف رضی اللہ عنہم۔ آپ کی حالت میں خصوصیت رکھتے ہیں اور تصدیق
کرتے ہیں کہ یہ درست ہیں۔ منصور حلاج مکہ۔ بصرہ۔ ہندوستان خراسان
ماوراالنہر۔ چین میں بغرض تبلیغ اسلام گئے تھے۔ آپ کے پاس دنیا کی
انتہا سے خط آتے تھے۔ ہند والے ابو المغیث لکھتے تھے چین
والے ابو المعین۔ خراسان والے ابو المہیتر۔ فارس والے ابو عبداللہ
خوزستان والے حلاج الاسرار۔ بغداد والے مصطلح اور بصرہ والے مخبر
کہتے تھے۔

ایک دفعہ روئی کے ڈھیر پڑے تھے۔ کسی نے پوچھا۔ آدمیوں کو کس
طرح چھانٹتے ہیں فرمایا جس طرح روئی سے بنولوں کو۔ یہ کہتے ہی
روئی کے گالے الگ الگ ہو گئے اور بنولوں کا ڈھیر الگ ہو گیا۔ اسی
وجہ سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا۔ یعنی روئی سے بنولے الگ کرنے والا۔۔۔

رشید خسرو سمرقندی رح نے بیان کیا۔ کہ حلاج چار سو صوفیوں کے ہمراہ
جنگل گئے۔ جب چند روز گئے اور بھوک انتہا کو پہنچ گئی تو ساتھیوں
نے کہا۔ ہم کو بھنی ہوئی سری اور دو گرم روٹیاں ہر ایک کو دیتے تھے
یہاں تک کہ چار سو سریاں بیٹھ کے پیچھے سے نکالیں اور سب نے سیر

ایسی ایسی کرامات دکھلائی ہیں کہ حضرتِ مسیح کی مسیحیت اُن کے سامنے ماند ہے۔

۱۔ جون ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ میں لاہور تھرڈ ایئر میں دیال سنگھ کالج میں پڑھتا تھا۔ میری رہائش کوچہ مستری نذیر احمد نزد آستانہ حضرتِ شاہ کنڈا میوہ منڈی تھی۔ ایک شام میرے قبلہ حکیم علی احمد خانصاحب گھر میں آئے اور کہا کہ اُن کے ایک دوست کا لڑکا نبیرہ چودہ سال عمر کا چند یوم سے گم ہوگیا تھا کسی شخص کے کہنے پر اس شخص کے مرشد کو میرے دوست نے شملہ کے پتہ پر تار دی کہ لڑکا مل جانے کے لیے دعا کریں۔ مرشد نے جوابی تار دیا کہ دن کے دو بجے لڑکا تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ تار ملنے کے ایک گھنٹہ بعد لڑکا گھر میں آگیا۔ لڑکا گونگا اور بہرا دس سال سے ہوگیا ہوا تھا۔ تعجب ہے کہ جب وہ گھر میں آیا تو باتیں کرتا اور سنتا تھا۔ لڑکے نے بتایا کہ وہ کسی شخص کے ساتھ دہلی چلا گیا تھا اور آج صبح دہلی میں فلاں نالے کے پاس پھرتا تھا کہ ناگاہ اس پر غنودگی چھا گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو اپنے آپ کو لاہور کے ریلوے سٹیشن پر پایا اور سننے اور بولنے کی قوت بھی اپنے اندر پائی، حالانکہ لاہور سے دہلی کا فاصلہ تین سو میل ہے اور گھر چلا آیا۔ میرے قبلہ نے بتایا کہ یہ کل کی بات ہے۔ آج وہ پیر صاحب لاہور میں شملہ سے خود آگئے ہیں تم بھی انہیں چل کر دیکھو ایسے آدمی زندگی میں کم کم نظر آتے ہیں۔ کیونکہ پیر صاحب نے نہ صرف چشم زدن میں لڑکے کو دہلی سے لاہور پہنچایا، بلکہ اس کے گونگا اور بہرا پن کو بھی دور کر دیا اور کتنی کرامتیں اُن سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

میں اس زمانے میں دیال سنگھ کالج میں ہندو مذہب اور زندقہ

ہیں موجود تھے۔ آپ سے داروغہ نے ڈرتے ڈرتے یہ ماجرا پوچھا
فرمایا۔ پہلی شب میں درگاہ میں تھا۔ دوسری شب ہیں دربار تھا اس وجہ
سے قیدخانہ ظاہر نہ ہوا۔ اب مجھے واپس کردیا ہے۔ ایک شب قید
خانہ میں تین ہزار شخص قید تھے۔ فرمایا۔ اسے قیدیو! میں تم کو آزاد
کردوں۔ انھوں نے کہا۔ پہلے اپنے آپ کو آزاد کر لو۔ فرمایا۔ ہم تو
خدا کی قید میں ہیں اگر چاہیں تو ایک اشارہ میں تمام بیڑیاں کاٹ
ڈالیں۔ پس انگشت سے اشارہ کیا کہ کھڑکیاں ظاہر ہوگئیں۔ فرمایا
اپنا کام دیکھو۔ انھوں نے کہا۔ آپ نہیں آئیں گے۔ فرمایا۔ ہمارا اس
کے ساتھ ایک راز ہے جو پھانسی پر ہی کہہ سکتے ہیں۔ قیدی
بھاگ گئے۔ دوسرے روز حکام نے پوچھا۔ قیدی کہاں ہیں فرمایا
ہم نے چھوڑ دیئے۔ پوچھا تم کیوں رہ گئے۔ فرمایا۔ ہم تمھاری
قید میں تھوڑی ہیں۔ حق کا ہم پر عتاب ہے۔ یہ خبر خلیفہ کو پہنچی
اُسنے کہا کہ یہ فتنہ اٹھائیں گے ان کو مار ڈالو۔
عقلی و سائینسی دلائل۔ معجزہ یا کرامات کے معنی یہی ہیں کہ
اچانک ایسی بات وقوع پذیر ہو جائے جو عقل اور سائینس سے
ناممکن ہو، اور وحدانیت کی جانب منسوب ہو، جو عقل اور سائینس
میں آجائے وہ معجزہ یا کرامت نہیں ہوگی۔ بایں ہمہ اگر سائینس کا
یہ مطلب ہے کہ مشاہدہ و تجربات کی بات ہو اور متواتر مشاہدہ اور
تجربہ سے عقل اسے تسلیم کرے گی تو ایسے اولیاء اللہ آج بھی موجود
ہیں اور خدا کے فضل سے دیکھنے والوں کا ایمان بڑھانے اور منکرین
پر اتمام حجت قایم کرنے کے لیے آج بھی کرامات کا مشاہدہ کرایا
جاتا ہے۔ موجودہ دہریت کے زمانہ میں علما مان محمد نے

کہ دُنیا کی امارت و حکومت کو لات ماری۔

ہال کمرے میں فرش پر بیٹھتے تھے۔ طرح طرح کے مریض تپ اور بخاروں والے کوڑھی، گونگے، بہرے، لنگڑے اور اپاہج قطار در قطار آتے تھے ایک ایک کرکے اُن کے سامنے بیٹھتے تھے، آپ اُن پر ہاتھ پھیرتے تھے، کہتے تھے۔ "اے بیماری قُم باذنِ اللہ۔ خدا کے حکم سے دُور ہو جا اے فاسد مادے دفع ہو جا ۔ اے پاکیزہ خون اِدھر آ۔ اِن رگوں میں آ۔ اپنا کام کر" چشمِ زدن میں دیکھتے ہی دیکھتے وہ بیماری دُور ہو جاتی، بہرے سننے لگتے تھے، گونگے بولنے لگتے تھے، اندھے دیکھتے تھے اور بیمار شفایاب ہوکر دعائیں دیتے ہنستے ہوئے جاتے تھے، ایک دن میو ہسپتال لاہور کا ایک مسلمان ڈاکٹر اس کے ساتھ ایک انگریز اور میم آئے اُن کے ساتھ بارہ تیرہ سال کا ایک لڑکا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا پیر صاحب یہ لڑکا پیدائشی گونگا اور بہرا ہے، میری ہمسائیگی میں رہتا ہے۔ اس کے کان میں گورنمنٹ ہسپتال میں توپ کی آواز جو کانوں کے پردے تک پھاڑ دیتی ہے پہنچائی گئی، مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا، اگر آپ اسے ٹھیک کر دیں تب آپ کی کرامت ہے ورنہ نہیں، پیر صاحب نے کہا خدا کا حکم ہوا تو ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ پھر آپ نے قُم باذنِ اللہ کہہ کر اس کے کانوں کے نیچے اور گردن پر ہاتھ پھیرا، مگر لڑکے کے کانوں پر کچھ اثر نہ ہوا، لوگ آپس میں ہنسنے اور سرگوشیاں کرنے لگے پیر صاحب کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور جلال میں آکر کہا "اے خون اگر قُم باذنِ اللہ کہنے پر نہیں مانتا تو اب قُم باذنی (میرے حکم سے) کہتا ہوں فوراً اپنا کام شروع کر"۔ پھر آپ نے گھڑی لے کر لڑکے کے کانوں پر رکھی وہ سُن رہا تھا۔ کسی نے دائیں بائیں یا عقب سے تالی بجائی وہ

کی تعلیم لیتا تھا۔ ایک پنڈت پروفیسر نرمل چندر ہیں فلسفہ سائنس اور زندقہ کی تعلیم دیا کرتے تھے میری ان سے بہت بحثیں رہا کرتی تھیں مگر وہ ہمیشہ یہی کہتے تھے ہمیں آنکھوں سے کچھ دکھا دو تب ہم مانیں گے۔ دلائل و براہین اور بحثیں ہم نے بہت پڑھی اور سنی ہیں دیال سنگھ کالج میں زیادہ تر ہندو اور سکھ نوجوان پڑھتے تھے، چنانچہ میں نے پنڈت صاحب کو اور سینکڑوں لڑکوں کو تقریر کر کے دعوت دی کہ اب ان کے لئے موقع ہے وہ آئیں اور پیر صاحب کو دیکھیں۔ ان کے علاوہ میں نے اور دوسرے چند پروفیسروں مثلاً پروفیسر برجیو ھن ماتھر ایم۔ اے، پروفیسر بلراج ایم۔ اے پروفیسر رادھا کشن سود ایم۔ اے، ڈاکٹر جیون پال سنگھ ایم اے ڈی۔ لٹ، پرنسپل پنڈت ہیمراج ایم۔ اے لائبریرین، لالہ لبھایا رام وغیرہ کو بھی دعوت دی کہ وہ ان پیر صاحب کو دیکھیں، معلوم نہیں یہ صاحبان پیر صاحبان کو دیکھنے آئے یا نہیں، مگر پنڈت نرمل چند، لالہ لبھایا رام اور پرنسپل ہیمراج صاحب پیر صاحب کو دیکھنے گئے۔ کوٹھی کے اندر اور باہر ہزارہا مخلوق کا جمگھٹا تھا اور نظم و نسق کے لیے پولیس کا انتظام تھا، پیر صاحب کوٹھی مذکورہ کی نچلی منزل کے ہال کمرے میں بیٹھتے تھے۔ آپ عمر کے پچاس سال کے لگ بھگ ہو نگے داڑھی مونچھ نہیں رکھتے تھے لباس قیمتی پہنتے تھے سیاہ شیروانی۔ تنگ سفید پاجامہ، زری جوتی اور ابریشے دار راجاؤں کی سی ململ کی پگڑی تھی اپنا نام پیر شہسوار بتلاتے تھے۔ وہ ہماچل پردیش ریاستی راجاؤں کے کسی خاندان سے تھے کہتے تھے کہ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا مستغرق ہوا
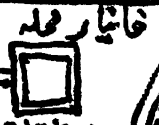
ادھر مڑ کر دیکھا تھا۔ پھر گھڑی بند کر کے اُس کے پاؤں کے نیچے رکھ دی۔ (ابھی زبان نہیں کھلی تھی) اُس نے اُنگلیوں کے اشارے سے بتایا کہ ٹِک ٹِک نہیں کرتی، پھر گھڑی کھولدی اُسنے اشارے سے بتایا، چلتی ہے اس پر پیر صاحب نے بتایا کہ لڑکے کی قوت سماعت اتنی تیز ہے کہ تم میں سے کسی کی نہ ہوگی۔ پھر اُس کی ٹھوڑی کے نیچے گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا خون اب زبان کی طرف آ اور کام کر تجھے خدا کا حکم سُناتا ہوں۔" دو دفعہ ایسا کیا کچھ اثر نہ ہوا پھر جلال میں آکر قُم باذنی (میرا حکم ہے) کہا اور لڑکے کو کہا "کہو اللہ" اُسنے کہا "اللہ"۔ پھر اُس سے چھوٹے چھوٹے الفاظ "ابا" "اماں" "آ۔ کھا" وغیرہ کہلواتے جب لڑکا سننے اور بولنے لگا۔ تو انگریز اور اُس کی میم کانپ گئے اور پیر صاحب کو جھک کر سجدہ کیا۔ ڈاکٹر اُن کے پاؤں پر گر گیا۔ لوگوں کے مُنہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا اور سب کی گردنیں جُھک گئیں۔

ایک دن دیال سنگھ کالج کا مالی اپنا ایک نوجوان لڑکا لایا۔ اور کہا حضرت اسکی گردن پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ پوچھا کیا ہے؟ کہا صرف کنٹھ مالا کی گلٹیاں دانجرا ہیں (یہ ایسا موذی مرض ہے کہ شاید ہی کوئی بچتا ہوگا) لڑکے کی گردن کنٹھ مالا کی گلٹیوں سے پھولی ہوئی تھی۔ آپ نے ہاتھ پھیرا اور ہاتھ پھیرتے ہی گلٹیاں ختم ہوگئیں گردن برابر ہوگئی۔ مالی دُعائیں دیتا ہُوا لڑکا لے گیا۔

ایک دن ایک اندھا سکھ آیا۔ اسکی آنکھوں میں پھولے تھے اُسنے بتایا کہ وہ عرصہ پچیس تیس سال سے اندھا ہو چکا ہے۔ آپ نے اُس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا فوراً جالے آنکھوں سے اُتر کر نیچے گر پڑے اور اندھا سکھ خوشی کے مارے اُچھل پڑا۔ وہ دیکھنے لگا تھا۔ پھر اُس اندھے سے

آیا۔ کہاں سے دوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جھوٹ کہتا ہے یا تجھے یاد نہیں۔ کیا کل لڑکی کی دادی جبکہ چارپائی کے پاس تو بیچ رات بیٹھی تھی تو تم نے چوٹھے پر سے ایک روٹی ہاتھ میں لے کر لڑکی کو سرہانے کی جانب سے آکر نہیں دی؟ پس اُس شخص نے اقرار کیا کہ ہاں دی تھی۔ اب یاد آیا۔ لوگوں نے آپ کے علمِ غیب پر تعجب کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا موٹے انگوروں کا موسم ابھی نہیں آیا؟ لیکن سپین میں آجکل موٹے انگور ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ " حضرت اسپین سے یہاں انگور کس طرح آئیں گے؟ آپ نے ہوا میں ہاتھ کیا اور تازہ انگوروں کا ایک گچھا آپ کے ہاتھ میں تھا آپ نے وُہ خوشہ اس شخص کو دیا کہ جاکر اپنی لڑکی کو کھلائے۔ ہم سب حیرت میں تھے کہ اُس شخص نے کہا۔ حضرت۔ باقی پرہیز کے لئے میرے پاس پیسے نہیں آپ نے پھر ہوا میں ہاتھ بڑھایا۔ اور بالکل نئے دو نوٹ، ایک دس روپے کا۔ ایک پانچ روپے کا آپ کے ہاتھ میں تھے۔ آپ نے وہ دونو نوٹ اُسے دیدیئے اور لوگ حیرانی سے ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے!

ایک دن ایک شخص آیا جس کی گردن کی پشت پر ایک بہت بڑا کوہان تھا اُس میں سے خون اور پیپ بہتی تھی۔ درد سے وُہ نڈھال ہو رہا تھا۔ پیر شہسوار صاحب نے فرمایا۔ تجھے اپریشن کی ضرورت ہے تاکہ زہریلا مادہ نکل جائے "اب میں خود تیرا اپریشن کروں گا" پس آپ نے ایک بسن (چلمچی) منگوائی اور اُس کے سامنے رکھدی پھر کچھ خیال آیا اور چلمچی اپنے مُنہ کے پاس رکھ لی۔ اور ایک چاقو اُلٹی دھار کی طرف سے اُس شخص کی گردن پر رکھدیا اور پیر صاحب نے خود اپنا

حضرت پیر شہسوار صاحب نے اخبار ریبدار جو اُن کے پاس پڑا تھا)
کا ایک کالم پڑھوا کر حاضرین کو سنوایا۔
جس گونگے اور بہرے کو آپ ٹھیک کرتے کہتے ایسے چھوٹے چھوٹے
الفاظ سکھاؤ۔ ان کی مثال بچوں کی سی ہے، جنہیں سکھانا پڑھانا پڑتا
ہے کیونکہ ان کے کان آواز اور الفاظ سے ناآشنا ہیں۔ خصوصاً
جب آپ پیدائشی گونگے اور بہرے کو ٹھیک کرتے تو اس کی تلقین
کرتے اور زور دیتے تھے کہ پیدائشی گونگے اور بہرے لاؤ تاکہ انہیں
فیض پہنچے۔
لوگ ایک دن ایک کوڑھی کو چار پائی پر لائے ایک لمحے کے بعد وہ
ہنستا ہوا چار پائی پھینک کر صحت یاب ہو کر چلا گیا۔
ایک دن ایک عیسائی کو چار پائی پر لائے وہ سل اور دق کا مریض
تھا صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ کئی سال سے بستر علالت پر تھا۔ اس
وقت نزع کی حالت میں تھا کئی کہتے ہیں وہ بیہوش نہیں تھا بلکہ مر چکا تھا
حضرت شہسوار نے قُم باذن اللہ کہہ کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا
وہ اُٹھ بیٹھا پھر دو مرتبہ اور پھیرا وہ دعائیں دیتا ہوا کھڑا ہو گیا
اور چار پائی و بستر مکان کے باہر پھینک کر اپنے ساتھیوں سمیت ہنستا
ہوا چلا گیا۔
ایک دن ایک شخص آیا اور کہا۔ کہ اس کی لڑکی ابھی تندرست نہیں
ہوئی۔ حضرت شہسوار نے خشمناک ہو کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا
کہ میں نے تجھے کہا تھا روٹی نہ دینا تو نے کل رات نو بجے اسے روٹی
دی۔ میں نے کہا تھا انگور موٹے دینا تم نے نہیں دیئے۔ اس شخص نے
انکار کیا، کہ روٹی نہیں دی اور موٹے انگوروں کا موسم ابھی نہیں

ملاقات ہوئی تا ان جملہ بزرگوں کی بے شمار کرامات نہ صرف میں نے خود بلکہ ہزاروں لوگوں نے دیکھی ہیں اگر ان سب کا تذکرہ کرنے بیٹھوں تو ایک ضخیم مضمون ہوجائے گا اور صفحات کی قلت اس کی اجازت نہیں دیتی آخر میں، میں اُن چند انسانوں کا بھی ذکر کرتا جو اس وقت موجود ہیں جن سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں اور قلزم روحانیت کے غواص، دریائے معرفت سے موتی نکالنے والے، مملکت ہاتے انوار و تجلیات کے سرتاج اور محبت و عشق کے میخانے کے متوالے ہیں جن پر فرشتوں کو حیرت ہے اور بنی اسرائیل کے پیغمبر اُن کے مقوم پر رشک کھاتے ہیں مگر چونکہ اناجیل میں حضرت مسیح کی الوہیت کی بنیاد انوار و تجلیات، مکالمہ و مکاشفہ، الہام و مخاطبہ پر نہیں رکھی گئی، صرف چند معجزات پر رکھی گئی ہے۔ لہذا ہم نے تاریخی ہستیوں کی زندگیوں سے اور اپنے زمانۂ حال میں مشاہدات و تجربات سے ایسے خوارق عادات کا ذکر کردیا ہے، جو حضرت مسیح کے معجزات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں، اگر بڑھ چڑھ کر نہیں تو اُن سے کم بھی نہیں ہیں اور مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر حضرت مسیح کو چند معجزات کی بناء پر خدا کہا جاسکتا ہے تو غلامانِ محمد کو کیا کہیں گے جن کی کرامات اس قدر پُر شکوہ و پُر عظمت ہیں؟ اور اگر درِ محمد سے خاک اُٹھانے والوں کا یہ حال ہے تو آقائے نامدار سرورِ کون و مکان آنحضرت صلعم کو کیا کہیں گے؟ ؎

کی طائرِ لا ہوتی نے پرواز ہر چند
مذہب کوئی محمد سا سر براہ نہ پایا

بایں وصف ہم بتلائے دیتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے انسان کا مقام اس قدر بلند کردیا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور بڑے بڑے

منہ کھول دیا۔ سب نے دیکھا کہ پیر صاحب کے منہ سے خون اور پیپ اور گوشت کے لوتھڑے نکل نکل کر چلمچی میں گر رہے تھے اور اس شخص کی گردن نیچی ہو رہی تھی جب کوئی سیر بھر گندا مواد چلمچی میں آگیا، تو اس شخص کی گردن برابر ہوگئی۔ پیر صاحب نے چاقو اٹھا لیا۔ اور خود اٹھ کر کلیوں سے منہ صاف کرکے فرمایا یہ دیکھو! اپریشن تمہارا ہوا لیکن گندا خون اور پیپ تمہارے منہ سے نکلنے کی بجائے ہم نے اپنے منہ میں لے کر نکالا، تاکہ تم گھبرا نہ جاؤ اور اس قدر گندگی نکلنے سے بیہوش نہ ہو جاؤ۔" اس شخص کی گردن پر لکیر تک نہ آئی تھی ہم اس عجیب غریب اپریشن پر حیران رہ گئے

پیر صاحب تقریباً تین ہفتے مسٹر بھان کی کوٹھی میں رہے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو فیض یاب کیا، دیکھنے والے کہتے ہیں کہ رات کو کمرہ بند کر کے رہتے تھے مگر اُن کے جسم کے سب اعضاء رات کو الگ الگ ہو جاتے تھے اور اللہ اللہ کرتے تھے۔ صبح پھر وہ اعضاء جڑ جاتے تھے۔ ایک دن اچانک پیر صاحب اپنے کمرے سے غائب ہو گئے لیکن ان کی کرامات کو دیکھنے والے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، دہریئے، ہزاروں لوگ آج بھی بطور شہادت موجود ہیں۔

جموں و کشمیر کے قصبہ ریاسی میں، میں نے فروری تا اکتوبر ۱۹۴۶ء ایک بزرگ باباجی نامی دیکھا جو مقام آبدال پر فائیز تھے۔ اس ملک کی تحصیل ریاسی کے موضع چکلڈ میں ستمبر ۱۹۴۶ء میں ایک بزرگ پیر فتح محمد صاحب سے ملاقات ہوئی، اور صوبہ پنجاب کی تحصیل سیالکوٹ کے ریلوے سٹیشن اگوکی سے دو میل کے فاصلہ پر منڈیر سیداں میں ایک نامی بزرگ پیر فتح علی شاہ صاحب شہباز سے جنوری ۱۹۴۵ء، تا ۱۹۴۷ء کی

اسلام آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ جبھی تو اِس زندہ اسلام میں کرامات و کشوف و انوار کا بے پناہ سلسلہ جاری ہے جسے شک ہو وہ بے شک آزما کر دیکھ لے ، انشاء اللہ اُس کی تسلی ہو جائے گی۔ اگر کوئی متلاشی حق سچے دل سے آئے تو خدا کے فضل و کرم سے خود میں ہیچدان و فرسودہ روح رواں ، عاجز و گناہ گار اپنے مرشد کی جوتیوں کے صدقے راستہ دکھلانے اور تجربہ کرانے کے لئے تیار ہوں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ (عزیز احمد)

صاحبِ کرامات بزرگ معرفتِ اسلامیہ میں مبتدی نظر آتے ہیں۔ ولایت کی اسی منزلیں ہیں اور کرامات دسویں منزل پر ہی ہیں۔ خیال فرمایئے کہ ستر منزلیں اس سے آگے اور کیا ہونگی بلکہ اسلام نے توحید کے بغیر کرامات کو نجس اور جادو قرار دیا ہے، اور توحید کے ساتھ بھی کرامات کی خاص قدر و قیمت نہیں بتائی۔ پیر شہسوار صاحب نے اس قدر سیکانہ کرامات دکھائیں مگر ایک بھی شخص اسلام نہ لایا۔ دراصل روحانیت الہام کشف انوار و تجلیات کرامات سے بہت بالا چیزیں ہیں۔

حضرتِ مسیح خدا یا خدا کے بیٹے ہو کر مخالفوں کی مخالفت پر معمولی صبر بھی نہیں دکھاتے اور گالیاں اور بد دعائیں دیتے ہیں۔ اُن کے مقابلے میں حضرتِ منصور رح اپنے پھانسی چڑھانے والوں کو دعائیں دیتے ہیں، حضرتِ مسیح ؑ پھانسی کے تصور سے پریشان ہو کر گھبرا جاتے ہیں، دار پر چڑھ کر مایوسی اور نامرادی کے کلمات نکالتے ہیں جو کسی طرح بھی ایک رسول تو کیا، مومن کی بھی شان کے شایاں نہیں۔ حضرتِ محمد ؐ صلعم کا ایک ادنےٰ غلام منصور ہنستے ہنستے پھانسی پر چڑھتا ہے اُس کا عضو عضو کاٹا جاتا ہے تو مسکراتا اور خدا کا شکر ادا کرتا ہے، اور نہایت خندہ پیشانی سے ہنس کر اپنا سر کٹواتا ہے۔ عیسائیت تو کیا، تمام تاریخ بنی اسرائیل ایک بھی حضرتِ منصور جیسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ یہ ہے حضرتِ مسیح کی الوہیت اور یہ ہے غلامانِ محمدؐ کی شان! جب غلاموں کی شان اس قدر ارفع و اعلےٰ اور بلند و عظیم ہے تو خیال فرمایئے اس شہنشاہِ کون و مکان کی کیا عظمت ہوگی کہ جس کے در کے یہ سب منگتے ہیں؟ اور کتنی پُر ہیبت اور پُر شکوہ و بلندیاں ہیں جن پر حضرتِ محمد رسول اللہ اپنے متابعین اور انسانوں کو لے جانا چاہتے ہیں عیسائیت کی کرامات اور روحانیت آج ڈیڑھ ہزار سال سے مرچکی ہیں

ہر جُداگانہ شخصیت بھی خُدا ہے۔ گویا ایک خدا تین ہیں۔ اور تین خُدا ایک ہے۔ انسان اَبدی گناہ گار ہے وُہ کیسے بھی عمل اور سعی کرے اُس کے گناہ نہیں دُھل سکتے۔ اسی واسطے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر لٹکا دیا، تاکہ جو کوئی اُس کے بیٹے کو خدا مانے اُس کے گناہ معاف ہو جائیں یعنی یسُوع مسیح کو پھانسی کی سزا اُس کے پیروؤں کے گناہوں کا کفارہ ہے اس حیثیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لانے اور اُنہیں تین تین میں سے تیسرا خُدا تسلیم کرنے کو مسئلہ تثلیث کہتے ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق کئی سوالات فوراً ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ کیا خدا تعالٰی کی صفات جُداگانہ شخصیتیں ہیں یا اُس کی شخصیت کو اُس کے اختیار سے عالم کون و مکان میں ظاہر کرتی ہیں؟

۲۔ کیا خدا مخلوق کی پیدائش سے پہلے باپ تھا یا نہیں؟

۳۔ کیا خدا اپنے کلام سے پہلے بیٹا تھا یا نہیں؟

۴۔ کیا خدا مخلوق میں زندگی پھونکنے سے پہلے روح القدس تھا یا نہیں؟

۵۔ کیا خدا کی یہی تین صفات خالق، مخلوق اور رُوح ہیں یا کچھ اور بھی ہیں؟

۶۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ انسان اَبدی گناہ گار ہے؟

۷۔ اگر ہر انسان اَبدی گناہ گار ہے اور بغیر حضرتِ یسُوع مسیح کو خدا یا خدا کا اکلوتا بیٹا تسلیم کرنے کے اُس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ تو حضرتِ یسُوع مسیح سے قبل جو انسان گذر چکے اور جنہیں حضرتِ یسوع مسیح کی کوئی خبر تک نہیں اُن کے بارہ میں کیا فتویٰ ہے؟ کیا اُن کی نجات ہو گی یا وُہ سب اَبدی گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے؟

از ڈاکٹر عزیز احمد قریشی ایم۔اے۔پی ایچ۔ڈی۔

مسئلہ تثلیث وکفارہ

اگرچہ مسئلہ تثلیث پر آج تک بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے، مگر چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے اسلئے اس پر تھوڑی روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

مسئلہ تثلیث کا تعلق آج سے تقریباً سترہ صدیاں پہلے کی پیداوار ہے بڑے بڑے عالم، فاضل عیسائی فلاسفروں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر یہ پیچیدہ گتھی آج تک کما حقہٗ کسی کی سمجھ میں نہ آسکی۔ کئی اتھانیسیس (ATHANASIUSES) آگسٹائین (AUGUSTINES) اور اکوئیناس (ACQUINASE) جو فلسفۂ عیسائیت کے سرتاج کہلائے جاتے ہیں۔ مغز کھپا کھپا کر مرگئے، کہ خدا کی شخصیت اور ماہیت کو سمجھا سکیں لیکن اس سے زیادہ اسکی تعلیمات کا نچوڑ نہیں ہے کہ انسان ابدی گناہگار رہے اور جب تک وہ ایسے خدا پر ایمان نہیں لائے گا جو تین میں سے تیسرا ہے۔ تب تک اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ خالق ایک روحانی باپ ہے اور اس کا کلام ایک روحانی لڑکا ہے۔ اور چونکہ اسنے اپنی مخلوق میں زندگی پھونکی اس لئے وہ ایک روحانی روح ہے۔ یہ روحانی لڑکا یسوع مسیح ہے اور روحانی زندگی روح القدس ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ تین جداگانہ شخصیتیں ہیں، ایک باپ، ایک بیٹا اور ایک روح القدس۔ ان تینوں کے مجموعے کو خدا کہا جاتا ہے، چونکہ تینوں خدا ہیں اسلئے

۱۳۔ اگر یسوع کو خدا مان لینے سے اُن کے جملہ پیرو معصوم نہیں بن جاتے اور اکثر بدستور گناہوں میں بیش از بیش مبتلا ہوتے رہتے ہیں تو کیا اُن کا حضرتِ یسوع کو خدا تسلیم کرنا اس بات کی گارنٹی ہے کہ وہ جو چاہیں دنیا میں کریں۔ بعد از وفات اُن کے سب گناہ معاف ہوجائینگے؟

۱۴۔ اگر حضرتِ مسیح کو خدا تسلیم کرنا اس بات کی گارنٹی ہے کہ آخرت میں سب گناہ معاف ہوجائیں گے اور دنیا میں جو چاہو سو کرو کھلی چھٹی ہے تو کیا ایسی مذہبیت و تعلیم بجائے تقویٰ و طہارت سکھانے کے گناہوں پر آمادہ نہیں کرتی اور نہیں اُکساتی؟ کیا اس صورت میں یہ عقائد درپردہ تحت الشعور نفس اور روح کو گندگی معصیت اور غلاظت کی طرف نہیں لے جاتے؟ اگر ایسی تعلیم و تلقین انسان کو گناہوں پر بے باک کرتی ہے تو پھر یہ روحانیت اور پاکیزگی کا مذہب کسطرح ہُوا؟ کیونکہ صرف حضرتِ مسیح کو خدا مان لینے سے آخرت میں یقیناً سب گناہ معاف ہوجائیں گے؟

۱۵۔ یہ کیسا خدا ہے کہ ایک سے زیادہ اولاد پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ صرف ایک ہی اکلوتا بیٹا کیوں رہا؟

۱۶۔ خدا کے یہ کیسے اختیارات ہیں کہ جب تک اس کا اکلوتا بیٹا پھانسی پر نہ لٹکایا جائے تب تک وہ انسانوں کے گناہ معاف نہیں کرسکتا؟ اور اس کا کیا اعتبار کہ اس دنیا میں اور آخرت میں جو بھی وہ انعام کریگا اس کے لئے قربانی اور معاوضہ پہلے وصول کرے گا؟ یا بدوں معاوضہ وصول کرنے کے وہ کرم بخشی نہیں کرسکتا؟

۱۷۔ یہ اگر مان لیا جائے کہ حضرتِ مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں تو خدا کی بیوی کون ہے؟ اگر حضرتِ مسیح کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام

۸۔ اگر ان کی نجات ہوگی تو حضرتِ مسیح کو خدا کا بیٹا یا خدا نہ ماننے والے دیگر انسانوں کی نجات کیوں نہ ہوگی۔

۹۔ اگر وہ دوزخ میں جائیں گے تو حضرتِ ابراہیمؑ اور حضرتِ موسیٰؑ و حضرتِ یحییٰ علیہ السلام کے بارہ میں کیا فتوٰے ہے جو حضرتِ مسیح کے جدامجد اور مرشد تھے اور حضرتِ مسیح خود جن کے پیرو تھے، کیونکہ ان سب نے حضرتِ مسیح کو کبھی خدا یا خدا کا اکلوتا بیٹا تسلیم نہیں کیا؟ بلکہ حضرتِ مسیح نے باضابطہ حضرتِ یحییٰؑ سے بپتسما لیا، اور اُن کے مریدوں میں شامل ہوا

۱۰۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ نانی خصم کرے اور دوھتا چٹی بھرے گناہ انسانوں نے کیا اور اُن کے گناہوں کی پاداش میں خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ اور اس پر کونسی عقلی یا شرعی (توریت کی) دلیل ہے کہ ایک شخص کے پھانسی چڑھ جانے سے دوسروں کے گناہ معاف ہو جائیں گے؟

۱۱۔ اگر بنی نوع انسان کے گناہوں کی خاطر خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر چڑھایا، تو پھر سب کے گناہ معاف ہو گئے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک پھانسی شدہ یا سزا یافتہ شخص کو خدا مانا جائے؟ نیز کیا اپنے بیٹے کو پھانسی پر لٹکانے کے بدوں خدا انسانوں کے گناہ معاف کرنے پر قادر نہیں تھا؟

۱۲۔ اگر حضرتِ یسوع کو پھانسی اسی لیے دی گئی کہ صرف ان کے پیروں کے گناہ دُھل جائیں تو کیا ان کے سب ماننے والے بے گناہ ہیں؟ یعنی کیا اُن لوگوں میں زنا کاری۔ شراب۔ جُوا۔ جھوٹ۔ فریب۔ مکر و دغا۔ قتل۔ چوری۔ ڈاکہ۔ لواطت۔ حرام خوری۔ اور حرام کاری کرنے والے نہیں ہیں؟ کیا حضرتِ یسوع کو خدا ماننے سے وہ معصوم بن جاتے ہیں؟

گواہی دی اور کوئی منافق بن کر بھاگ گئے اور تین میں سے تیسرا خدا ناکام و نامراد ہو کر صلیب پر لٹکا دیا گیا جہاں وہ مایوسی، ناکامی و نامرادی کے کلمات "ایلی ایلی لما سبقتنی" منہ سے نکالتا ہے جو خدا تو کیا ایک ادنےٰ مومن کی بھی شان کے خلاف ہیں؟

در اصل مسئلہ تثلیث اِن غلط عقائد سے پیدا ہوا جن کی بناء پر خدا تعالیٰ کی صفات کو جُدا گانہ شخصیتیں دی گئیں۔ مثلاً خُدا محبت ہے، خدا نیکی ہے، خدا رحم ہے، خدا کلام ہے، خدا علم ہے وغیرہ، حالانکہ محبت نیکی، رحم، علم، کلام سب اُس کی مخلوق اور پیدائش ہیں اور یہ سب اُس کی جُدا جُدا صفات کو ظاہر کرتی ہیں۔ ابتدائی عیسائیوں نے خدا کو کلام کہا تو کلام کو ایک علیحدہ شخصیت قرار دیا اور اُس سے مُراد حضرتِ یسوع مسیح کو لیا کہ یہ خدا کا کلام ہے حالانکہ خدا کے کلام سے اُس کے سوا اور کچھ بھی مُراد نہ تھی۔ کہ اُس کا کلام اُس کے علم و مرضی کا محض مظہر ہے۔ قرآن کو بھی خدا کا کلام کہا گیا ہے۔ بعض ابتدائی مسلمانوں نے اس کا اظہار بھی کیا تھا کہ قرآن اَبدی اور غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کو قرآن میں کلمۃ منہ (اس کی جانب سے کلام کہا گیا ہے (۳/۴۴) مگر اس کے باوجود کبھی کسی نے یہ عقیدہ نہیں اختیار کیا کہ کلام یا کلمہ ایک جُداگانہ شخصیت ہے۔ خدا کی مخلوق یا پیدا کردہ نہیں ہے یا یہ کہ کلام نے گوشت و پوست کا لبادہ پہن کر ایک انسان کی شکل اختیار کر لی جسے مسیح ناصری کہتے ہیں، یا ایک کتاب کی صورت میں منضبط ہو کر ایک جُداگانہ خدا بن گیا ہے اس لئے قرآن نے خدا تعالیٰ کی صفات کو کسی جگہ بھی اسماء کا درجہ نہیں دیا یعنی یہ کہیں نہیں کہا کہ خدا رحم ہے یا کلام ہے بلکہ ہر جگہ یہی کہا ہے کہ خدا رحیم

خدا کی بیوی ہیں تو خدا نے کب ان کے ساتھ نکاح کیا؟ یہ نکاح کس جگہ ہوا؟ کن گواہوں کے سامنے یہ نکاح پڑھا گیا؟ کس ہستی نے خدا کا نکاح پڑھا؟

۱۸۔ اگر یہ نکاح نہیں پڑھا گیا اور اس کا کوئی ثبوت نہیں تو حضرت مسیح خدا کے جائز بیٹے کس طرح ٹھہرے؟ یا کیا یہ لوگ خدائے قدوس پر حرام کاری کا الزام لگاتے ہیں؟ کیونکہ بلا نکاح جائز ایک عورت کو حاملہ کرنا حرام کاری نہیں تو کیا ہے؟ خواہ وہ عمل کسی طریقہ سے بھی کیوں نہ وقوع پذیر ہوا ہو؟

۱۹۔ بالفرض اگر سب کچھ جائز بھی تسلیم کر لیا جائے۔ حضرت مسیح کو تین میں سے تیسرا خدا بھی مان لیا جائے اور آپ کی الوہیت کو بھی فرضاً تسلیم کر لیا جائے تو کیا خدا کی الوہیت، قدس اور رفعت و پاکیزگی اس بات کو گوارا کر سکتی ہے کہ وہ ایک عورت کے اسی خون، گندگی اور غلاظت کے راستے سے نکلے جس سے سب حیوان و انسان نکلتے ہیں؟ کیا خدا کی قدسی غیرت اس گندگی اور ناپاکی کو پسند کر سکتی ہے؟

۲۰۔ یہ کیسا خدا ہے کہ ایک عورت کے رحم سے دردِ زہ کے ساتھ نکلتا ہے۔ جس کے اور بھی بہن بھائی اسی عورت کے شکم سے پیدا ہوتے ہیں (حضرت مریم کی اور بھی اولاد تھیں) رومیوں کے گورنر سے کوڑے کھاتا ہے، شراب پیتا ہے جس کی یہ حالت ہے کہ جابجا معجزات دکھلانے کے باوجود ساری عمر میں کل بارہ[۱۲] آدمی اپنا مرید بنا سکا؟ کیسا خدا ہے کہ باوجود مریدوں کے کسی نے بھی آخری وقت میں اس کا ساتھ نہ دیا۔ کسی نے مخبری کر کے اسے پولیس سے پکڑوا دیا۔ (یہودا اسکریوتی نے) کسی نے قسمیں کھا کر اس کی ارادت سے انکار کر دیا۔ (شمعون پطرس نے) کسی نے اس کے خلاف

ہوچکا ہے مگر سریانی زبان میں اُس کے کلام کے کچھ ٹکڑے بطور حوالہ جات ایفریم (EPHRAIM) یعقوب نیسیبنی (JACOB OF NESIBIN) اور دیگر علماء عیسائیت نے اپنی کتابوں میں محفوظ رکھے ہیں۔ چنانچہ باردیساں کہتا ہے کہ یسوع مسیح خدا کے کلام کے معبد کا منبر تھا، لیکن وہ خود اور کلام دونو پیدا کیے گئے تھے (کتاب مذکورہ صفحہ ۲۹) پس ترجمہ کرتے وقت ایک حرف کو اُڑا دینے سے آیت کے سارے معانی بدل گئے اور یہیں سے یہ عقیدہ پیدا ہوا کہ "کلام خدا تھا"۔ پھر یہ کلام کون تھا؟ اسکی تشریح یوں کی گئی کہ یہ یسوع مسیح تھا اور ابتدا میں بھی یسوع مسیح تھا۔ الغرض ترجمہ میں ایک معمولی سی غلطی سے تثلیث کا ایک زبردست مسئلہ پیدا ہوگیا اور حضرت عیسیٰؑ کے پیرو وحدانیت کو چھوڑ کر ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننے لگے۔

اسی طرح عیسائیت کے کلمہ — باپ۔ بیٹے اور روح القدس کے نام پر — میں خدا کا ذکر بھی کہیں نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے اگر خدا سے مراد باپ ہے تو لفظ باپ کا اطلاق کسی مخلوق پر ہی ہوسکتا ہے۔ جب مخلوق پیدا نہیں ہوئی تھی تو باپ کہاں اور کس طرح تھا؟ گویا مخلوق کی پیدائش سے قبل باپ تھا ہی نہیں۔ بالفاظ دیگر خدا کی ذات ابدی اور ازلی نہیں ہے اسی طرح اگر خدا بیٹا ہے تو پیدائش سے پہلے کچھ نہیں تھا گویا خدا کا وجود کلام سے پہلے نہیں تھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر روح القدس خدا ہے تو روح القدس کا ظہور مخلوق کی پیدائش پر ہی ہوسکتا تھا اس سے پہلے نہیں۔ کیا مخلوق سے پہلے خدا نہیں تھا؟ باپ، بیٹا اور

ہے، خدا عالم ہے، خدا خبیر، سمیع، بصیر، باری، مصور، باسط وغیرہ ہے اور یہی اُس کی صفات ہیں جو اُس کے حکم سے عالم کون و مکان میں جلوہ گر ہیں۔

یوحنا کی انجیل میں ابتدائی موحد عیسائی پہلی آیت کو اِس طرح پڑھتے تھے:-

"IN THE BEGINNING WAS THE WORD' AND THE WORD WAS WITH GOD; AND THE WORD WAS GODS"

(ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ وابستہ تھا اور کلام خدا کا تھا) یہ امر دلچسپی سے ذکر کرنے کے قابل ہے کہ جب ابتدائی انجیل (جو پہلی مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے تین سو سال بعد یونانی زبان میں لکھی گئی حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی زبان آرامی تھی جو اُن کے مریدوں اور تابعین کی بھی تھی۔ تبع تابعین کی زبان سُریانی تھی اُن کی آٹھ دس پُشتوں کے بعد اُن کے ماننے والوں کی زبان لاطینی تھی اور اُس کے بھی بہت عرصہ بعد عیسائیوں کی زبان یونانی ہوئی اور پہلی انجیل یونانی زبان میں لکھی گئی جو ظاہر ہے کہ اصل تو کیا اصل کی عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتی) یونانی میں لکھی گئی تو اُس وقت تفصیلی حالت GENETIVE CASE میں لفظ THEON (خدا کا) کو فاعلی حالت THEOS (خدا) میں تبدیل کر کے لکھ دیا گیا" (کتاب "محمد توریت میں" از پادری ڈیوڈ بنجامن بی۔ ڈی بشپ ارومیا صفحہ ۲۰۵) اسیریا میں ایک مشہور مصنف و عیسائی فلسفر و عالم دوسری صدی عیسوی کے آخیر اور تیسری صدی کے ابتدا میں گذرا ہے اُس کا نام باردیسان BARDISAN OR (BARDISANES) ہے۔ اگرچہ باردیسان کا کلام تمام ضائع

تثلیث والے یہ بھی کہتے ہیں کہ تینوں خداؤں میں ہر ایک کی خاص خاص صفات ہیں جو دُوسرے دو میں نہیں ہیں۔ اسی واسطے باپ کو بیٹے سے پہلے رکھا گیا ہے اور روح القدس تینوں میں ناقص ہونے کی وجہ سے آخر میں رکھا گیا ہے مگر ساتھ ہی جب وہ کہتے ہیں کہ ہر خدا مالک، حاظر و ناظر، ازلی و ابدی ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر کلمہ کو اس طرح پڑھا جائے "روح القدس، بیٹے اور باپ کے نام پر" اور اگر باپ کو پہلے ہی رکھنا ضروری ہے تو ماننا پڑیگا کہ بیٹا خدا ناقص ہے، یہی نہیں بلکہ روح القدس نے ہی بیٹے میں جان ڈالی۔ اسی لئے روح القدس بیٹے سے افضل خدا ہے۔ پس بیٹا تینوں میں ناقص خدا ہے۔ کلمہ کو اس طرح بدلنا پڑیگا "باپ، روح القدس اور بیٹے کے نام پر"۔ یہاں ایک اور دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا باپ نے روح القدس کو پیدا کیا یا روح القدس بھی باپ کے ساتھ ہی ازل سے موجود تھا؟ نیز اگر باپ اور روح القدس نے مل کر بیٹے کو جنم و زندگی دی تو بیٹا کس طرح خدا کہلانے کا مستحق ہوا؟ الغرض حقیقت اور سچائی یہ ہے کہ تثلیث کی تینوں شخصیتوں یا خداؤں میں کوئی ریاضیانہ صحت اور کوئی مساوات موجود نہیں ہے اگر باپ ہر لحاظ سے بیٹے یا روح القدس کے برابر ہوتا جس طرح عدد ایک دُوسرے عدد ایک کے بالکل برابر ہوتا ہے تب یقیناً ایک ہی خدا ہوتا نہ کہ تین۔ کیونکہ عدد ایک نہ تو اپنا حصہ ہے نہ اپنے کسی حصہ کی ضرب۔ ایک ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا۔ تثلیث کے تینوں خداؤں میں جو بین فرق ظاہر کئے گئے ہیں اُن سے ذرا بھر بھی شک شُبہ نہیں رہتا۔ کہ وہ نہ تو ایک دوسرے کے برابر ہیں نہ

روح القدس تینوں جہتوں سے دیکھا جائے تو ان تینوں صفتوں کے خدا مخلوق کی پیدائش سے پہلے نہیں ہو سکتے۔ گویا ان کی پیدائش اور ظہور مخلوق کے ساتھ لازم ملزوم ہے۔ یہ کیسے خدا ہیں کہ جن کی ہستی اور ذات مخلوق کے بغیر تسلیم نہیں کی جا سکتی ؟

باپ، بیٹا اور روح القدس کے مسئلے کو ایک اور جہت سے دیکھیئے۔ جو تثلیث میں ایمان رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ "ہر شخص ان تینوں میں حاضر و ناظر مالک ازلی و ابدی اور مکمل خدا ہے۔ بایں ہمہ تین حاضر و ناظر۔ مالک ازلی ابدی اور مکمل خدا نہیں ہیں، بلکہ ان تینوں کا ایک ہی کامل خدا بنتا ہے" یا یوں کہیے کہ ایک خدا + ایک خدا + ایک خدا = ایک خدا، اس لئے تین خدا = ایک خدا۔

مگر ریاضی کے سادہ اصول مساوات سے یہ ناممکن ہے، کیونکہ ایک خدا تین خداؤں کے برابر نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک ہی کے برابر ہوگا۔ دوم چونکہ تثلیث کے قائل تسلیم کرتے ہیں۔ ہر شخصیت اپنے باقی دو ساتھیوں کی طرح ایک کامل خدا ہے۔ بنا بریں یہ نتیجہ کہ ۱+۱+۱ = ۱ دنیا کی کوئی نہ عقل تسلیم کر سکتی ہے نہ ریاضی کا اصول۔ عدد تین کو عدد ایک کہنا یا ۱+۱+۱ = ۱ کہنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔ (پادری کلدانی کی کتاب محمد ان بائیبل سے یہ مسئلہ ریاضی مختصر کر کے لکھا گیا) یا تو یہ کہنا شوخ چشمی ہے کہ تین کا عدد ایک کے عدد کے برابر ثابت ہو سکتا ہے یا یہ مان لینے میں بزدلی ہے کہ تین عدد تین عددوں کے ہی برابر ہوتے ہیں۔ پہلی صورت میں یہ کبھی بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ تین ایک کے برابر ہیں اور دوسری صورت میں آپ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ آپ تین خداؤں میں ایمان کا اعلان کریں۔

باپ کی حیثیت سے وُہ خالق ہے، یہ کہ کلام کی حیثیت سے اُسنے مخلوق پیدا کی اور یہ کہ روح القدس کی حیثیت سے اُسنے مخلوق میں جان ڈالی مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لاتعداد صفات کائنات میں جلوہ گر ہیں اور قرآن کریم نے کم و بیش ایسی یک صد صفات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً اُس میں شانِ ربوبیت ہے (یعنی ابتدا اُسے لے کر انتہا تک ایک خاص میزانیہ یا اسٹیٹ کے ساتھ ہر مخلوق یا شے کے ہر ذرّے کو پرورش کرتا اور پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے) وہ سمیع البصیر ہے، وہ رحیم وکریم ہے، وُہ رحمٰن، غفار، ستار، قہار، جبار، مالکِ ملک یوم الحساب وغیرہ وغیرہ ہے۔ اُس کی صفات کی کوئی انتہا نہیں اس کا رحم یا قہر انسانوں جیسا نہیں، بلکہ ہم اُسے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ جس طرح ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ یا ایک ذرّے کو صحرا کے ساتھ تشبیہہ دیکر مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح انسانوں کے رحم وکرم کا خدا کے رحم وکرم کے ساتھ، انسانوں کے غصّہ کا خدا کے قہر کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا وہ اپنی صفات میں واحد و یگانہ ہے۔

نہ ہی اناجیل سے کوئی عقلی یا نقلی ثبوت اس بارہ میں مل سکتا ہے کہ انسان کیوں اور کس طرح ابدی گناہ گار ہے، جب ابدی گناہگار ہے تو کون سی عقلی دلیل ہے کہ اپنے خالق یعنی خدا کو نہیں بلکہ اس کے بیٹے کو خُدا تسلیم کر لینے سے اس کے سب ابدی گناہ دُھل جائیں گے؟ نیز اُن کروڑوں، اربوں انسانوں کے بارہ میں کیا فتویٰ ہے جو حضرتِ مسیح سے قبل اس دُنیا میں سے گذر گئے جنھوں نے حضرتِ مسیح کا کبھی نام بھی نہیں سُنا ہوگا یا اُن کا شائبہ تک بھی اُنہیں نہیں ہوگا جن میں بڑے بڑے برگزیدہ پیغمبر بھی ہوئے، کیونکہ بقول تثلیث

ایک دُوسرے سے مماثل - باپ پیدا کرتا ہے اور پیدا نہیں کیا جاتا
بیٹا پیدا کیا جاتا ہے اور باپ نہیں بنتا۔ روح القدس دوسرے
دونوں کی پیداوار ہے - باپ کو خالق اور فنا کرنے والا بتایا جاتا ہے بیٹا
بچانے والا یا نجات دہندہ ہے، اور روح القدس زندگی بخشتا ہے
لہٰذا تینوں میں سے ایک بھی واحد طور پر نہ خالق ہے نہ نجات دہندہ
اور نہ زندگی عطا کرنے والا - ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ دُوسری ہستی
(بیٹا)، پہلی ہستی (باپ) کا کلام ہے یہ کلام انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے
اور اپنے باپ کے انصاف کو پُورا کرنے کی خاطر صلیب پر قربان کر دیا جاتا
ہے۔ اور یہ کہ تیسری ہستی (روح القدس) اُسے مکرر زندگی بخشتا ہے
اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ تثلیث کے قائل خدائے وحدہٗ لا
شریک پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ ایک سے زیادہ خداؤں پر ایمان
لا کر شرک میں مُبتلا ہو گئے ہیں۔ اور مشرکوں کے ساتھ شامل ہیں
فرق صرف اتنا ہے کہ مشرکوں کے خُدا فرضی اور جھوٹے ہیں۔ گرجوں
کے تین خدا خاص شخصیتوں کے مالک ہیں - باپ دراصل خالق کو کہتے
ہیں جو حقیقی واحد خدا ہے بیٹا محض رسول و پیغمبر ہے اور رُوح القدس
اُن لاتعداد فرشتوں میں سے ایک ہے جو ہر وقت خداتعالیٰ کی فرمانبرداری
میں لگے رہتے ہیں، چونکہ خداتعالیٰ، خالق، محافظ اور مہربان ہے اس
لئے بائیبل عہدِ قدیم کی کتابوں میں اسے باپ کہہ کر پکارا گیا ہے چونکہ
گرجوں نے اس صنعت کو غلط استعمال کیا اور گمراہی میں جا پڑے
اس لئے قرآن نے اس الفاظ کو استعمال کرنے سے ہی اجتناب کیا

(محمدؐ اِن بائیبل صفحہ ۴۳ تا ۴۷)

انجیل کے مطالعہ سے خداتعالیٰ کی تین ہی صفات پائی جاتی ہیں - یہ کہ

کی اولادیں اُس شخص یا افسر کو جاکر ہمیشہ ڈھونڈتی اور شکریہ ادا کرتی رہیں جنہوں نے میرا کام بنوادیا۔ خدا نے ایک کام کرنا کر دیا۔ پھر یہ عجب خدا ہے کہ ہمارے ابدی گناہ معاف کرنے کی خاطر اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر لٹکا دیتا ہے۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ عقل سلیم تو کیا کوئی پاگل بھی اس دلیل کو تسلیم نہیں کریگا کہ گناہ ہم نے کیے اور خدا اپنے معصوم بیٹے کو پکڑ کر پھانسی پر چڑھا دیتا ہے۔ کیا زید کے روٹی کھا لینے سے بکر کی بھوک مر جائیگی۔ الغرض جس طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان ابدی گناہ گار ہے اسی طرح یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کسطرح میرے جرموں کی وجہ سے ایک غیر متعلقہ اور معصوم شخص کو ...... سزا دیجا سکتی ہے، اور کس طرح وہ سزا میرے جرموں کا کفارہ ہو سکتی ہے۔ یہ اصول حق، انصاف، رحم عقل، علم وغیرہ ہر دلیل کے خلاف ہے، غرض جس طرح نہ تثلیث ثابت .... ہے اسی طرح کفارہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ اگر واقعہ حضرت مسیح کا پھانسی پر لٹکایا جانا گناہوں کا کفارہ ہے اور ایک شخص انہیں اپنی اس قربانی کے بدلے خدا تسلیم کر لیتا ہے مگر اس کے اندر سے معصیت اور گناہ گاری جاتے ہی نہیں، وہ بدستور ہر قسم کے افعال شنیعہ کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم شاید کر بھی لیتے اگر دیکھتے کہ واقعی حضرت مسیح کو خدا مان لینے سے فطرتاً انسان گناہ نہیں کر سکتا، اور گناہ کرنے پر قادر ہی رہ سکتا مگر یہ بات مشاہدہ، تجربہ اور تاریخ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ جن کروڑوں، اربوں انسانوں نے حضرت مسیح کو خدا مانا اور اُن کے پھانسی پر لٹکنے کو اپنے گناہوں کا کفارہ تسلیم کیا اُن میں اکثریت بدستور بدی، شیطنت گناہ گاری، اور معصیت، جنگ وجدل، قتل وغارت، زنا، چوری، ڈاکہ

وہ سب اَبدی گناہ گار تھے۔ اگر اِس مسئلہ کا اطلاق حضرتِ مسیح سے پہلے
گذرے ہوئے انسانوں پر نہیں ہوتا بلکہ اُن کے بعد کے انسانوں پر
ہوتا ہے، تو انجیل میں خدا نے کہاں لازمی رکھا ہے یا کہا ہے "دیکھو
اے انسانو! میں تمھارے اَبدی گناہ دھونے کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے
کو پھانسی پر لٹکا رہا ہوں اگر تم اسے خدا مانوگے تو تمھاری نجات
ہوگی ورنہ نہیں"۔ انجیل میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا بلکہ حضرتِ مسیح
بار بار کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں
آیا ہوں، میں بنی اسرائیل کی بھیڑوں کا چرواہا ہوں۔ اور حواریوں کو
تلقین کرتے ہیں کہ تم بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا دوسروں کے پاس
نہ جانا وغیرہ وغیرہ گویا اُن کا دعوائے اور نبوت بنی اسرائیل کی قوم کے
سوا دوسروں کے لئے نہیں تھے۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرتِ مسیح کل
انسانوں کے لئے آئے اور کل انسانوں کے گناہ دھونے کی خاطر انہیں صلیب
پر لٹکایا گیا تو پھر قصہ ہی مختصر ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص میرا کام کر
دیتا ہے میں اس کا شکریہ ادا کروں یا نہ کروں میرا کام تو ہو گیا۔ یہ کیا
ضرور ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا پھروں۔ حضرتِ مسیح کو اسی لئے
پھانسی پر لٹکایا گیا کہ انسانوں کے گناہ معاف ہو جائیں۔ پس انسانوں کے گناہ
معاف ہوگئے۔ منشائے خالق اور فعل پورا ہوگیا۔ یہ کیا ضروری ہے
کہ اب خواہ مخواہ حضرتِ مسیح کو خدا مانا جائے گناہ معاف ہونے تھے
ہوچکے چھٹی ہوگئی۔ مثلاً مجھے اپنے گاؤں میں سڑک بنانے یا مدرسہ
کھولنے یا اسپتال کھولنے کی ضرورت ہے کوئی افسر یا شخص کسی کی
وساطت یا طریقہ سے حکومت سے میرا یہ کام بنوا دیتا ہے۔ اب میرے
لئے یہ کیا ضروری ہے کہ میں اور میری اولادیں اور میرے عزیز و اقارب

توکیا اس سے یہ لازم آجاتا ہے کہ وہ بلا باپ پیدا ہوئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ مثلاً حضرتِ نوح علیہ السلام۔ حضرتِ لوط علیہ السلام۔ حضرتِ شعیب علیہ السلام۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کئی پیغمبران حق تعالیٰ کے باپوں کے تام تو کیا ان کا کوئی تذکرہ بھی کہیں نہیں۔ تو کیا ہم اس سے یہ باور کرلیں کہ یہ سب پیغمبر بلا باپ پیدا ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو حضرتِ عیسےٰ کے نام کیا تھی کس طرح لازمی ہوا کہ اُن کے باپ کا نام بھی لیا جاتا۔ پھر کہنا کہ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی ولدیت کا مسئلہ متنازعہ فیہ تھا اسلئے رفع تنازعہ کی خاطر قرآن کو اُن کے باپ کا نام بتانا چاہیئے تھا سراسر غلط خلافِ واقعات اور تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ حضور سرورِ کون و مکان کے زمانے میں جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا حضرتِ مسیح علیہ السلام کی ولدیت کا قطعاً کوئی مسئلہ ہی موجود نہیں تھا نہ یہودیوں میں نہ عیسائیوں میں اور نہ مسلمانوں میں یہودی اور عیسائی دونو ایک دوسرے کی مخالف قومیں اور مذہب یوسف نجار کو اُن کا متفقہ طور پہ باپ مانتے تھے اس زمانے کی کوئی ایسی تاریخ تو کیا اناجیلوں کی کتاب بھی ایسی نہیں جس میں حضرتِ مسیح کو بلا باپ لکھا گیا ہو۔ اگر ذرا بھی اس وقت عیسائی یہ کہتے کہ حضرتِ مسیح بلا باپ پیدا ہوئے تھے تو یہودی جو اُن کے بدترین دشمن تھے اور الزامات تراشنے کی فکر میں رہتے تھے فوراً الزام لگاتے کہ (حاکم بدہن) وہ ولد الزنا تھے کیونکہ اُن کا باپ ہی کوئی نہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے کبھی بھی آن پر ایسا کوئی الزام نہیں لگایا۔ اس واسطے کہ عیسائیوں نے ایسا کوئی دعوےٰ اس وقت نہ کیا تھا نہ ان دونو قوموں میں اس بارہ میں کوئی تنازعہ تھا کہ قرآن مجید اس کو رفع کرتا۔ جیسا کہ خود یہودیوں کی انسائیکلو پیڈیا میں آیا ہے۔ "یہودی جنہیں اناجیل میں مسیح کا دشمن بتایا جاتا ہے۔ اسے عام قدرتی طریقہ پر پیدا شدہ بچہ مانتے

از ڈاکٹر عزیز احمد قریشی ایم ۔ اے ۔ پی ایچ ۔ ڈی ۔

قرآن اور حضرت مسیح علیہ السلام

واضح آیات کریمہ کی غلط تاویلات

۱۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام نہ لیا جانا :۔

اکثر نا سمجھ لوگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن کریم نے حضرت عیلے علیہ السلام کے والد گرامی کا نام نہیں بتایا ۔ اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو چونکہ اُن کی ولدیت کا مسئلہ متنازعہ فیہ تھا اس لئے قرآن مجید ضرور اُن کے پدر محترم کا نام بتاتا ، تاکہ تنازعہ ہمیشہ کے لئے رفع ہو جاتا ۔ قرآن کا بنا بریں حضرت مسیح علیہ السلام کے والد محترم کا نام نہ بتانا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا کوئی باپ نہیں تھا ۔ اور یہ کہ وُہ بلا باپ مثل آدم پیدا ہوئے تھے ۔ اسکے جواب میں اتنا ہی عرض کرنا کافی اور مناسب ہے کہ فرقان الحمید کوئی پیغمبروں کی سوانح حیات یا تاریخ کی کتاب نہیں جس میں تفصیل کے ساتھ ہر پیغمبر کا شجرہ نسب اور سوانح حیات دی ہو ۔ قرآن میں جس قدر پیغمبروں کے تذکرے آئے ہیں وہ سب تمثیلاً کسی آیت کی تشریح یا سبق کے طور پر ہیں اسی واسطے وُہ مثالیں جا بجا اور بکھری ہوئی ہیں ۔ جیسا جیسا موقع محل ہُوا ، ویسی ہی مثال بیان کردی گئی ۔ چنانچہ کسی بھی پیغمبر کی سوانحعمری مفصل نہیں ہے حتی کہ حضرت محمد رسول اللہ جن پر یہ کتاب اللہ نازل ہوئی اُن کے بارہ میں بھی اس میں صرف چند اشارے پائے جاتے ہیں ۔ زندگی کی تفصیلات کہیں بھی نہیں ہیں ، پھر قرآن میں کئی پیغمبروں کے نام نہیں دیئے ہوئے ہیں

کو بھی بلا ماں باپ پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ وہ ماں کے پیٹ سے ایک عام
انسان کی طرح کیوں پیدا ہوئے؟ اور جب ماں کے پیٹ سے نکلے تو
حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت کس طرح قایم رہی؟
اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک دفعہ ایک پادری مجھے کہا۔ کہ پیدائش
کے صرف تین طریقے ہیں۔ بلا ماں باپ پیدا ہونا اس کی مثال حضرت
آدمؑ ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ پیدا ہونا۔ اس کی مثال عام انسان ہیں
اور بلا باپ کے پیدا ہونا اس کی مثال حضرت عیسےٰؑ ہیں۔ پیدائش
کا اور کوئی چوتھا طریقہ نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ بلا ماں کے
پیدا ہونا یہ چوتھا طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کوئی مثال دو
میں نے کہا۔ محقق طوسی ایک فیلاسفر مرد گزرے ہیں ان کے دو آلت
تھے یعنی وہ پورے مرد بھی تھے اور پورے عورت بھی۔ انھوں نے
ایک عورت سے شادی کی ہوئی تھی اور ان کے نطفہ سے لڑکا پیدا
ہوا۔ ان کے عورت ہونے کی وجہ سے ایک تن و توش جاٹ مرد نے
ان سے شادی کی ہوئی تھی اور اس جاٹ مرد کے نطفہ اور محقق طوسی
کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ گویا قدرت اگر چاہے تو ایک مکمل
مرد کے پیٹ سے بھی اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ اس پر پادری
خاموش ہوگیا اور کوئی جواب بن نہ آیا۔ ایک اور پادری نے کہا۔ اس
مثال سے ہماری ہی تائید ہوتی ہے کہ بلا باپ کے بھی اولاد ہو سکتی
ہے میں نے کہا۔ ہرگز نہیں میں نے جو مثال پیش کی ہے اس میں مرد
وزن دو مختلف جنسوں کے ملاپ سے ہی اولاد پیدا ہو سکتی ہے
محقق طوسی کے بطن سے تب لڑکا پیدا ہوا جب دوسرا مرد اس سے
ملا۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواؑ

آدمی سمجھتے تھے۔" جیوشس انسائیکلو پیڈیا جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ "
اور عیسائیوں کے عہد نامہ جدید کتاب لوقا و کتاب متی کے باب اول میں حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ یوسف نجار کا پورا شجرہ نسب دیکر بتایا ہے کہ وہ حضرت یوسف نجار کے فرزند ارجمند تھے چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں میں حضرت عیسٰی کی ولدیت کے بارہ میں کوئی تنازعہ نہیں تھا اس واسطے حضور آقائے دوجہاں کے زمانے میں مسلمانوں میں اس مسئلے یا تنازعے کے پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور اگر ایسی کوئی بات بھی ہوئی ہوتی تو خود ہادی اکبر اس مسئلے کی تشریح فرما کر رفع کر دیتے مگر ایسی کوئی مستند حدیث موجود نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ کبھی اصحابہ کرام میں اس مسئلہ کے بارہ میں اختلاف پیدا ہوا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا ہو۔ اور آپ نے اس کا جواب نہ دیا ہو۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو مثلِ آدم فرمایا ہے تو چونکہ حضرت آدم بلا ماں اور باپ پیدا ہوئے تھے اس واسطے حضرت عیسٰےؑ بھی بلا باپ پیدا ہوئے تھے۔ حیرانی ہے کہ لوگ اس قسم کی توجیہات کس طرح پیدا کرتے ہیں یہ درست ہے کہ قرآن نے حضرت عیسٰےؑ کی مثال آدم کی طرح فرمائی ہے، نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اور "آدم" سے مراد انسان ہے، نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام۔ اگر بالفرض یہ بات بھی لیا جائے کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے تو پھر کلام میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تشبیہہ ادھوری کیوں رہی؟ قرآن مجید کلام اللہ ہے اور ہر قسم کے تناقض سے پاک ہے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام بلا ماں باپ پیدا ہوئے تھے اور قرآن حضرت مسیحؑ کو حضرت آدمؑ کے ساتھ مشابہت دیتا ہے تو حضرت مسیح

حاملہ ہوگئی ۔ اور اُس حمل کو لے کر ایک اور مقام پر چلی گئی ۔ دردِ زِہ کے عذاب نے اسے ایک کھجور کے ایک تنے کے پاس پہنچایا ۔ اُسنے کہا ۔ " آہ ! کاش کہ اس سے پہلے میں مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی "

اس سے صاف واضح ہے کہ حضرتِ مریم نے حضرتِ عیسےٰ ؑ کو ایسے ہی عام حالات میں جنم دیا جیسے کہ عام عورتیں بچوں کو جنم دیتی ہیں ! انہیں ویسا ہی دُکھ اور تکلیف ہوئی ۔ جیساکہ عام عورتوں کو بچہ کی پیدائش کے وقت ہُوا کرتی ہے ۔ زِہ کی دردیں اُن کے لئے اس قدر دردناک اور عذاب دِہ تھیں کہ اُنھوں نے اُن دردوں سے نجات پانے کے لئے موت کی تمنا کی ۔ زِہ کی دردوں کا اس شدت سے ہونا ثابت کرتا ہے کہ ایک عام انسان دنیا میں پیدا ہو رہا تھا کوئی خدا یا فرشتہ نہیں پیدا ہو رہا تھا ۔ اور انسانیت کے لحاظ سے وہ بنی نوع انسان جیسا ہی تھا ۔ اس میں اور دیگر انسانوں کی پیدائش میں کوئی فرق نہیں تھا ۔ جیساکہ کتابِ پیدائش میں بھی آیا ہے " تم بچوں کو غمناک حالت میں پیدا کروگے "

(آیت ۱۶ باب ۳)

یہاں ایک دلچسپ مسئلہ پیدا ہوتا ہے ۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ سب انسان دردِ زِہ سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ سب کسی نہ کسی کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں گویا نطفہ سے پیدا ہونے کا اثر دردِ زِہ ہے ۔ اگر کوئی شخص بلا کسی مرد کے نطفہ کے پیدا ہو تو لازمی ہے کہ اس کی پیدائش اور دوسروں کی پیدائش میں کچھ نہ کچھ فرق ہو ۔ دردِ زِہ سے پیدا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرتِ عیسےٰ ؑ بھی کسی کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں ۔ اگر وہ بلا باپ کے ہوتے اور نطفہ کے بغیر اُن کی ترکیب ہوئی ہوتی تو کم از کم اُن کی پیدائش اور عام لوگوں کی پیدائش میں کچھ

کو پیدا کرنے کے بعد قدرت نے یہ قانون بنا دیا۔ کہ مرد و زن کے ملاپ سے ہی آئندہ اولاد پیدا ہوگی۔ اور آج تک اس قاعدہ سے کوئی استثنیٰ نہیں ہوئی، پس یہ کہنا کہ حضرتِ مسیحؑ بلا باپ پیدا ہوئے، محض غلط اور خلافِ قانونِ قدرت و واقعات ہے۔ اگر لامحالہ یہ درست بھی مان لیں تو عہد نامہ جدید (انجیل) میں حضرتِ عیسٰےؑ کے باپ یوسف نجار کا نام کیوں دیا ہے، اور کیوں اُن کا شجرہ نسب چالیس پچاس پشتوں تک گنا ہے جب تعلق واسطہ ہی یوسف نجار سے نہیں تھا، تو یہ بوالعجبی کیوں؟ "آدم" کے ساتھ قرآن مجید نے اس لئے حضرتِ عیسٰےؑ کی مثال دی کہ عیسائی لوگوں نے حضرتِ مسیح کو الوہیت کا درجہ دے رکھا تھا۔ اور نعوذ باللہ من ذالک انہیں خدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے تھے اسی واسطے اُن کی تردید اور غلط عقائد کے ابطال میں قرآن مجید کو کہنا پڑا کہ وہ کوئی خدا یا فرشتہ نہیں تھے بلکہ اُن کی مثال "آدم" یا عام انسان کی سی ہے جو کھاتے تھے پیتے تھے سوتے تھے غم و اندوہ میں مبتلا ہوتے تھے وہ ہرگز خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے۔

پس قرآن مجید نے دیگر پیغمبراں علیہم السلام کی طرح حضرتِ عیسٰےؑ کے باپ کا بھی نام نہیں لیا کیونکہ بوقت نزولِ قرآن اور آں حضرت صلعم کے زمانے میں اُن کی ولدیت کے بارہ میں نہ کبھی سوال اُٹھا تھا نہ یہ کوئی مسئلہ تھا۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی عام حالات میں پیدائش۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ (سورہ مریم - آیت ۲۲ تا ۲۳) تب وہ اس سے

حضرت عیسےؑ ایک انسان کی طرح تھے؟
اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ (سورہ آل عمران آیت ۵۹) عیسےؑ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقیناً ایسی ہی ہے جیسے آدم کی مثال، اُسے اُسے خاک سے پیدا کیا تب اُسے کہا ہو جا اور وہ ہو گیا۔
جیسے کہ آدم کو کوئی الوہیت کا درجہ نہیں اور وہ خاک سے پیدا ہوئے اسی طرح عیسےؑ کو الوہیت کا کوئی درجہ نہیں وہ بھی خاک سے پیدا ہوئے۔ آدم سے مراد یہاں انسان ہے کسی انسان کو الوہیت کا کوئی مقام حاصل نہیں ہر انسان خاک سے پیدا کیا جاتا ہے جسے خدا تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے اُسے کہتا ہے ہو جا، وہ ہو جاتا ہے، لیکن ہر انسان کے پیدا ہونے میں جو عمل رکھا گیا ہے یعنی مرد و زن کا ملاپ۔ حمل۔ درد زہ اس میں سب مشترکہ ہیں۔ اُس سے کوئی استثنےٰ نہیں، حتکہ سرورِ کون و مکان، وجہ تمودِ کائنات بھی اُس سے مستثنےٰ نہیں۔ کُنْ فَیَکُوْنُ کا لفظ اُس تمام عمل پر حاوی ہے جو کسی شے کی ودیعت کے لئے قدرت نے مقرر کیا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ ایک ابدال یا قطب پیدا کرنا چاہتا ہے تو اُس کی منشا کُنْ فَیَکُوْنُ کہتی ہے مگر اس کا یہ مطلب کبھی نہیں لیا گیا کہ کُنْ فَیَکُوْنُ کہتے ہی ابدال شکمِ مادر سے پیدا ہو گیا۔ اور چند لمحوں کے اندر جوان ہو کر اپنے عہدہ پر متمکن ہو گیا نہیں بلکہ مشیتِ ایزدی کے مطابق اُس ابدال کا نطفہ شکمِ مادر میں قرار پاتا ہے۔ نو دس ماہ کے حمل کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے شیر خوارگی طفولیت۔ لڑکپن اور جوانی کے منازل کو طے کرنے اور نیکی و تقوے کے بعد وہ مقام ابدالیت کو پاتا ہے اور تب ابدال کے لئے کُنْ فَیَکُوْنُ

نہ کچھ فرق ہوتا، اور کچھ نہیں تو ماں کو زچگی کی دردیں نہ ہوتیں۔ بلکہ ماں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور اُن کی پیدائش ہوگئی ہوتی، گویا قرآن کریم نے نہایت لطیف پیرائے میں بتا دیا ہے کہ حضرت مسیح کے حمل پکڑنے اور پیدا ہونے میں اور دیگر عام انسانوں کے ماؤں کے پیٹوں میں حمل پکڑنے اور پیدا ہونے میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ عام انسان بغیر کسی نطفہ کے حمل نہیں پکڑ سکتے اور دردِ زہ کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتے۔ تو حضرت مسیح بھی بغیر کسی مرد کے نطفہ کے نہ حمل پکڑ سکتے تھے نہ بغیر دردِ زہ کے پیدا ہو سکتے تھے۔

ہمیں تو آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ بعض مسلمان کیوں حضرت عیسٰیؑ کو بغیر باپ کے قرار دیتے ہیں۔ عیسائی تو اسی لئے قرار دیتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھے، اس لئے بغیر کسی مرد یا باپ کے پیدا ہوئے۔ مگر مسلمان تو بہرحال حضرت عیسٰیؑ کو انسان ہی جانتے اور مانتے ہیں اور پیغمبر کا سے زیادہ اُنہیں کوئی رتبہ نہیں دیتے اور نہ دیگر پیغمبروں اور ان میں رتبہ کے لحاظ سے کوئی فرق سمجھتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہ وہ مسلمان حضرت مسیح کو آنحضرت صلعم سے زیادہ مقام دیتے ہوں، یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت ابراہیمؑ یا حضرت نوحؑ سے زیادہ بڑا سمجھتے ہوں۔ جب یہ سب کچھ نہیں تو کسی باپ کا لڑکا سمجھنے سے کونسا عقیدہ میں یا عقیدے میں فرق آجاتا ہے؟ اور یہ کونسا بنیادی کیا بلکہ فروعی مسئلہ ہے جس پر نزاع برپا ہو۔ جب حضرت مسیحؑ کو ہم کوئی الوہیت کا مقام نہیں دینا چاہتے نہ دے سکتے ہیں تو پھر اُنہیں بلا باپ ماننے یا منوانے کا کیا فائدہ؟ خصوصاً جبکہ قرآن بتاتا ہے کہ اُن کی پیدائش عام حالات میں عام انسانوں کی طرح ہوئی؟

دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق شک میں ہو تو یقیناً (یاد رکھو) ہم نے تمہیں خاک سے پیدا کیا ..... (پھر اس کے بعد پیدائش کا تذکرہ ہے کہ کس طرح انسان پہلے نطفہ سے علقہ یعنی زندگی کا جرم بنتا ہے، پھر علقہ سے مضغہ یعنی لوتھڑا بنتا ہے اور مضغہ سے مخلقہ یعنی گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے اور پھر وہ نامکمل سے نامکمل انسان بنایا جاتا ہے۔ الخ پیدائش کا یہ عمل سب انسانوں میں مشترک ہے۔ حضرت عیسےٰؑ بھی اس عمل کی منازل سے گزرے۔ سب انسان خاک سے اور مرد و زن کے ملاپ سے ہی پیدا ہوئے۔ حضرت عیسےٰؑ بھی چونکہ پیدائش کے عمل کی مذکورہ منازل سے گزرے اس لیئے وہ بھی مرد و زن کے ملاپ اور خاک سے ہی پیدا ہوئے)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ (سورہ الروم۔ آیت ۲۰) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہیں خاک سے پیدا کیا، تب دیکھو! تم انسان بن گئے جو بکھرے ہوئے ہو (اگر سب انسان خاک سے بنے ہیں تو حضرت عیسےٰؑ بھی خاک سے بنے ہیں۔ اگر سب انسان مرد و زن کے ملاپ سے ایک ہی قانون کے تحت پیدا ہوئے ہیں تو حضرت عیسےٰؑ بھی اسی قانون کے تحت مرد و زن کے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر وہ اس قانون سے مستثنےٰ ہیں تو وہ انسان نہیں کچھ اور ہیں، لیکن اس ضمن کی پہلی آیت میں قرآن نے اُنہیں انسان قرار دیا ہے۔ اور اگر اسلامی عقیدہ کے مطابق وہ انسان ہیں تو پھر ماں باپ کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتے)

حضرت عیسےٰؑ کو جسمانی خوراک کی ضرورت۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

کا مفہوم پُورا ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذکورہ تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرتِ آدم کو خاک سے بلا ماں باپ پیدا کیا ویسے ہی حضرتِ عیسیٰؑ کو بلا باپ خاک سے پیدا کیا۔ اول تو تمثیل کا یہ مفہوم ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ اپنے ساتھ کیوں مثال دیتا۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے تو عجیب طرفہ تماشا ہے کہ حضرتِ آدم بلا ماں باپ پیدا ہوتے ہیں مگر حضرتِ عیسیٰؑ کی ماں کا ہونا مسلمہ ہے تو پھر حضرتِ عیسےٰ کی مثال حضرتِ آدم کے ساتھ کس طرح ہوئی۔ یہاں تو تناقض پیدا ہوجاتا ہے اور قرآن کریم تناقض سے پاک ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ میں آدم سے مُراد حضرتِ آدمؑ نہیں بلکہ انسان ہے، جسے خاک سے پیدا کیا گیا ہے اور جسے خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں جس طرح عام انسان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں اسی طرح حضرتِ عیسےٰؑ کو حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی جسمانی نسبت نہیں۔ اور وہ بھی عام انسان کی طرح خاک سے پیدا ہوئے۔ دراصل یہ آیت عیسائیت کے رد میں نازل ہوئی جو حضرتِ عیسےٰؑ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم میں سے بعض نادان مسلمانوں نے اسی آیت کو عیسائیت کے باطل عقیدہ الوہیت کی حمایت میں پیش کرنا شروع کردیا۔

چنانچہ اس امر کی تشریح میں کہ تمام انسانوں کو معہ جملہ پیغمبروں کے اور حضرتِ عیسیٰؑ کے خاک سے ایک ہی طریقہ پر پیدا کیا گیا۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں:۔

یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ (سورہ الحج - آیت ۵ع ۱) اے لوگو! اگر تم

تو خوراک کا محتاج ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (سورہ الانبیاء-آیت ۸-۷)

"اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے لیکن انسان جن پر ہم نے وحی نازل کی۔ پس یاد کرانے والے کے تابعین سے پوچھو۔ اگر تم نہیں جانتے نہ ہم نے اُنہیں ایسے جسم دیئے جو خوراک نہ کھاتے ہوں نہ وہ زندہ رہے ہیں"

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ آں حضرت صلعم سے پہلے جس قدر انبیاء کرام آئے وُہ سب جسد عنصری رکھتے تھے اور خوراک کھانے پینے والے تھے اور وُہ سب کے سب وفات پا چکے ہیں کیونکہ کھانے پینے والا جسم فانی ہوتا ہے۔ اور کوئی بھی کھانے پینے والا جسم انسانی ڈیڑھ دو صد سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خوراک کھاتے پیتے تھے جیسا کہ قرآن اور انجیل دونو سے ثابت ہے۔ اسی لئے یقیناً وُہ بھی وفات پا چکے جیسا کہ آیت کے اخیر میں آتا ہے "وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ" (وُہ زندہ نہیں رہے) کم از کم آج تک انسانی تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال نہیں کہ کوئی شخص تین چار صدیاں زندہ رہا ہو۔ اور حضرت مسیح ؑ تو حضرت محمدؐ رسول اللہ سے چھ سو سال پہلے گذرے ہیں اور قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ تجھ سے پہلے نبی زندہ نہیں رہے۔ واضح رہے کہ یہ دونو آیات زمانہ ماضی میں ہیں اور "وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ" کا صیغہ بھی ماضی میں ہے۔ یعنی اُنہیں ہمیشہ کی زندگی نہیں تھی۔ وہ

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ؕ (سورہ المیدہ۔ آیت ۷۵)

مسیح ابن مریم محض ایک رسول تھا۔ رسول اس سے پہلے یقیناً گذر چکے اس کی ماں ایک صدیقہ تھی وہ دونو خوراک کھایا کرتے تھے۔ دیکھو ہم انہیں کس طرح پیغامات واضح کرتے ہیں۔ تب دیکھو وہ کس طرح پھرے جاتے ہیں۔

یہ آیت بھی عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت کے رد میں ہے۔ جو حضرت مسیحؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

متی کی انجیل میں آتا ہے "اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے اور گناہگار آکر یسوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے" (باب ۹ آیت ۱۰)

"پھر اس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت دی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں اور شاگردوں نے لوگوں کو اور سب کھا کر سیر ہو گئے (باب ۱۴ آیت ۱۹)

"تو اس نے ان سے کہا، کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے انھوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اس نے (مسیح) نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔" (لوقا۔ باب ۲۴۔ آیت ۴۲)

کیا خدا اور خدا کا بیٹا کھانے پینے کے محتاج ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت مسیح خدا کے بیٹے کس طرح ہوئے؟ کیونکہ جسمانی جسم خاکی کو کھانے پینے کی احتیاج ہے۔ اس آیت قرآنی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح جسمانی جسم رکھتے تھے گویا وہ وفات پا چکے ہیں ورنہ دو ہزار سال سے کھانے پینے کہاں سے ہیں؟ کیونکہ جسد عنصری

اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ (یعنی معجزے) اس میں کہاں سے آیا؟ (متی۔ باب ۱۳ آیت ۵۵)

حضرت عیلے علیہ السلام کے معجزے۔

۱۔ پنگھوڑے میں باتیں ـــ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۵ (سورہ آل عمران۔ آیت ۴۶) "اور وُہ لوگوں سے کلام کریگا، جبکہ پنگھوڑے میں ہوگا اور جب عمر رسیدہ ہوگا اور وُہ نیکوکاروں میں سے ہوگا"

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پنگھوڑے میں باتیں کرنا حضرت عیلےؑ کا معجزہ تھا، حالانکہ یہ کوئی معجزہ نہیں۔ ہر تنومند اور ہوشیار بچہ پنگھوڑے میں ہی باتیں کرنا شروع کرتا ہے۔ اور بعض زیرک بچے تو ایسی ایسی دانائی کی باتیں کہتے ہیں کہ بڑے بڑوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے خداتعالےٰ کے فضل وکرم سے مجھ ناچیز کے بچوں نے ہی پنگھوڑے میں نہ صرف کئی مرتبہ دانائی کی باتیں کیں بلکہ بے شمار مرتبہ ایسی پیشین گوئیاں اُسی خبیر الحکیم کے حکم سے کیں جو حرف بحرف پُوری ہوئیں۔ میں نے اُن پیش گوئیوں کو اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت میں قلمبند کر رکھا ہے۔ اور میرے کنبے کے کئی لوگ اس پر گواہ ہیں۔ تو کیا اپنے بچوں کی اِن باتوں کو میں عجیب غریب معجزے یا ناممکن کراماتیں سمجھ لوں۔ ہرگز نہیں، دودھ پیتے بچوں کا دو اڑھائی سال کی عمر میں دانش مندی کی باتیں کرنا عام ہے اور پیش گوئیاں کرنا خداتعالےٰ کے حکم سے ہے۔ عربی آیت کا اگلا جملہ پہلے جملے کی وضاحت کرتا ہے۔ "کھل" اس شخص یا عُمر کو کہتے ہیں جبکہ بالوں میں برف کی سی سفیدی شامل ہو جائے۔ یعنی بڑا بڑھاپا۔ آیت کا

گذر چکے ہیں، حیاتِ مسیح کا عقیدہ سراسر اِس آیت کے منافی ہے۔

حضرتِ مسیح کا باپ ۔

اگر چہ قرآن کریم میں بے شمار پیغمبروں کی طرح حضرتِ مسیح کے باپ کا نام یا ذِکر موجود نہیں لیکن خود عیسائیوں کی اناجیل میں بصراحت موجود ہے

ا۔ " اور متان سے یعقوب پیدا ہوا، اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا، یہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے" (متی ۔ باب ۱ آیت ۱۶)

حضرتِ مسیح کے دُوسرے بہن بھائی ۔

عام طور سے یہ بھی ایک غلط عقیدہ ہے کہ حضرتِ مسیح علیہ السلام حضرتِ مریم کے واحد لڑکے تھے، کیونکہ قرآن کریم میں دیگر اُن کے بہن بھائیوں کے نام نہیں بتائے گئے، مگر انجیل میں یہ صاف ذکر ہے کہ اُن کے اور بہن بھائی بھی تھے، بلکہ اُن کے نام تک بھی گنے ہیں، ساری انجیلوں کو چھان مارئیے حضرتِ عیسٰےؑ نے کہیں ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ وُہ بِلا باپ پیدا ہوئے تھے، اور یہ کہ اُن کے اور بہن بھائی نہیں ہیں بلکہ جب کبھی لوگوں نے یا حواریوں نے اُن کے سامنے اُن کے والد ماجد یا بہن بھائیوں کا نام لیا اُنھوں نے ہمیشہ انہیں دُرست تسلیم کیا۔ اور کبھی ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا، کہ فلاں شخص اُن کا باپ نہیں ہے، یا کوئی باپ نہیں ہے، یا کوئی دوسرا سگا بھائی بہن نہیں ہے، حالانکہ پیغمبر راستبازہ ہوتا ہے اور جب کبھی اُس کے سامنے کوئی خلافِ حقائق بات کی جائے تو وُہ اُسے رَد کرتا ہے۔

ا۔ " کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور

میں خبر کرتا ہوں جو تمہیں کھانا چاہیے، اور جو تمہیں گھروں میں جمع کرنا چاہیے، یقیناً اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مومنین میں سے ہو"

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (سورۂ المائدہ - آیت ۱۱۰) تب اللہ کہے گا (قیامت والے دن) اے عیسیٰ ابن مریمؑ یاد کر اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت جب میں نے تجھے پاکیزہ نور (روح) سے قوت دی۔ تو نے بچپن میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے تخاطب کیا۔ اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت سکھائی۔ اور تورات اور انجیل اور جب تو نے میرے حکم سے پرندے کی شکل کی ایک چیز مٹی سے بنائی اور تب میرے حکم سے تو نے اس میں پھونکا اور یہ پرندہ بن گیا اور تو نے میرے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کیا اور جب تو نے میرے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس واضح دلائل لے کر آیا تھا، لیکن اُن میں سے جنہوں نے یقین نہیں کیا اور کہا، یہ کچھ نہیں لیکن صریح جادو ہے"

اسی سورہ آل عمران کی آیت ۷ میں ہی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت بیان فرمانے سے بتا دیا کہ قرآن کریم کی بعض آیات محکمات ہیں جو کتاب کے

مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسٰے نہ صرف دودھ پیتے بچپن میں دانشمند ہو گئے بلکہ اُس عمر میں بھی بقایمی ہوش وحواس خمسہ لوگوں سے گفتگو فرمائیں گے جبکہ عام لوگ اُس وقت سٹھیا جاتے ہیں اور عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُنہیں نہایت ہی لمبی عمر دیگا۔ عام طور سے بڑھاپے کی نوتے سو سال کی عمر میں عقل بگڑ جاتی ہے۔ لیکن اس لمبی عمر یا اس سے بھی زاید پر پہنچ کر حضرت عیسٰےؑ لوگوں سے بخوبی مخاطب ہونگے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ غلط ہے کہ حضرت عیسٰےؑ نے صرف بتیس[۳۲] تینتیس[۳۳] سال کی عمر پائی۔ اور جوانی میں صلیب پر یا آسمان پر چڑھ گئے۔ قرآن کریم صاف بتاتا ہے کہ اُنھوں نے سفید بالوں کی لمبی بڑھاپے کی عمر پائی۔

۲۔ پرندے بنانا۔ بیماروں کو تندرست کرنا اور مُردے زندہ کرنا

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؁ (سورہ آل عمران - آیت ۴۹) اور اُسے بنی اسرائیل کے لئے ایک پیغمبر کھڑا کریگا (وہ کہے گا) میں تمھارے رب کی جانب سے تمھارے لئے نشان لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے لئے خاک سے ایک پرندہ بناتا ہوں، تب میں اس میں پھونکتا ہوں۔ اور یہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرتا ہوں، اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمھیں اس کے بارہ

انگلش لیکسیکون از ایڈورڈ ولیم لین میں "خلق" کے معنی ماپنا، تناسب قایم کرنا یعنی تقدیر کے ہیں۔ پیدائش مخلوقات سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی صفت نہیں۔ اور جھوٹے خداؤں کے مقابلے میں قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت پیدا کرنا ہی بتلایا ہے۔ "وہ کوئی چیز نہیں پیدا کر سکتے، کیونکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں" (سورۃ النحل آیت ۲۰۔ سورہ الفرقان آیت ۳) انسان "طین" سے یعنی خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی اصل بہت حقیر ہے لیکن جب خدا تعالیٰ نے اس میں اپنا نور پھونکا تو اس میں تقدیس پیدا ہو کر وہ فرشتوں سے افضل ہو گیا۔ جیسا کہ سورہ ص آیت ۷۱ و ۷۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جب میں نے انسان کو مکمل بنایا اور اپنی روح (نور۔ دانشوری۔ روحانیت) اس میں پھونکی تو وہ سجدے میں گر پڑے اور اس کے تابع ہو گئے"۔ گویا روحانیت پھونکنے سے ہی انسان مکمل بن سکا۔ یہاں روح کا مطلب زندگی نہیں، کیونکہ زندگی تو حیوانات اور درندوں میں بھی ہے وہ افضل نہیں قرار دیے گئے انسان اسی واسطے افضل المخلوقات ہے کہ اس میں دانشوری اور روحانیت ہے۔

طائر کا مطلب پرندہ بظاہر ہے مگر جس طرح کسی کو محاورہ میں خر، کسی کو گیدڑ، کسی کو اسد یعنی شیر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا، کہ وہ واقعی گدھا یا گیدڑ یا شیر ہے، بلکہ یہ کہ اس میں ان جانوروں کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح طائر کا مطلب ہے پرواز کرنے والا، یعنی جو دنیا کا کیڑا نہ ہو بلکہ روحانیت کی بلندیوں میں پرواز کرے جیسا کہ سورہ انعام آیت ۳۸ میں فرمایا ہے "اور

اصل اصول ہیں اور بعض متشابہات ہیں یعنی ان کے معانی اصل اصولوں کے تحت کئے جاتے ہیں، لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرکے گمراہی پیدا کرتے ہیں۔ فصاحت و بلاغت ہر کلام کی جان ہیں فصاحت سیدھے سادھے عام فہم الفاظ و فقرات کو کہتے ہیں اور بلاغت تشبیہات استعارات، محاورات، ذومعنی وغیرہ کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں فصاحت و بلاغت دونوں بدرجہ اتم ہیں فصاحت کو محکمات کہا گیا ہے۔ اور بلاغت کو متشابہات۔ استعارات و تشبیہات یعنی متشابہات کے لفظی معانی کبھی نہیں لئے جاتے۔ ورنہ مطالب فوت ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ فصاحت کے تحت ان کے معانی کئے جاتے ہیں۔ سورہ آل عمران کے شروع میں ہی محکمات و متشابہات کا تذکرہ اور متشابہات کو سمجھنے کا طریقہ غالباً اس لئے بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ اس سورہ میں متشابہات کی آگے چل کر کثرت ہے۔ اور متشابہات پر تنازعہ پیدا ہونا ضروری تھا اس لئے بتلا دیا گیا کہ آگے کیسا کلام آئے گا اور اسے کس طرح سمجھا جائے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ متشابہات کے تذکرہ سے تنازعہ پیدا ہونے کا احتمال تھا تو اللہ تعالیٰ نے محکمات میں کیوں نہیں حضرت عیسٰےؑ کا تذکرہ یا ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام عادتاً استعارات یعنی متشابہات میں کلام کیا کرتے تھے اس قسم کے استعاروں میں کسی اور نبی نے کبھی باتیں نہیں کیں، چونکہ قرآن کریم حضرت مسیح کے من و عن الفاظ و کلام کو بیان کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے پہلے ہی بتانا ضروری تھا کہ یہ کلام استعاروں میں ہے اسے محکمات یعنی فصاحت کے تحت تشریح کیا جائے۔

پہلی آیت میں تین الفاظ قابلِ غور ہیں۔ خلق۔ طین۔ طائر۔ غور کریں

قرآن مجید میں بھی لکھا ہے "یہ اس چیز کی صحت یابی ہے جو دلوں میں ہے" (سورہ یونس آیت ۵۷) یعنی روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ پیغمبر روحانیت سے دلوں کا علاج کرتے ہیں، نہ کہ ڈاکٹروں کی طرح اپریشن اور دوائیوں سے۔ قرآن کریم میں "اندھوں اور بہروں" (صُمٌّ بُكْمٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ) کا ذکر کثرت سے آتا ہے لیکن اس کا مطلب کبھی بھی یہ نہیں لیا گیا کہ فی الواقعہ کفار یا یہودی آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ روحانی طور پر وُہ اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں۔

مردوں کے بارہ میں قرآن مجید واضح طور پر سورہ انزمر آیت ۴۲ اور سورہ المومنون آیت ۱۰۰ میں فرماتا ہے۔ "وُہ انہیں روک لیتا ہے جنہیں موت کا حکم دیتا ہے اور دوسروں کو (نیند) سے واپس لوٹاتا ہے ایک خاص مدت تک"۔ "اور اُن کے آگے ایک حد فاری ہے اس دن تک جبکہ وُہ اٹھائے جائیں گے"۔ پھر سورہ الفتح آیت ۲۲ میں آیا ہے "نہ ہی مردے اور زندے ایک جیسے ہوتے ہیں، یقیناً جسے اللہ چاہتا ہے وُہ سنتا ہے اور تم انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں"۔ جو لوگ روحانی طور پر مردہ ہو چکے ہیں پیغمبر انہیں روحانی زندگی دینے کے لئے ہی مبعوث ہوتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اس روحانی طور پر مردوں کو زندہ کرنے کا ہی تذکرہ کیا ہے، ورنہ جسمانی طور پر جو مر کر قبروں میں دفنا دیئے گئے وہ دوبارہ جسمانی طور پر زندہ نہیں ہو سکتے۔

آیات متشابہات کی ان تشریحات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم

کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو ، نہ کوئی پرندہ ایسا ہے جو اپنے دو پروں پر اُڑتا ہو ، مگر کہ وہ تمھاری ہی قسم سے ہیں " مطلب یہ کہ انسانوں میں بعض ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں لیکن اپنے دُنیاوی افعال سے اُوپر نہیں اُٹھتے ۔ اور بعض ایسے ہیں جو روحانیت کی بلندیوں میں پرواز کرتے ہیں ۔ اسی طرح سورہ الاعراف ۔ آیت ۱۷۹ و سورہ الفرقان آیت ۴۴ میں جو دِل ہونے کے باوجود نہیں سمجھتے اور کان ہونے کے باوجود نہیں ۔ جانوروں سے مشابہت دیئے گئے ہیں ۔ پس مطلب یہ ہے کہ حضرتِ مسیح نے اُن لوگوں میں جو زمین پر خاک کی طرح پڑے ہوئے تھے انہیں اُٹھایا وہ شکل سے پرندہ تو تھے یعنی روحانیت کی منازل میں پرواز کرنے کی ظاہرا صورت رکھتے تھے ۔ مگر بے جان تھے حضرت مسیح نے اپنی روحانیت میں پھونکی اور اُن کے وہ حواری حقانیت کا سبق دینے چار دانگِ عالم میں پرواز کرنے لگے ۔

پادری T. K. CHEYNE نے اپنی انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں حضرت عیسٰیؑ کے بیماروں کے تندرست کرنے کے بارہ میں لکھا ہے کہ " بیماریوں کے تندرست کرنے کی تمام کہانیاں روحانی بیماروں کو تندرست کرنے سے نکلی ہیں " جیساکہ انجیل متی باب ۱۳ آیت ۱۵ میں آیا ہے " اس قوم کا دِل بُری طرح پژمردہ ہوگیا ہے اُن کے کان سُننے سے بے بہرہ ہیں اپنی آنکھوں کو انہوں نے بند کر لیا ہے تاکہ وہ کہیں کسی وقت اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ، اور اپنے کانوں سے نہ سُن لیں ، اور اپنے دلوں سے نہ سمجھ لیں اور کہیں راہِ راست پر نہ آجائیں اور کہیں میں انہیں تندرست نہ کر لوں " ۔ لیجئے خود انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ صحت یاب کرنے سے مراد رُوحانی صحت یابی لیتے تھے ۔

عیسیٰؑ کے معجزات کو نہ کوئی بڑائی ہے نہ تفوق، اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جنہیں خاص اہمیت دیجائے۔

حضرتِ مسیح کے مختلف نام - بعض لوگ لفظِ میحا پر بڑا زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرتِ عیسیٰؑ کا نام میحا اسی واسطے پڑ گیا، کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور چشمِ زدن میں ہر قسم کے بیماروں کو اپنی پھونک سے ٹھیک کر دیتے تھے۔ جہاں تک مردوں کو زندہ کرنے کا تعلق ہے ہم نے بیان کر دیا ہے کہ یہ عقیدہ تعلیمِ قرآن اور فطرت کے خلاف ہے کہ قبروں میں دفنائے ہوئے مردے دوبارہ دُنیا میں لائے جائیں، البتہ قریب المرگ یا بحالتِ نزع یا سکتہ کی حالت میں مردہ یا بالکل تازہ مردہ کے دوبارہ ہوش و حواس میں آنے کے امکانات ہوسکتے ہیں، اور ہر قسم کے بیمار بھی چشمِ زدن میں خدا تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہوسکتے ہیں، جیسا کہ حضرتِ پیر شہسوار نے تین ہفتے تک متواتر لاہور میں ہمارے سامنے ۱۹۳۵ء میں بے شمار ناممکن العلاج مریضوں کو صرف ہاتھ پھیر کر تندرست کر کے دکھا دیا۔ پھر ایک نہایت ادنےٰ غلام محمدؐ اور حضرتِ مسیحؑ میں کیا فرق رہا؟ علاوہ ازیں میحا آرامی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں "بہت زیادہ سیاحت کرنے والا" یا "عطر آلودہ" (دیکھئے عربک انگلش لیکسیکون از ایڈورڈ ولیم لین۔ نیز تفسیر کبیر) خوشبودار تیلوں اور عطروں سے (جن پر کلام پڑھے گئے ہوتے تھے) نہلایا جاتا تھا۔ حضرتِ عیسیٰؑ کو حضرتِ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا مُرید بناتے وقت خوشبودار عطر والے پانی سے نہلایا۔ یعنی بپتسمہ دیا تھا، لیکن مفسرین نے سب سے زیادہ لفظِ میحا کے معنی سیاحت کرنیوالا ہی لیے ہیں۔ کیونکہ یہودیوں کے ہاتھوں سخت تکلیف اُٹھانے حتکہ

کشف و کرامات، الہام اور معجزات کے قائل نہیں یا مخالف ہیں۔" یا آیات کی خواہ مخواہ تاویلات پیدا کرتے ہیں۔ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ ہم کرامات اور معجزات کے پوری طرح قائل ہیں لیکن آیاتِ کریمہ کی جو کچھ سائنٹفک تشریح ہے وہ ہم نے بلاکم وکاست عرض کردی ہے۔ اگر ان آیات متشابہات کو لفظی معانی پر بھی محمول کرلیا جائے تو بھی ان معجزات سے کوئی الوہیت یا ایسی بات ثابت نہیں ہوتی جو دوسرے خدا تعالےٰ کے پیغمبروں۔ اولیاء کرام اور برگزیدہ بندوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ ہم نے اپنے مضمون "حضرتِ مسیح علیہ السلام اور الوہیت" میں ایسی ایک دو نہیں بے شمار اولیاء اللہ کی کرامتیں بیان کی ہیں جو حضرتِ محمد رسول اللہ کی غلامی میں گذرے ہیں۔ اور جن کی کرامتیں اپنی حیرت اور تاثیر میں حضرت عیسےٰؑ کے معجزات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ خصوصاً ۱۹۳۵ء میں لاہور میں (بمقام کوٹھی مسٹر بھان ماہر دستاویزات ایمپرس روڈ) حضرت پیر شہسوار کی کرامتیں۔ ۱۹۴۵ء میں (بمقام سیالکوٹ موضع منڈیر متصل ریلوے سٹیشن اگوکی) حضرتِ پیر فتح علی شاہ صاحب خانیار کے زبردست کشوف پیشین گوئیاں اور کرامات۔ ۱۹۴۶ء میں (بمقام موضع چلنڈ تحصیل ریاسی۔ صوبہ جموں) حضرتِ پیر فتح محمدؒ صاحب کی کرامات۔ ۱۹۵۰ء میں (بمقام قصبہ ریاسی صوبہ جموں) "بابا صاحب" (ابدالِ وقت) کی بے حد کرامات وغیرہ کا ہم نے آنکھوں دیکھا حال خود بیان کیا ہے۔ اگر حضرت عیسےٰؑ کے معجزات درست ہیں تو کتابوں (تذکرۃ الاولیاء۔ کشف المحجوب وغیرہ) میں مذکور خوارقِ عادت۔ مشکوٰۃ شریف میں آں حضرت سرورِ کون ومکان کے معجزات اور خود ہماری آنکھوں دیکھی کرامات بھی سو فیصدی درست اور صحیح ہیں۔ ان میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ پھر حضرت

اولادِ اسرائیل کے لیۓ رسول بنا ئے گا۔ عہد نامہ جدید کتاب متی (باب ۱۵ آیت ۲۴) میں حضرت عیسٰےؑ ایک غیر اسرائیلی عورت کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔" میں سوائے گھرانہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے اور کسی کے لیۓ نہیں بھیجا گیا ہوں"۔ اپنے جملہ حواریوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں " غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی باب ۱۰ آیت ۵-۶)

۳۔ دولت جمع کرنے سے منع کرنا ــــ بلا کسی استثنا کے آج دُنیا بھر کے عیسائی صرف دولت اکٹھی کرنے۔ عیش و تنعم سے زندگی بسر کرنے اور لذائذ جسمانی کی تگ و دَو میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عیسٰےؑ نے جو اپنے ماننے والوں کو تعلیم دی وہ یہ ہے " اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو، جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں" (متی باب ۶ آیت ۱۹)

" نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے، راستہ کے لئے نہ جھولی لینا، نہ دو دو کرتے، نہ جوتیاں، نہ لاٹھی، کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے" (متی باب ۱۰ آیت ۹) " میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو" (متی باب ۱۹ آیت ۲۳-۲۴)

" تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس

چند گھنٹے اُن کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ کر لکڑی پر لٹکانے (یعنی صلیب) کے عذاب کے بعد حضرت عیسٰےؑ جب چند مُریدوں کی ہوشیاری اور حکمتِ عملی سے نِکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ تو اُنھوں نے مشرقی ممالک عراق، ایران، افغانستان، سرحد اور کشمیر میں بے حد سیاحت کی تھی۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے مشرقی ممالک میں اپنا نام بجائے عیسٰےؑ ابنِ مریم کے یسحا (سیاح) مشہور کیا تھا۔ عبرانی میں آپ کو یوشوعا YESHYA عربی میں عیسٰےؑ۔ یونانی میں جیسس (Jesus) یا یسُوع کہتے ہیں ابنِ مریم القاب ہے اور اسرائیلیوں میں (جیسا کہ آج بھی کشمیر میں کثرت سے رواج ہے) جو لڑکی باپ کے گھر میں بطورِ خانہ نشین دختر بیاہی جاتی ہے اور بجائے لڑکی کی ڈولی گھر سے نکالنے کے لڑکے کا ڈولا گھر میں لایا جاتا ہے۔ اُس خانہ دخترکی اولاد اپنے باپ کی بجائے اپنی ماں کے نام سے ہی مشہور ہوتی ہے۔ (ہم نے اِس رواج کا بالتفصیل اپنے مضمون "حضرتِ عیسٰےؑ کے ابنِ مریم کہلانے کی وجہ" میں ذکر کر دیا ہے) حضرتِ مریم چونکہ اپنے والدین کی خانہ نشین دختر تھیں، اِس لیے اُن کا لڑکا عیسٰے ابنِ مریم کے نام سے ہی اسرائیلی رواج کے مُطابق مشہور ہوا۔

حضرتِ مسیح کا کام - (۱) تعلیم توریت ـــ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ٭ (سورہ آل عمران آیت ۴۸) اور وہ (خدا) اُسے سکھلائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل (نیز سورہ المائدہ - آیت ۱۱۰)

۲- صرف اسرائیلیوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے ـــ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (سورہ آل عمران - آیت ۴۹) اور اسے

میں موجود ہیں۔

۵۔ توریت کی تصدیق و ترمیم۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (سورہ آلِ عمران آیت ۴۹) "اور میں اُس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے توریت میں آیا ہے اور میں اُس چیزوں سے کچھ حصہ کی تمہیں اجازت دیتا ہوں جس کی تمہیں ممانعت تھی"۔ ہر پیغمبر شریعت موسوی کی متابعت کرتا تھا اور عہدِ جدید بحکمِ خداوندی توریت میں ترمیمیں پیغمبران کرتے رہتے تھے حضرت عیسٰےؑ نے خاص طور پر زیادہ ترامیم کیں۔ جیسا کہ عہدنامہ جدید کی کتب متی۔ لوقا۔ مرقس۔ یوحنا وغیرہ سے ثابت ہے۔

۶۔ روزے رکھنا۔ کتاب خروج باب ۳۴ آیت ۱۹ میں آتا ہے کہ وحی کو برداشت اور حاصل کرنے کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس روز پہلے روزے رکھا کرتے تھے۔ رسالت پر مبعوث ہونے سے قبل حضرت عیسٰےؑ علیہ السلام کو بھی روزے رکھنے پڑے (متی باب ۴ آیت ۲ "اور چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ کے آخر کو اُسے بھوک لگی") گویا عام پیغمبروں اور برگزیدہ بندوں کی طرح حضرت عیسٰےؑ بھی روزے رکھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے انعامات قدسیہ کو حاصل کرنے کے لیے روزوں کا رکھنا مذاہب الٰہیہ میں ہمیشہ سے فرض رہا ہے۔ اسی واسطے مسلمان خدا کے حکم سے ہر سال ایک ماہ کے لیے متواتر روزے رکھتے ہیں اور آخری دس دنوں میں اُنہیں اُن انعامات کا وعدہ سورہ القدر میں دیا گیا ہے۔ اگر حضرت عیسٰےؑ انسان نہیں تھے اور خدا کے بیٹے تھے تو منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے قبل اُنھوں نے روزے کیوں رکھے؟

کے ساتھ زنا کر چکا" (متی باب ۵ آیت ۲۸) "جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اُس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے (متی باب ۵ آیت ۳۲) باب ۱۹ آیت ۹)

"پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسا ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں، تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں" (متی باب ۶ آیت ۲) گویا گرجوں میں نرسنگے اور گھنٹے بجوانا اور اپنی خیرات دوسروں کو دکھا کر کرنا حضرت مسیح کو سخت ناپسندیدہ تھے۔

اب بتلائیے عیسائی حضرت ان واضح تعلیمات کے باوجود سارے یورپ، امریکہ اور رُوس میں کیا کرتے ہیں۔

لفظ باپ کا استعمال۔ ساری توریت۔ عہد نامہ قدیم۔ عہد نامہ جدید میں جابجا خداتعالیٰ کو "باپ" کہہ کر پکارا گیا ہے یعنی خدا ہر اسرائیلی کا "باپ" ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ خدا صرف حضرت عیسٰی کا باپ تھا اور حضرت عیسٰی اُس کے واحد بیٹے تھے غلط محض ہے۔ مثلاً تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں" (متی باب ۶ آیت ۱) "تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا" (باب ۶ آیت ۴) "دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا کر" (باب ۶ آیت ۶) تمہارا باپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو پس تم اس طرح دُعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے" (باب ۶ آیت ۹) وغیرہ ہزاروں حوالے بائیبل

اور پس انہیں "کلمہ" کہا جاتا تھا، اور اپنی تائید میں وہ یہ جملے لکھتے ہیں: جَآءَ قَوْلِ۔ اور جَآءَ کَلِمَۃ "میرا قول (کلام) آیا، میرا کلمہ (تقریر) آیا"۔ جب کسی شخص کی پیش گوئی کے مطابق وقوعہ ہوجاتا ہے تو ان جملوں کا اصلی مطلب ہوتا ہے:- "وہ جو میں نے کہا" یا "جس بارہ میں میں نے کہا وقوع پذیر ہوگیا ہے"۔ اس تفسیر سے صاف واضح ہے کہ "کلمہ" درحقیقت پیش گوئی کو کہتے ہیں۔ شیخ ابوالقاسم الحسین الراغب الاصفہانی اپنی لغتِ قرآن "المفردات فی غریب القرآن" میں کہتے ہیں: "حضرتِ عیسیٰؑ کو یہاں انہی معنوں میں "کلمہ" کہا گیا ہے۔ جس طرح حضرتِ محمد رسول اللہ کو سورہ طلاق آیت ۱۰ میں "ذِکر" کہا گیا ہے۔ حضور سرورِ کائنات نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں"۔ جس کا مطلب ہے کہ حضور کا ورودِ مسعود حضرتِ ابراہیم کی دعا و پیشگوئی کے عین مطابق ہوا۔

"اِلقا" کے معنی غالباً ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے۔ امام محب الدین ابو الفیض مرتضیٰ اپنی ڈکشنری "تاج العروس" میں لفظ "سِر" کے تحت لکھتے ہیں: "اَلقا اِلیَّ سِرًّا" (اس نے مجھے اپنے راز سے آگاہ کیا) اور بالعموم "اِلقا" کے معنی ہیں جو کچھ قلبِ انسانی پر خدا کی جانب سے الہام یا کلام اترے"۔ RODWELL اور SALE اور PALMER نے القا کے معنی کیے ہیں۔ مریمؑ میں ڈال دیا۔ مریم میں داخل کر دیا۔" حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ کوئی حواسِ خمسہ سے متعلق یا ٹھوس چیز ہی ڈالی یا داخل کی جا سکتی ہے۔ پیشین گوئی یا خوش خبری کوئی ٹھوس چیز نہیں جو جسم میں داخل ہو سکے۔ کلمہ صرف کلام ہوتا ہے، اور سنا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ مریم کو پیشگوئی

۷- صرف پیغمبر اور رُوح اللہ تھے۔ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ؀ (سورہ النساء آیت ۱۷۱) "اے اہلِ کتاب اپنے مذہب کی حدود سے نہ گذرو۔ نہ سوائے حق کے اللہ کے متعلق بات کرو۔ مسیح عیسےٰؑ مریم کا فرزند صرف خدا کا رسُول اور اُس کا کلام ہے جو اُسنے (اللہ نے) مریم کو کہا۔ اور اُس کی جانب سے ایک رُوح (رحم) ہے، پس اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ اور نہ کہو "تین" (تثلیث) اِس سے باز رہو۔ یہ تمہارے لیئے بہتر ہے۔ اللہ صرف ایک خدا ہے۔ یہ اُس کی شان سے دُور ہے کہ اُس کا کوئی فرزند ہو جو کچھ آسمانوں میں اور زمین پر ہے سب اُسی کی ملکیت ہے اور اللہ ہی تمام معاملات کو سنبھالنے کے لیئے کافی ہے"۔ اِس آیت کریمہ میں تین الفاظ قابلِ غور ہیں اور بدقسمتی سے نہایت آسان ہونے کے با وجود بعض علمائے کرام کی غلط فہمی کا موجب ہو گئے ہیں۔ اول "کلمہ"۔ دوم "اِلقا"۔ سوم "رُوح"

"کلمہ" کے معنی کلام یا پیش گوئی ہیں۔ سورہ آلِ عمران کی آیت ۴۵ پر تفسیر لکھتے ہوئے حضرتِ امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں "حضرتِ عیلےؑ کی آمد کی پیش گوئی پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں کی گئی تھی پس جب وُہ آئے تو کہا گیا — یہی وہ کلام (کلمہ) پیشین گوئی ہے

مکمل کیا۔ اور اُس میں اپنی روح پھونکی، اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دِل دیئے، تم جتنا بھی شکر کرو تھوڑا ہے"۔ مُتذکرہ کرامر میں حضرتِ علامہ الازہری رُوح کے تحت لکھتے ہیں" اَحْیَاءُ النَّاسِ بِی رُوْحِہٖ" (خدا نے تمام انسانوں کو اپنی رُوح سے بیدار ـ زندہ ـ کیا) علاوہ ازیں رُوح مِنْہُ کے معنی "اُس کی جانب سے رُوح" نہیں ہیں۔ بلکہ "اُس کی جانب سے ایک روح ـــ یا پیشگوئی" کے ہیں۔ یعنی جس طرح ہر روح اور پیش گوئی خدا کی جانب سے ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرتِ عیسےٰؑ بھی اُن میں سے ایک رُوح یا ایک پیشین گوئی کے تھے۔ پس معاملہ صاف ہو گیا۔ اگر حضرتِ عیسیٰؑ خدا کی جانب سے روح ہیں تو ہر انسان خدا کی جانب سے اسی لحاظ سے روح ہے۔ حضرتِ عیسےٰؑ اور باقی انسانوں میں روح اللہ ہونے میں کوئی خصوصیت نہیں، اور نہ قرآن کریم ایسی کوئی خصوصیت تسلیم کرتا ہے، بلکہ آیت کریمہ سے ایسی کسی خصوصیت کی نفی پائی جاتی ہے۔ عام انسانی روحوں کی طرح وُہ بھی ایک روح تھے۔ اور خدا کی جانب سے پیشین گوئیوں کی طرح وُہ بھی ایک پیشین گوئی تھے۔

معجزات کی استعارہ زبان ـ ہم سورہ آلِ عمران کی آیت ۶ کے تحت آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی تشریح میں بتا چکے ہیں کہ قرآن کریم دو قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔ ایک محکمات یعنی سادہ الفاظ میں فصیح بنیادی اصول اور دوسرے بلیغ الفاظ میں متشابہات (شبہ ـ مطابقت رکھنا۔ ایک دُوسرے کی مانند ہونا) یعنی جن کے مُطابق بُنیادی طور پر واضح احکام موجود ہیں اور جن کی تشریح اور معانی اُن واضح احکام یا محکمات کے مُطابق کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ

سے آگاہ فرما دیا تھا یعنی اُنہیں الہام کے ذریعہ سے پہلے ہی بتادیا تھا کہ دُنیا کا ایک جلیل القدر پیغمبر اُن کے بطن سے پَیدا ہونے والا ہے۔

" رُوح " کے معنی بقول ابو منصور محمدؐ ابن احمد الازہری (گرامر عربی) (عربک انگلش لیکسیکون از ایڈورڈ ولیم لین) " رحم " کے ہیں۔ تاج العروس میں " روح " کے معنی " الہام " یا " وحی " کے بھی ہیں۔ ان معنوں کے مُطابق " رُوح مِنہُ " کے معنی ہونگے :" خدا کی پیشین گوئی جو اُسنے مریم کو بتلائی "۔ آیت کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ حضرتِ عیسےٰؑ کی آمد پیشین گوئی کے مُطابق اور خدا کی جانب سے الہام کے ساتھ تھی۔ اگر " رُوح " کے معنی جسمانی رُوح یا حیات بھی لیے جائیں تو بھی اس سے حضرتِ عیسےٰؑ بشریت سے ایک قدم آگے نہیں جاتے "۔ حضرتِ آدم کے بارہ میں فرمایا ہے۔ " فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝ (سورہ الحجر آیت ۲۹) " پس جب میں اُسے مکمل بنا دوں اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو اُس کی تابعداری کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑو "۔ حضرتِ آدم پر ہی کیا منحصر ہر انسان کے بارہ میں یہی ہے کہ جب اُسے مکمل بنا دیا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس میں اپنی رُوح پھونکتا ہے جس روح سے عقل و دانشوری کے علاوہ اخلاقِ فاضلہ اور روحانیت پَیدا ہوتی ہے جس سے انسان باقی جانوروں سے ممتاز اور اشرف المخلوقات گردانا جاتا ہے "۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (سورہ السجدہ آیت ۷) اور اُسنے خاک سے اِنسان کی تخلیق شروع کی "۔ ثُمَّ سَوّٰىہُ وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۝ (سورہ السجدہ آیت ۹) تب اسنے اُسے (انسان کو

خدائی صفات سے انکار۔ وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ (سورہ المایدہ۔ آیت ۱۱۶، ۱۱۷) اور جب اللہ کہیگا۔ اے عیسےٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا۔ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی دو خدا مان لو۔ تو وہ کہیگا (یعنی قیامت والے دن) تو سبحان ہے میں وہ بات نہیں کہہ سکتا تھا جس کا مجھے حق نہیں تھا۔ اگر میں نے یہ کہا تھا تو تو نے یقیناً اس کو جانا ہوتا۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ یقیناً تو ہی غیب کا بہترین جاننے والا ہے۔ میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے حکم دیا۔ تابعداری کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں اُن کا گواہ تھا جب تک میں اُن کے درمیان رہا تھا۔"

آج ۔رومن کیتھولک۔ لوگ حضرت عیسےٰؑ اور حضرت مریم کے مجسّمے بنا کر اُن کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا، رُوح القدس اور حضرت عیسےٰؑ کے علاوہ حضرت مریم کو ایک دیوی کا مرتبہ دیکر پوجا کی جاتی ہے۔ اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ قیامت والے دن حضرت عیسےٰؑ اس عقیدے سے قطعاً بیزار ہونگے۔ اور وہ اپنے آپ کو باقی عام انسانوں سے زیادہ کچھ اور نہیں سمجھتے تھے۔ سوائے اس کے کہ خدا نے انہیں اُن کی قوم میں شاہد (رسول) مقرر فرمایا تھا۔ ربوبیت کے لحاظ سے

استعارات و تشبیہات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم میں کوئی تضاد ہے یا متضاد احکام یا آیات ہیں، نہیں بلکہ جہاں استعارہ یا تشبیہہ کی زبان سے ایسا بظاہر معلوم ہو وہاں اس کے معنی کتاب اللہ کے عام سادہ اصولوں اور آیات کے تحت کئے جائیں۔ مثلاً اگر کسی متشابہ آیت کے یہ معنی لیئے جائیں کہ کوئی انسان ہزاروں سالوں سے کھانے پینے کے بغیر زندہ ہے۔ تو محکم آیت کے تحت یہ مفہوم غلط ہوگا۔ کیونکہ بنیادی طور پر قرآن کریم نے بتا دیا ہے کہ جسد عنصری کو موت سے پہلے کھانے پینے، پہننے اور پیشاب کی احتیاج ہے۔ اسی طرح اگر کسی متشابہ آیت کے یہ معنی لیئے جائیں کہ کوئی انسان بھی خالق مطلق کی طرح مخلوقات کی تخلیق کرسکتا ہے، تو محکم آیات کے تحت یہ غلط ہوگا، کیونکہ بنیادی طور پر ہر مخلوق کا خالق خدا ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ صرف آل عمران کے شروع میں ہی متشابہات کو سمجھنے کا اصول بیان کیا گیا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اسی صورت میں حضرت عیسےٰ کی پیدائش اور معجزات وغیرہ کا آگے ذکر تھا۔ جو متشبہات میں ایسے لئے کیا گیا تھا، کہ عیسائیوں میں انجیل کے استعارات و تشبیہات کی وجہ سے ہی حضرت عیسےٰ کے بارہ میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ جنہیں قرآن کریم رفع کرنا چاہتا تھا۔ اگر قرآن بھی انجیل کی تشبیہات اسی طرح استعمال نہ کی جاتیں تو پھر شک رہ جاتا، کہ یہ اسی حضرت عیسےٰ کے بارہ میں ذکر نہیں شاید کوئی اور عیسےٰ ہوگا۔ چنانچہ کمال خوبی سے قرآن نے تشبیہات میں حضرت عیسےٰ اور اُن کے معجزات کا ذکر کیا، اور ساتھ ہی بتا دیا کہ کس طرح محکمات کے تحت بنیادی اصول ہائے فطرت و قرآن کے مطابق اُن کے معنی کیئے جائیں۔

اپنی طرف نہ کہیگا، لیکن جو کچھ سنیگا وُہی کہیگا۔ اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ وہ میرا جلال ظاہر کریگا" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۴ تا ۱۵) فارقلیط یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب ہے آرام دینے والا Comforter حمد کیا گیا۔ تعریف کیا گیا۔ اب فارقلیط کی بجائے ترجموں میں روح حق لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ناموں کے ترجمے کرنے سے ان کے مفہوم ہی بگڑ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے ودیا کا ساگر (علم کا سمندر) اب اگر نام کی بجائے لکھیں "علم کا سمندر" آیا تو کوئی اس سے کیا خاک مطلب سمجھے گا۔ یا مثلاً نجم الدین نے کہا۔ اس کا ترجمہ کریں مذہب کے ستارے نے کہا" تو سارا مطلب ہی فوت ہو جاتا ہے۔ احمد سامی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ جس کی سچی حمد ہو۔ یونانی انجیل میں اُحمدؐ لکھنے کی بجائے ترجمہ کرکے فارقلیط (حمد کیا گیا) لکھا اور انگریزی میں Comforter (آرام دینے والا) کر دیا۔ اور اب اردو میں "روح حق" بنا دیا۔ یہ ہیں مسیحاں کی چابکدستیاں۔

۵۔ توریت میں آیا ہے "خداوند کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر اُن کے لئے آتشی شریعت ہے۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے۔ ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا" (استثنا باب ۳۳ آیت ۲-۳) (کوئی بنی اسرائیل پیغمبر کوہِ فاران پر نہیں آیا۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ ہی دس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر کوہِ فاران پر آتشی شریعت یعنی قرآن ہاتھ میں پکڑ کر چڑھے تھے اور دنیا کی تمام قوموں کے لیے اپنا دعویٰ نبوت پیش کیا تھا۔ کسی اسرائیلی پیغمبر یا دوسرے نبی نے آج تک تمام اقوام کے لئے

سب انسان خدا کے بندے ہیں، خدا ہی سب کی پرورش کرتا ہے
سب انسان فانی اور خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور یہی انسانی کمزوریاں
حضرت عیسٰےؑ نے باقی انسانوں کی طرح اپنے لئے بھی تسلیم کیں۔ انہوں
نے کہیں اپنے آپ کو باقی انسانوں سے بالا یا کھانے پینے سے مستثنےٰ
یا لافانی یا ابدی زندگی والا نہیں بتایا جو خدائی صفات ہیں۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیشگوئیاں ۔(۱) یہودیوں کے بارہ میں
"خدا کی سلطنت تم سے چھین لی جائیگی اور ایک ایسی قوم کو تفویض کر
دی جائیگی جو اسے بارآور کریگی" (متی باب ۲۱ آیت ۴۳)

۲- وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا
بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (سورہ الصف آیت
۶) اور جب عیسٰےؑ ابن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری
طرف خدا کا رسول آیا ہوں۔ تصدیق کرتے ہوئے توریت کی جو مجھ سے
پہلے اتری۔ اور خوشخبری دیتے ہوئے ایک پیغمبر کی جو میرے بعد
آئے گا اس کا نام احمدؐ ہوگا"

۳- اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (سورہ الاعراف
آیت ۱۵۷) جو اس امی نبی رسول کی متابعت کرتے ہیں جس کا ذکر توراۃ
و انجیل میں مذکور ہے"

۴- انجیل میں آیا ہے۔ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر
اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ (فارقلیط) یعنی روح
حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا۔ اس لئے کہ وہ

تھی جس پر بنی آدم کو فخر ہوگا جو اپنے سے قبل انبیاء کی طرح ایک ایک قوم یا فرقے کے لئے مبعوث ہو کر نہیں آئے گا، بلکہ تمام بنی آدم کو یکجا اکٹھا کریگا۔ سب کی تعلیموں اور خوبیوں کا حامل ہوگا۔ اور صحیح معنوں میں کل بنی آدم کا فرزند ارجمند کہلانے کا مستحق ہوگا جس کی دینی اور دنیوی کامیابیاں حیرت انگیز اور شانِ عظیم ہوگی۔ ان پیشین گوئیوں کے صیغے مستقبل کے ہیں اور "ابنِ آدم" بھی ان میں کوئی ایسا ہے جو حضرتِ عیسٰے کے مابعد آئے گا۔ حضرتِ عیسٰےؑ اپنے آپ کو صرف اس شہنشاہ کی منادی کرنے والا (ڈھنڈورچی) بتلاتے ہیں ظاہر ہے کہ منادی کرنے والا نہ خود بادشاہ ہوسکتا ہے نہ بادشاہ کے برابر۔ مثلاً "اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"۔ (متی باب ۴ - آیت ۱۷) یاد رہے کہ حضرتِ عیسٰےؑ خود کبھی بھی زمین پر آسمان کی بادشاہی قایم نہ کرسکے، بلکہ اُلٹا یہودیوں کے ہاتھ سے پکڑے جاکر کانٹوں کا تاج پہنا۔ کوڑے۔ تھوکیں کھائیں، اور صلیب پر لٹکا دیئے گئے (متی ۲۷۔ آیت ۳۰) "اور یسوع سب شہروں اور گاؤں میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا رہا (متی ۹۔ آیت ۳۵)

۷۔ "دیکھو یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چُنا۔ میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے میں اپنا روح اس پر ڈالوں گا۔ اور یہ غیر قوموں کو انصاف کی خبر دیگا۔ یہ نہ جھگڑا کریگا نہ شور۔ اور نہ بازاروں میں کوئی اس کی آواز سُنے گا۔ یہ کچلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑیگا

اپنی بعثت کا دعویٰ نہیں کیا)

۴۔ عہد نامہ جدید یعنی انجیل میں لفظ "ابنِ آدم" کم و بیش ۸۰ مرتبہ آیا ہے۔ عیسائی دنیا حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا بیٹا سمجھتی اور مانتی ہے۔ پس اگر حضرت عیسےٰؑ خدا کے بیٹے ہوئے تو وہ ہرگز نہ اولادِ آدم ہیں نہ "ابنِ آدم" کہلا سکتے ہیں۔ اور نہ اپنے آپ کو "ابنِ آدم" کہہ سکتے ہیں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے خود اپنے آپ کو متعدد جگہ انجیل میں "ابنِ آدم" کہہ کر پکارا ہے مثلاً اور ابنِ آدم مصلوب ہونے کو پکڑوایا جائے گا (متی باب ۲۶ آیت ۲) "ابنِ آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے (متی باب ۱۸ آیت ۱۱) "جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابنِ آدم کو کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں۔ بعض ایلیاہ۔ بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی (متی ۱۶ آیت ۱۳)۔ "یوحنا نہ کھاتا آیا نہ پیتا اور وہ کہتے ہیں اس میں بدروح ہے۔ ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصول لینے والوں اور گناہگاروں کا یار" (متی باب ۱۱ آیت ۱۸، ۱۹) "ایک فقیہ پاس آکر اس سے کہا۔ اے استاد جہاں کہیں تو جائے گا میں تیرے پیچھے چلوں گا یسوع نے اس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" (متی باب ۸ آیت ۲۰)

مگر اپنے علاوہ حضرت عیسےٰؑ نے "ابنِ آدم" کا لفظ کسی ایسی دوسری برگزیدہ ہستی کے لئے بھی استعمال کیا ہے جو ان کے بعد آنے والی

بھی ہے کیونکہ دونوں نے دشمنانِ دین کے ہاتھوں تکالیف اُٹھائیں۔

۱۰۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابنِ آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا (متی ۱۹۔ آیت ۲۸) حضرت عیسےٰؑ قومِ اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ اُن کے بعد اسرائیل میں کوئی نبی نہیں ہوا، بلکہ اُن کے بعد دُنیا بھر میں صرف ایک ہی ہستی محمد رسول اللہ نے دعوائے نبوت کیا اور چند سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے نہایت جلال کے ساتھ تمام ملکِ عرب کو روحانی اور مادی رنگ میں فتح کر کے وہاں سے ہمیشہ کے لیے باطل کا نام مٹا دیا، گویا حضرت عیسےٰؑ اپنی جلالی حیثیت میں صورتِ محمدؐ میں جلوہ گر ہو گئے۔

۱۱۔ ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جسنے تاکستان لگایا اور اُس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا، اور اُس میں حوض کھودا اور برج بنایا۔ اور اُسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اُسنے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اُس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا۔ اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اُسنے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور اُنھوں نے اُن کے ساتھ بھی وُہی سلوک کیا۔ آخر اُسنے اپنے بیٹے کو اُنکے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وُہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے آؤ اِسے قتل کر کے اِس کی میراث پر قبضہ کر لیں اور اُسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو اُن باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ اُنھوں نے اُس سے کہا۔ اُن بدکاروں کو بُری طرح ہلاک

اور دُھواں اُٹھتے ہوئے سن کو نہ بجھا ئیگا جب تک کہ انصاف کی فتح نہ کرائے، اور اس کے نام سے غیر قومیں اُمید رکھیں گی (متی ۱۲ آیت ۲۱) حضرتِ عیسےٰؑ غیر قوموں کو تو کیا انصاف دیتے۔ خود اپنی قوم سے اپنے حق میں انصاف نہ کرا سکے اور انصاف کی فتح کرانے سے قبل ہی صلیب پر لٹکا دیئے گئے۔ غیر قوموں میں اُن کی زندگی میں اُن کا نام ہی نہیں پھیلا تو اُمید کون رکھتا۔ دراصل یہ تمام پیشین گوئی لفظ بہ لفظ حضرتِ محمدؐ رسول اللہ پر صادق آتی ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں غیر قوموں سے انصاف فرمایا۔ رحم کیا۔ انصاف کی فتح کرائی۔ باطل کو قدم قدم پر شکست دی۔ اور اُن کے نام سے ہر مظلوم اور قوم نے اُمید باندھی۔ تاریخ میں ایسی حضورؐ کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

۸۔ "ابنِ آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئیگا اُس وقت ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مطابق بدلہ دیگا" (متی ۱۶ آیت ۲۷) حضرتِ عیسےٰؑ تمام زندگی کبھی بھی جلال کے ساتھ نہ نمودار ہوئے، البتہ ابنِ آدم یعنی سید المرسلین نے اپنے روحانی اور دُنیوی فتوحات سے اپنے دُشمنوں کو مقہور کیا۔ اور نسل۔ خون۔ خاندانیت۔ قومیت کے امتیاز مٹا کر فرمادیا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات قوم کا سردار وُہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور عمل کے مطابق ہی اُس کا بدلہ ملے گا۔

۹۔ ایلیاہ تو آچکا۔ اور اُنھوں نے اُسے نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابنِ آدم بھی اُن کے ہاتھوں سے دُکھ اُٹھائیگا (متی ۱۷ آیت ۱۲) یہ پیشین گوئی ذو معنی ہے۔ اس میں ابنِ آدم سے مُراد حضرتِ عیسےٰؑ خود بھی ہو سکتے ہیں اور حضرتِ محمدؐ رسول اللہ

میں اُن پر ایمان لاتے۔ اُن میں سے بھی بعض (یہوداہ سکریوتی کی طرح) مرتد ہو گئے اور بعض مُنافق (پطرس وغیرہ) سرورِ کائنات کی بعثت اور پیغام کا شہرہ ملکِ عرب سے نکل کر اُن کی زندگی میں ہی یمن۔ عراق۔ شام فلسطین مصر مراکش۔ حبشہ۔ ایران اور ہندوستان تک پہنچ چکا تھا۔ اور بجلی کی سُرعت سے بھی زیادہ تیز اسلام نے پھیل کر آسمانی بادشاہی کی خوشخبری کی مُنادی تمام دُنیا میں کر دی اور مختلف قوموں کے لئے گواہی ہو گئی۔

۱۳۔ "جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہوگا ابنِ آدم آ جائے گا" (متی ۲۴ آیت ۴۴) جب دُنیا کمال گمراہی۔ ضلالت اور اندھیرے میں تھی اور کسی کو رحمتِ خداوندی کی اُمید نہ تھی، اُسی وقت سرورِ کون و مکان نے دعوائے نبوت فرمایا۔ ورنہ حضرتِ عیسےٰؑ کے زمانے میں ہی حضرتِ یحیےٰ نبی اور حضرتِ ذکریا علیہ السلام موجود تھے۔ اُن کا دعوائے نبوت کوئی اچنبا نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۴۔ جب ابنِ آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اُس کے ساتھ آئیں گے تب وُہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا، اور سب قومیں اُس کے سامنے جمع کی جائیں گی۔ (متی باب ۲۵ آیت ۳۱) حضرتِ عیسےٰؑ کبھی بھی جلال کے تخت پر نہیں بیٹھے نہ مختلف قومیں کبھی اُن کے جمع ہوئیں، لیکن یہ سب کچھ سرورِ کون و مکانؐ کے زمانے میں پُورا ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن اور کوہِ فاران پر وعظ فرماتے وقت خصوصاً اسی طرح وقوع پذیر ہُوا جس طرح پیش گوئی میں بتایا ہے۔

۱۵۔ یوحنا (یحیےٰؑ) نے فرمایا "میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وُہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اُس کی جوتیاں اُٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے

کریگا اور باغ کا ٹھیکہ دُوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اُس کو پھل دیں گے۔ یسُوع نے ان سے کہا۔ کیا تم نے کتابِ مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رَدّ کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے اِس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دیدی جائیگی (متی باب ۲۱ آیت ۳۳ سے ۴۳) مالک سے مُراد خدا ہے تاکستان سے مُراد دُنیا ہے۔ باغبانوں سے مُراد دُنیا میں رہنے والے یا خدا کے بندے یا شریعت کے مالک یعنی یہودی قوم۔ نوکروں سے مُراد خدا کے رسول اور پیغمبر جن کے ساتھ یہودی بُری طرح پیش آتے رہے۔ نتیجہ یہ کہ شریعت کا مالک دوسرے لوگوں کو کردیا جائے گا۔ اور یہودیوں سے روحانیت اور حکومت دونو چھین لیئے جائیں گے۔ "جس پتھر کو معماروں نے رَدّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا" یعنی اسرائیلی پیغمبروں یا معماروں نے کبھی اپنے چچا زاد برادران بنی اسمٰعیل کی طرف اِلتفات نہیں کیا۔ پتھر کی مانند اِس قبیلے کو پھینک دیا۔ مگر بنی اسمٰعیل میں خدا نے محمدؐ رسول اللہ جیسی ہستی و سید المرسلین کو پیدا کیا جو عمارتِ روحانیت کے کونے کا پتھر (CORNER STONE) ہوگیا۔ اور جس کی بعثت سے یہودیوں سے روحانی، شرعی اور مادی سلطنت چھین کر مسلمانوں کے حوالے کردی گئی۔

۱۲۔ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابنِ آدم کا آنا ہوگا اور بادشاہی کی اِس خوشخبری کی مُنادی تمام دُنیا میں ہوگی، تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو" (متی باب ۲۴ آیت ۲۷ و ۱۴) حضرتِ عیسٰےؑ کبھی بھی اِس جلال سے جلوہ گر نہیں ہوئے اُنھوں نے نہایت گمنامی میں زندگی بسر کی۔ کل بارہ آدمی ساری زندگی

پیشین گوئیاں ہیں لیکن ہم اسی پر ہی اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس مضمون میں حضرت عیسیٰؑ کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔

واقعہ صلیب - متی۔ مرقس۔ یوحنا وغیرہ کی انجیلوں میں وضاحت سے ذکر آتا ہے کہ کس طرح ایام جوانی یعنی تیس بتیس سال کی عمر میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نیکی کی تلقین اور علماء سُو کو بُرا بھلا کہنے کی بناء پر یہود یوں کو آپ سے شدید عداوت ہو گئی۔ اور انہوں نے حکومت وقت اور گورنر پیلاطوس کو آپ کے خلاف اکسا کر آپ کو مار ڈالنے کی ٹھانی۔ کیونکہ ان کا غلط عقیدہ تھا کہ جس مدعی نبوت کو قتل کر دیا جائے وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ عذاب سے قتل کرنے کا ان کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ ایک اونچے شہتیر یا ڈنڈے پر آر پار (چوکھٹے کی صورت میں اس طرح +) دو تختے لگا کر انسان کے بازو پھیلا کر ان تختوں پر رسے سے باندھ دیتے اور ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں گاڑ دیتے اس طرح انسان کئی دن تک صلیب کے تختے پر لٹکا رہتا۔ اور بھوک پیاس۔ گرما و سرما کی شدت سے دس پندرہ بیس دنوں میں مر جاتا۔ اس طریقہ کی موت کو صلیبی موت کہتے تھے۔ حضرت عیسےٰؑ کے ایک حواری یہودا اسکریوتی نے حکومت سے مبلغ تیس روپے رشوت لے کر آپ کو پکڑوا دیا۔ مشہور حواری پطرس تین مرتبہ خدا کی قسم کھا کر آپ سے منکر ہوا۔ کچھ حواری منافق ہو گئے کچھ بھاگ گئے اور حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر دیگر دو اور چوروں کے ہمراہ تختہ دار صلیب پر لٹکا دیا گیا اُس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ سہ پہر تک آپ تختہ صلیب پر رہے۔ [متی باب ۲۷ آیت ۴۵] چونکہ دوسرے دن یہودیوں کی عید تھی۔ اس لئے موسوی شریعت کے مطابق کوئی شخص عید سے ماقبل شام کو صلیب پر نہیں رہ سکتا تھا۔ مگر ابھی تینوں زندہ تھے کیونکہ صلیب

بپتسمہ دے گا۔ (متی ۳ آیت ۱۱) یہ پیشین گوئی کبھی ہرگز حضرت
عیسٰےؑ کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ زور آور آنے
والا حضرت یحیٰی کی وفات کے بعد آئے گا۔ اور حضرت عیسٰےؑ نہ صرف
حضرت یحیٰے کے زمانے میں ہوئے بلکہ حضرت عیسٰےؑ نے باضابطہ حضرت
یحیٰے کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کے مریدوں میں شامل ہوئے بلکہ
حضرت عیسٰےؑ میں جس قدر روحانیت نمودار ہوئی وہ حضرت یحیٰی کا مرید
بننے کے بعد ہی ہوئی۔ اُس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھی (دیکھئے متی باب
۳ آیت ۱۳ و ۱۶) اور ایسا عظیم الشان مرشد کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ
وہ اپنے مرید کی جوتیاں اُٹھانے کے لائق نہیں خصوصاً جبکہ سعادت مند
مرید یعنی حضرت عیسٰےؑ خود حضرت یحیٰیؑ کے بارہ میں فرماتے ہیں "میں تم
سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے
والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا ہے" (متی باب ۱۱ آیت ۱۱) حضرت
عیسٰےؑ خود بھی ایک عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ بھی اپنے آپ
کو اسی زمرہ میں شامل اور حضرت یحیٰی سے چھوٹا سمجھتے ہیں۔ نیز یہ فقرہ
زمانہ ماضی قریب میں ہے مستقبل صیغہ میں نہیں ہے یعنی جو پیدا ہو چکے
ہیں یہ نہیں کہ جو انسان آئندہ پیدا ہوں گے ان دو فقروں کو اکٹھا پڑھنے
سے معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ کہ آنے والا کوئی ایسی عظیم الشان ہستی ہے
کہ حضرت یحیٰی جیسا پیغمبر جو حضرت عیسٰےؑ کے مرشد تھے اپنے آپ کو اس
ہستی کی جوتیاں اُٹھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور یقیناً حضرت محمد رسول اللہ
روحانی قوت اور جلال (آگ) سے گناہوں کو دھو ڈالتے تھے اُن کے اصحاب
کرام۔ آئمہ۔ مجددین اور اولیاء اللہ نے بھی یہی کیا اور کرتے ہیں۔
توریت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اور بھی بہت سی

کے خوف سے دکیونکہ وُہ اُن کی جان کے دُشمن تھے) چھپے رہتے تھے تاکہ اُنہیں دیکھ نہ لے۔

قرآن کریم میں واقعہ صلیب کے بارہ میں آتا ہے :۔

وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ (سورہ النساء آیت ۱۵۷) " اور اُن کا یہ کہنا ہم نے مسیح عیسےٰؑ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے اور اُنھوں نے اُسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی اُنھوں نے صلیب پر اس کی موت لائی لیکن اُن کی نظروں میں وُہ ایسا ہی دکھائی دیا۔ اور یقیناً وہ جو اس (واقعہ) میں اختلاف رکھتے ہیں اس کے بارہ میں شک میں پڑے ہیں۔ اُنہیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے، لیکن صرف اپنے وہم کے پیچھے چلتے ہیں اور یقیناً اُنھوں نے اُسے نہیں مارا۔"

مَا صَلَبُوهُ کا یہ مطلب نہیں کہ اُنہیں صلیب کے تختے پر لٹکایا ہی نہیں گیا۔ نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اُن کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔ موجودہ اناجیل سے بھی صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔ مثلاً :۔

۱۔ حضرت عیسےٰؑ تختۂ صلیب پر صرف چند گھنٹے لٹکے رہے حالانکہ دس پندرہ دن سے قبل صلیب پر لٹکنے سے موت نہیں ہوسکتی تھی (مرقس باب ۱۵۔ آیت ۲۵۔ یوحنا ۱۹۔ آیت ۱۴)

۲۔ دو چور جنہیں حضرت مسیحؑ کے ساتھ صلیبوں پر لٹکایا گیا تھا ابھی زندہ ہی تھے۔ جبکہ تیسرے پہر اُتارے گئے حضرت

پر لٹکے رہنے سے دس پندرہ دن سے پہلے موت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس واسطے اُن کی ہڈیاں توڑ دینے کا حکم ہوا مگر ابھی ہڈیاں نہیں توڑی تھیں کہ یوسف نامی آریمتیاہ کا ایک دولت مند سوداگر جو پیلاطس گورنر کا دوست تھا آیا وہ حضرتِ عیسٰےؑ کا بھی خفیہ طور پر گروہ کا ساتھی اور گہرا یار تھا اُسنے گورنر کی بیوی کو کچھ تحفے تحائف دیکر اُس سے پیلاطس کے پاس سفارش کرائی، کہ حضرتِ عیسٰےؑ کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں اور اُن کا بے ہوش جسم اُسکے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ پیلاطس کے حکم سے اُن کی ہڈیاں توڑے بغیر اُن کا بے ہوش جسم اُسے دیدیا گیا۔ اور یوسف اریمتیاہ نے ایک غار میں اُسے رکھ کر اُن کے حواریوں کے سپرد کر دیا۔ (ان واقعات کا مفصل تذکرہ متی۔ لوقا۔ مرقس۔ یوحنا کی انجیلوں کے آخری ابواب میں موجود ہے) اسی غار میں حضرتِ عیسٰےؑ کو زخموں پر لگانے کے لیے خدا تعالیٰ نے مرہم کا نسخہ بتایا جو آج تک مرہم عیسٰے کے نام سے مشہور ہے۔ حضرتِ عیسٰےؑ تین دن رات اس غار میں رہے جیسا کہ انھوں نے خود پیشگوئی فرمائی تھی "جیسے یوناہ (یونسؑ) تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین دن رات زمین کے اندر رہے گا"۔ (متی باب ۱۲ آیت نمبر ۴۰) حضرتِ یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے زندہ بجسدِ عنصری نکلے تھے اگر کہیں کہ وہ مر کر روحانی حالت میں اُٹھے یا خدا ان کے یا بجسدِ عنصری اُڑ کر آسمانوں پر چلے گئے تو پھر یہ تمثیل اور پیشگوئی دونو غلط ہو جاتے ہیں۔ اور چاروں انجیلوں سے یہ امر واضح ثابت ہے کہ حضرتِ مسیح غار سے نکلنے کے بعد اپنے مریدوں سے ملے۔ اُنہیں یقین دلاتے رہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اپنے بجسدِ عنصری زندہ ہونے کے ثبوت میں اُنھوں نے حواریوں کے ساتھ مچھلی اور روٹی کھائی پھر گلیل کی طرف روانہ ہوئے اور یہودیوں

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی شکل و صورت باغبان کی طرح بنالی تھی
تاکہ پہچانے نہ جائیں۔

۹۔ اگر مسیح واقعی خدا بن گئے تھے تو باغبان کی طرح بھیس بدلنے کی کیا
ضرورت تھی (یوحنا ۲۰ - آیت ۱۵)

۱۰۔ غار کے تین دن بعد یہ وہی جسدِ عنصری تھا جسے حواریوں نے
دیکھا کیونکہ ابھی تک اس جسدِ مبارک پر زخموں کے گہرے
نشان تھے جو نظر آتے تھے اور جن میں انگلیاں ڈالی جاسکتی تھیں
(یوحنا ۲۰ - آیت ۲۵ - ۲۷)

۱۱۔ غار سے تین دن کے بعد حضرت مسیح نے سخت بھوک محسوس کی اور
اپنے حواریوں کے ساتھ بیٹھ کر روٹی اور بھنی ہوئی مچھلی کھائی
(لوقا ۲۴ - آیت ۳۹ - ۴۳) اگر وہ جسدِ عنصری دنیا میں زندہ
نہیں تھے تو کس طرح بھوک محسوس کی اور کس طرح کھانا کھایا؟

۱۲۔ غار کے تین یوم بعد اور کھانا کھانے کے بعد حضرت مسیح اپنے دو
حواریوں کے ساتھ ساتھ قدم بہ قدم گلیل کے دور دراز علاقے
کی طرف سفر کرتے ہیں (متی باب ۲۸ - آیت ۱۰) جس سے ثابت
ہے کہ وہ یہودیوں سے چھپنے اور کہیں پناہ لینے جا رہے تھے،
آسمانوں پر چڑھنے کے لیے گلیل کی طرف جانے کی کیا ضرورت تھی
اور وہ بھی دو حواری ساتھ لے کر؟

۱۳۔ واقعہ صلیب کے بعد بھیس بدلے ہوئے کبھی کبھی نظر آتے ہیں
گویا کہ وہ اپنے آپ کو چھپاتے ہیں تاکہ کہیں یہودیوں کے ہاتھوں
پکڑے نہ جائیں اور وہ انہیں پھر کوئی دردناک عذاب نہ دیں
[illegible] صلیب پر لٹکائے جانے سے بال بال [illegible] پھر وہ [illegible]

عیسےٰؑ بھی اُن کے ساتھ یقیناً زندہ تھے کیونکہ صلیب پر ابھی چند تو کیا ایک دن بلکہ نصف دن بھی نہیں گزرا تھا۔

۳۔ دونوں چوروں کی ہڈیاں توڑی گئیں لیکن حضرت عیسےٰؑ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں (یوحنا ۱۹۔ آیت ۳۲۔ ۳۳)

۴۔ غار سے نکلنے کے بعد جب حضرت عیسےٰؑ نے حواریوں کو یقین دلایا کہ وہ ابھی زندہ ہیں مرے نہیں اور اُن کے کہنے پر اُن کے ایک حواری نے برچھی سے اُن کا پہلو چھیدا تو اُس میں سے خون اور پانی بہہ نکلا جو کہ یقیناً بجسدِ عنصری زندہ ہونے کا ثبوت تھا۔ (یوحنا ۱۹۔ آیت ۲۵)

۵۔ پیلاطس گورنر نے بالکل یقین نہ کیا کہ اس قدر قلیل عرصہ میں حضرت مسیح کی موت صلیب پر ہوسکتی ہے (مرقس باب ۱۵۔ آیت ۴۴)

۶۔ دونوں چوروں کی ہڈیاں توڑنے کے بعد اُنہیں دفنا دیا گیا لیکن حضرت مسیح کا بے ہوش جسم (جو ہاتھوں اور پاؤں میں صلیب پر میخیں گاڑنے سے بے ہوش ہوگیا تھا) یوسف آرمتیہ کے سپرد کردیا گیا جسنے ایک بڑے کھلے غار میں اُسے محفوظ رکھ کر غار کے منہ پر ایک پتھر ڈھانپ دیا۔ (مرقس ۱۵۔ آیت ۴۶)

۷۔ جب تیسرے دن غار کو دیکھا گیا تو پتھر غار کے منہ پر سے ہٹایا ہوا پایا گیا۔ (مرقس ۱۶۔ آیت ۴) اگر حضرت مسیح روحانی طریق پر زندہ ہوئے ہوتے یا آسمانوں پر اُٹھائے گئے ہوتے تو غار کے منہ پر سے پتھر ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟

۸۔ غار میں رہنے کے تین دن بعد جب حضرت مریم نے حضرت عیسےٰؑ کو دیکھا تو اُنہیں ایک باغبان کے لباس میں چھپا ہوا پایا جس سے

کیئے۔ صرف تمثیلات کے طور پر یا عبرت یا سبق آموزی یا کسی متنازعہ فیہ امر کو حل کرنے کے لئے کسی کسی پیغمبر کا کوئی کوئی واقعہ سورہ کے مطابق بیان فرمادیا گیا ہے، اس لئے ایک ایک پیغمبر کے بعض واقعات کئی مرتبہ بیان کیئے گئے ہیں یا ایک ہی نبی کے چند واقعا مختلف جگہوں پر بکھرے پڑے ہیں۔ حضرت عیلےؑ علیہ السلام کے چند واقعات زندگی بھی اسی طرح بتائے گئے ہیں۔ حضرت یونسؑ حضرت لوطؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ الغرض کئی پیغمبروں کی زندگیوں میں سے صرف ایک ایک واقعہ بتایا گیا ہے۔ بعض پیغمبروں کے دو چار یا زیادہ واقعات بتائے گئے ہیں۔ اسلام سے قبل یہودیوں اور عیسائیوں میں متنازعہ فیہ امر یہ تھا کہ یہودی حضرت مسیح کو (نعوذ باللہ) کاذب کہتے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ وہ قتل کردیئے گئے۔ عیسائی موسوی شریعت کے خلاف اپنے من گھڑت عقیدہ کے مطابق کہتے تھے کہ حضرت عیلےؑ صلیب پر وفات پاگئے اور اس طرح عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگئے۔ قرآن کریم نے دونوں من گھڑت عقائد رد کرتے ہوئے اصل واقعات پر روشنی ڈالی اور بتادیا کہ نہ تو حضرت مسیحؑ قتل ہوئے نہ صلیب پر مرے۔ لوگ پوچھتے ہیں پھر کیا ہوا؟ ہم پوچھتے ہیں مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد حضرت یونسؑ کو کیا ہوا۔ زلزلہ کے بعد حضرت لوطؑ کو کیا ہوا۔ طوفان گزرنے کے بعد حضرت نوحؑ پر کیا گزری۔ جس طرح یہ باور کیا جاتا ہے کہ ان واقعات کے بعد ان پیغمبروں کی زندگی معمول کے مطابق گذری۔ اسی طرح واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ کی زندگی بھی معمول کے مطابق گذری اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا، لیکن انجیلوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیحؑ

دُعائیں مانگتے ہیں اور اپنے حواریوں سے بھی کہتے ہیں کہ وُہ اُن کے لئے دُعائیں مانگیں۔ اِس قدر درد و کرب سے ایک پیغمبر کی مانگی ہوئی دُعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں اور خدا تعالیٰ اُنہیں مستجاب فرماتا ہے (متی ع۲۶۔ آیت ۳۹۔ ۳۴م) غالباً خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وُہ اُنہیں یہودیوں کے ہاتھوں سے بچائے گا اور اِسی لئے جب اُنہیں صلیب پر عذاب دیا گیا تو اُنھوں نے خدا تعالیٰ کو نہایت آہ وزاری سے وعدہ یاد دلایا۔ ایلی! ایلی! لما شبقتنی (میرے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے؟" عبرانیوں (باب ۵ آیت ۷) میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی دُعا قبول ہو گئی تھی "جب اُس نے دُعائیں مانگ لیں اور بڑی آہ وزاری کے ساتھ التجائیں کر لیں اُس خدا سے جو اُسے موت سے بچانے والا تھا تو وُہ سُن لیا گیا جس سے وُہ خوف کھاتا تھا"

جو کچھ ان اناجیل میں آیا ہے اور سچائی کے چند پارے جو لاکھ چھپانے سے بھی پادریوں سے نہیں چھپ سکے قرآن کریم ان کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ تو قتل کر دیئے گئے نہ صلیب پر مرے لیکن خدا کے فضل سے یہودیوں کو دھوکہ لگ گیا کہ وہ مر گئے۔

واقعۂ صلیب کے بعد۔ بعض بے سمجھ لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے جب صلیب پر موت نہ پائی نہ وہ باقی عام چوروں کی طرح قتل کیئے گئے تو پھر کہاں گئے؟ اور قرآن نے اُن کی باقی ماندہ زندگی کے حالات کیوں نہیں بیان کیئے۔ اِس کے جواب میں پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کوئی تواریخ یا سوانح حیات کی کتاب نہیں کسی بھی پیغمبر کے حالات قرآن نے پیدائش سے موت تک تفصیل سے بیان نہیں

انہیں ایک بلند سطح مرتفع پر پناہ دی جس میں سبزہ زار اور چشمے ہیں"۔
عبرانی زبان میں عیلی۔ عبرانی زبان میں یوشوعا (YOSHUA) یونانی
زبان میں جیسس (JESUS) یا یسوع اور ابن مریم حرف خطاب ہے
حضرت عیلے کو مسیحا بھی قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ مسیحا (یا مسیح) آرامی زبان
کا لفظ ہے مسیحا کے معنی ہیں بہت سیاحت کرنے والا۔ لگاتار سفر میں رہنے
والا (دیکھئے المفردات فی غریب القرآن — لغت قرآن — از شیخ ابو
القاسم الحسین الراغب الاصفہانی۔ نیز التفسیر الکبیر از امام فخر الدین
رازی۔ نیز عربک انگلش لیکسیکون از ایڈورڈ ولیم لین)
حضرت عیلے نے جو مشرق بعید ایران۔ افغانستان۔ سرحد کشمیر تبت
ہندوستان کی طرف بے شمار سفر کیئے اور کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش
میں سیاحت کی اسی کی وجہ سے ان کا نام مسیح پڑ گیا۔ دنیا میں اگرچہ سطح
مرتفع ہاء تو بہت سی ہیں لیکن ایک ہی سطح مرتفع دنیا میں ایسی ہے
جہاں سبزہ زار اور چشمے بکثرت ہیں اور وہ خطہ کشمیر ہے۔ تواریخی لسانی
تمدنی۔ مذہبی وغیرہ ہر لحاظ سے اب یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی
ہے کہ افغانستان۔ سرحد۔ گلگت۔ کشمیر۔ ترکستان وغیرہ میں بنی اسرائیل
آباد ہیں۔ اور یہ وہی اسرائیلی نسلیں ہیں جو یہودیوں کی مخالفت اور دشمنی
کی وجہ سے حضرت مسیح سے پانچ سات سو سال قبل فلسطین سے نکل
گئی تھیں۔ اور مشرقی ممالک کی طرف گشتاسپ کے زمانے میں چلی آئی
تھیں۔ فلسطین کی تاریخ میں ان اسرائیلی قبائل کو گم شدہ لکھدیا گیا۔
برادرم محی عبدالعزیز صاحب شورہ عزیز کاشمیری نے حضرت عیلے ؑ
کے مشرقی ممالک کی طرف سیاحت کے بارہ میں مفصل مضمون لکھدیا ہے
اس لئے تاریخی حضرت مسیح کی واقعہ صلیب کے بعد کی زندگی کے حالات

بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اور اُن کا مشن بھی یہی تھا کہ کسی طرح کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کر کے اُن تک پیغامِ رسالت پہنچایا جائے، جیسا کہ اناجیل کے حوالہ جات سے ثابت ہے۔ یہودیوں نے واضح معجزات کے باوجود حضرت مسیحؑ کو اس قدر تکالیف دیں کہ اُن کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ وہ تو خدا کا احسان ہو گیا کہ حضرت عیسٰیؑ کی درد و کرب سے مانگی ہوئی دعائیں قبول ہوئیں۔ اور وہ تختۂ صلیب سے زندہ بچ گئے اُن کی ہڈیاں نہ توڑی گئیں اور میخوں کے زخموں پر "مرہم عیسٰیؑ" لگانے سے تندرست ہو گئے۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس قدر مردود اور ذلیل دشمنوں سے کسی طرح چھپ چھپا کر نکلتے اور کہیں اسرائیل کی اُن کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش کرتے۔ جن کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ اناجیل کے مذکورہ حوالہ جات سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ یہودی دشمنوں سے بھیس بدل کر چھپ کر رہتے تھے اور حواریوں سے دو چار مرتبہ ملنے کے بعد فلسطین سے ہمیشہ کے لئے گم ہو گئے، نہ صرف وہ خود وہاں سے گم ہو گئے بلکہ حضرت مریم اور اُن کے سگے برادر تھوما کا بھی کوئی نام نہیں ملتا۔ گویا وہ بھی اُن کے ساتھ ہی ملکِ فلسطین سے کہیں چلے گئے کہاں چلے گئے؟ اس کا جواب بھی ہماری خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں دیا ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (سورہ المومنون آیت ۵۰)

اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی بنایا اور ہم نے

یونس - حضرتِ یحییٰ - حضرتِ ہود - حضرت سلیمان وغیرہ وغیرہ) وہاں اِس غلط عقیدے کو رفع کرنے کی خاطر حضرتِ عیسٰےؑ کی وفات کا بھی خصوصیت سے ذکر فرما دیا - معاصر عبدالعزیز صاحب شورہ نے اپنے مضمون "وفاتِ حضرتِ عیسٰےؑ" میں ان آیات پر مفصل روشنی ڈالدی ہے اس خیال سے کہ یہ مضمون نامکمل نہ رہ جائے - راقم اِن آیات کو صرف نقل کر دینے پر اکتفا کرتا ہے تفسیر اسی مضمون میں ملاحظہ ہو -

۱- اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ (سورہ آلِ عمران - آیت ۵۵) جب اللہ نے کہا اے عیسٰےؑ میں تجھے وفات دونگا اور تجھے اپنے حضور سربلند کروں گا اور تجھے اُن سے بچاؤں گا جو ایمان نہیں لاتے - اور جو تیرے پیرو ہیں اُنہیں قیامت کے دن اُن کے اوپر رکھوں گا جو (آج) تجھے نہیں مانتے " (یعنی تجھے صلیب پر قتل نہیں کیا جائے گا ، بلکہ قدرتی موت دیجائے گی - متوفی کا لفظ عام مروج ہے - متوفی کبھی اُس شخص کو نہیں کہتے جو زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا جائے ، بلکہ جو شخص مرجائے اُسے متوفی کہتے ہیں - وفات کے بعد ہمیشہ "رفع" ہوتا ہے یعنی انسان کو موت کے بعد اُس کے اعمال کے مطابق جزا دیجاتی ہے جیساکہ ہم دن رات دُعا مانگتے ہیں - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِىْ وَاهْدِنِىْ وَارْفَعْنِىْ ...... اے میرے خدا مجھے رزق دے اور مجھے ہدایت دے اور مجھے سربلند کر وغیرہ .... تو کیا "رفعنی" کا مطلب یہ ہے کہ مجھے آسمانوں پر زندہ اُٹھالے - ہرگز نہیں تو پھر جب یہی لفظ وفات (مُتَوَفِّيْكَ) کے بعد حضرت عیسٰےؑ کے بارہ میں

اسی مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ۔ قرآن کریم سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسٰے ع نہ تو صلیب پر مارے گئے نہ قتل کیے گئے اور اناجیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ تختۂ صلیب سے زندہ اُتار کر یوسف آرمتیاہ کے حوالے کر دیے گئے جس نے انہیں غار میں تین دن رکھ کر علاج کیا۔ غار کے تین یوم بعد آپ نے بھیس بدل لیا تاکہ یہودیوں کے ہاتھوں پہچانے جاکر پھر عذاب نہ اٹھائیں۔ آپ اس کے بعد حواریوں سے کبھی کبھی ملے اور بالآخر ملک گلیل بطرف عراق روانہ ہوگئے۔ صلیب پر آپ صرف تیس برس کی جوان سال عمر میں چڑھائے گئے تھے اور قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے کہ آپ نے بہت لمبی عمر پائی یہاں تک کہ ریش مبارک اور سر کے بال بالکل سفید برف کی مانند ہوگئے تھے

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(سورہ آل عمران - آیت ۴۶) اور وہ لوگوں سے کلام کریگا جب کہ پنگھوڑے میں ہوگا (محاورہ ہے یعنی بچہ ہوگا۔ بچپن سے دانائی کی باتیں کریگا) اور جب عمر رسیدہ (سفید ریش) ہوگا اور وہ نیکو کاروں میں سے ہوگا (دیکھیے انگلو عربک لیکسیکون - نیز تفسیر کبیر از امام فخر الدین راتری لفظ کَهْلًا کے ترجمہ کے لیے) اس خیال سے کہ یہودی دشمن حضرت عیسٰے ع کا پیچھا نہ کریں۔ ان کے حواریوں نے مشہور کردیا کہ وہ غار سے آسمانوں پر چلے گئے اسی طرح ایام جاہلیت میں جبکہ پریس اور علم کی کہیں روشنی نہیں تھی حضرت عیسٰے ع کے آسمانوں پر چلے جانے کا افسانہ مشہور ہوگیا۔ اسی لئے قرآن مجید نے جہاں کئی بلکہ بیشتر پیغمبروں کی وفات کا خصوصیت سے ذکر نہیں کیا (مثلاً حضرت

وفات کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتے۔ اگر کہیں "بعد" کے معنی "آسمانوں پر چلے جانے کے بعد" ہو سکتے ہیں تو ایسا ترجمہ کرنے والے کی عقل پر ماتم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر کہیں "بعد" کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کی رسالت کے بعد حضرت احمد مجتبےٰ کی رسالت آئیگی تو ہم پوچھتے ہیں کہ جب حضرت عیسےٰؑ کی رسالت ختم ہو گئی اور حضرت احمد مجتبےٰ کی رسالت شروع ہو گئی تو پھر حضرت عیسےٰؑ کو بجسد عنصری آسمانوں پر زندہ بٹھانے کے کیا معنی اور کیا فائدہ ہے؟ الغرض حضرت احمد مجتبےٰ کی رسالت پر ایمان لانے سے اس آیت کی رو سے یہ لازم آجاتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کو وفات شدہ تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ حیات حضرت عیسےٰؑ کا عقیدہ رکھ کر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

۳۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (سورہ الانعام۔ آیت ۸۴ تا ۸۸) اور یہ ہمارا برہان تھا جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف دیا

بولا جاتا ہے تو آسمان پر اُٹھا لینے کا مطلب اس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے؟ تاج العروس میں حضرت امام محب الدین ابو الفیض مرتضےٰ تفسیر کبیر میں حضرت امام فخر الدین رازی ایک انگلش لیکسکون میں ایڈورڈ ولیم لین نے الفاظ مُتَوَفِّیْکَ اور رَافِعُکَ کے یہی معانی کئے ہیں)

۲۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (سورہ الصف آیت ۶) "اور جب عیسٰی ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف خدا کا رسول آیا ہوں۔ تصدیق کرتے ہوئے توریت کی جو مجھ سے پہلے اتری اور خوشخبری دیتے ہوئے ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔"

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو ایک طرف تو حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ہی وہ احمد نبی آخر الزمان تھے جن کے بارہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پیشین گوئی فرمائی۔ اور دوسری طرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیاتِ عنصری کے قائل ہیں۔ اس آیت کریمہ میں صاف فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد ایک پیغمبر ہوگا جس کا نام احمد ہوگا۔ اگر حضرت عیسٰی ابھی بجسد عنصری زندہ ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت احمد مجتبےٰ ابھی نہیں آئے۔ اور اگر حضرت احمد مجتبےٰ آچکے ہیں تو ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسٰی کبھی کے ان سے قبل وفات پاچکے ہیں۔ "بعد" کے معنی یہاں سوائے

عزیز کاشمیری

چند قابلِ غور حقائق

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

حدیث کی مشہور کتاب کنز العمال میں دیلمی اور ابن النجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے تھے۔ جب شام پڑ جاتی۔ تو جنگل

کان عیسیٰ ابن مریم لیہیم فاذا امسیٰ اکل بقل الصحراء وشرب الماء القراح وتوسد التراب ثم قال عیسیٰ ابن مریم لیس له بیت یخرب ولا ولد یموت طعامه بقل الصحراء وشرابه الماء القراح ووسادته التراب فلما اصبح ساح بمو براد فاذا فیه رجل اعمیٰ مقعد مجذوم قد قطعه الجزام اسماء من فوقه والوادی من تحته والثلج من یمینه والبرد عن یساره وهو یقول الحمد لله رب العالمین ثلاثا فقال له عیسیٰ ابن مریم یا عبد الله علیٰ ما حمد الله وانت اعمیٰ مقعد مجذوم قد قطعك

میں ساگ پات کھا لیتے۔ اور چشموں کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بنا لیتے۔ پھر کہتے۔ کہ نہ تو میرا گھر ہے جسکے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور نہ کوئی اولاد ہے۔ کہ جن کے مرنے کا کوئی غم ہو۔ کھانے کیلئے جنگل کا ساگ پات پینے کیلئے چشموں کا پانی، اور سونے کیلئے زمین کا بستر ہے۔ اور ان کے گم ہو جانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جب صبح ہوتی چل کھڑے ہوتے۔ یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے ایک وادی میں پہنچے۔ جہاں ایک اندھا آدمی دیکھا۔ جو چل پھر نہیں سکتا تھا۔ اور وہ ایک مجذومی تھا۔ اور جذام نے اس کے بدن کو پھاڑ دیا ہوا تھا۔ اس کیلئے کوئی سایہ کی جگہ نہیں تھی۔ اس کے اوپر آسمان کا ہی سائبان تھا۔ وادی اس کے نیچے تھی۔ اور اس کے دائیں بائیں برف اور شدید سردی تھی۔ مگر باوجود ان سب

جسے ہم چاہتے ہیں درجات میں بلند کرتے ہیں۔ یقیناً تیرا رب عقل والا علم والا ہے۔ اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب دیئے۔ ہر ایک کی ہم نے رہبری کی۔ اور اُن سے پہلے نوح کو ہم نے ہدایت دی اور اُس کی اولاد کو داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسےٰ اور ہارون کو۔ اور اس طرح ہم انعام دیتے ہیں اُنہیں جو دُوسروں سے نیکی کرتے ہیں۔ اور زکریا اور یحیٰی اور عیسےٰ اور الیاس ہر ایک اُن میں سے صالحین میں سے تھا۔ اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور اُن میں سے ہر ایک کو ہم نے لوگوں پر فضیلت دی۔ اور اُن کے باپوں اور اُن کی اولادوں اور اُن کے رشتہ داروں میں سے بعض کو۔ اور ہم نے اُنہیں منتخب کیا اور اُنہیں صراطِ مستقیم پر چلایا۔"

یہ ساری آیت صیغہ ماضی میں ہے اور بے شمار پیغمبروں کے ساتھ حضرتِ عیسےٰ کا نام بھی لیا گیا ہے، اگر حضرتِ عیسےٰ زندہ ہیں تو باقی تمام پیغمبر بھی زندہ ہیں۔ اگر باقی تمام مذکورہ انبیاء کرام وفات پا چکے ہیں تو حضرتِ عیسےٰ بھی اُن کی طرح وفات پا چکے ہیں اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ نیز اِس آیت سے واضح طور ثابت ہے کہ ان سب پیغمبروں کے باپ اور رشتہ دار تھے ان میں حضرتِ عیسےٰ بھی شامل ہیں۔ گویا اُن کے والدِ محترم اور رشتہ دار بھی موجود تھے۔ برادرم عبدالعزیز صاحب شورہ عزیز کاشمیری نے اپنے مضمون وفاتِ مسیح میں اُمت سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث شریف واقوال آئمہ دین کے حوالے دیئے ہیں، ہم اِسی پر اکتفا کرتے ہیں اور قارئین کو اِس سلسلہ میں شورہ صاحب کا مضمون پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

بیج بہاڑہ میں اسرائیلی قبریں!

معزز شہریوں کی چشم دید شہادت

۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ، بمقام بیجبہاڑہ۔ تحصیل اننت ناگ

(۱) خواجہ غلام مصطفےٰ اٹاک ولد خواجہ غنی جو ٹاک چیئرمین ٹاؤن ایریا کمیٹی بیجبہاڑہ عمر سال

(۲) سید یوسف شاہ ولد سید گلہ شاہ، پیرزادہ ساکنہ قصبہ بیجبہاڑہ، عمر سال

(۳) سید غلام حسن شاہ نحوی ولد سید غلام مصطفےٰ شاہ، پیرزادہ ساکنہ قصبہ بیجبہاڑہ عمر سال

(۴) جلال الدین ولد رحمان شیخ چوکیدار (زیر پارہ) بیجبہاڑہ عمر سال

(۵) محمد یعقوب ولد خواجہ عزیز خان ڈسٹرکٹ اور میر ضلع اننت ناگ سکنہ اننت ناگ عمر سال

(۶) رمضان مشکی ولد بیر مشکی، چپڑاسی تحصیل اننت ناگ عمر سال

حلفیہ بیان کیا۔ کہ آج بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ بوقت تین بجے بعد دوپہر ڈاکٹر عزیز احمد صاحب قریشی ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی، کے۔سی۔ایس، تحصیلدار و مجسٹریٹ درجہ اول اننت ناگ نے بیج بہاڑہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد ہم سے دریافت کیا۔ کہ آیا قصبہ بیج بہاڑہ میں کوئی نہایت ہی پرانی قبریں بنی اسرائیل کی ہیں یا نہیں؟ شاہدعلہ نے بتایا۔ کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے۔ آج سے دو ہزار سال پرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کی کچھ قبریں کہ یہ (ٹیلہ پہاڑی) بنام ٹھکطلج پر موجود ہیں۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب کے ہمراہ ہم سب ٹیلہ مذکورہ کی طرف گئے۔ جو موجودہ قصبہ بیجبہاڑہ سے قریباً آدھ پون میل شمال کی جانب ہے۔ کہ یہ

الجزام وا سماء من فوقك والوادى من تحتك والثلج عن يمينك والبرد عن يسارك قال يا عيسىٰ احمد الله اذ لم اكن الساعة ممن يقولُ انك اله اوابن الله او ثالث ثلٰثة رواه الديلمي وابن النجار عن جابر۔

کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۷

تکالیف کے وہ اپنے رب العالمین کا شکر ادا کرتا تھا۔ عیسیٰ ابن مریم نے اس سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے تو کس چیز پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے۔ حالانکہ تو اندھا ہے۔ اپاہج بھی ہے۔ جذامی بھی ہے۔ اور جذام سے تیرا سارا بدن پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ اور تو آسمان کے نیچے ہے اور پڑا ہے اور وادی تیرے نیچے ہے۔ جس میں دائیں بائیں سردی اور برف ہے۔ اس شخص نے جواب دیا۔ کہ اے عیسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اس لئے کرتا ہوں۔ کہ میں اس زمانہ اور وقت میں نہیں ہوا۔ جبکہ لوگ تیری نسبت کہینگے۔ کہ تو خدا اور خدا کا بیٹا اور اقنوم ثالث ہے

حدیث سے اچھی طرح ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح سفر کرتے ہوئے ایک ایسی وادی میں پہنچے۔ جہاں کافی سردی اور برف تھی۔ اور جہاں جذامیوں کا بھی وجود تھا۔ یہ وادی ماسوائے کشمیر کے اور کوئی دوسری وادی نہیں۔ کشمیر میں کافی سردی ہوتی ہے۔ برف بھی گرتی ہے۔ اور جذامی اور کوڑھی بھی موجود ہیں۔ حضرت مسیح[۱] از روئے انجیل کوڑھیوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور کوڑھی کشمیر میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ حکومت نے ان کیلئے ایک علیحدہ شفاخانہ "لیپر اسائلم" کے نام قائم کر رکھا ہے۔ جہاں ایسے مریضوں کو الگ رکھا جاتا ہے"

☆ ☆ ☆ ☆

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جب زخموں کا مرہم کرکے غار سے باغبان بنکے بیرون نکل گئے تو شاگردوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کھانے کو دی (لوقا ۲۴: ۴۲) بھنی ہوئی مچھلیاں کھانے کی رسم کشمیر میں شروع سے ہی قائم ہے اور یہ کشمیر میں امیر، غریب اور مزدوروں کی مرغوب غذا ہے۔ ایسی مچھلیوں کو جو آگ میں بھنی جاتی ہیں۔ کشمیری زبان میں [illegible] کہتے ہیں۔ شاید [illegible]

کیا۔ کہ آج بھی جب کہ قصبہ کے لوگوں پر کوئی مصیبت عظیم نازل ہوتی ہے۔ یا ژالہ باری یا خشک سالی یا کوئی اور آفت آتی ہے۔ تو حضرت ططلخ شاہ کے مزار کے پاؤں کی طرف (آج کل گویا منہ کی طرف) کیونکہ قبر کا رخ بدل دیا گیا ہے) کھڑے ہو کر نفل پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔ اور یہ دعا ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ ان شرقاً غرباً قبروں پر سوسن کے پھول آج بھی قدیم الایام سے قدرتی طور پر خود بخود اگتے ہیں۔ اور قبروں کے رخ کو واضح کرتے ہیں۔ جملہ شاہدوں نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ اس قبرستان کے جنوب کی طرف جو وسیع زمین کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ وہاں کسی زمانے میں شہر بیج بہاڑہ ہوتا تھا۔ اسی لئے اس زمین کو پیپن یعنی شہر کے مکان پر زمین کہتے ہیں۔ اس گروہ ططلخ شاہ اور موجودہ قبرستان کے درمیان میں قصبہ سے تقریباً دو تین جریب کے فاصلے پر راستہ میں ایک قبر کا بہت بڑا پتھر دیکھا۔ جو شرقاً غرباً پڑا ہوا تھا۔

شاہد ع۳ نے بتایا۔ کہ کئی مرتبہ اس پتھر کو ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ مگر جو ہی اس پتھر کو کوئی چھیڑتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی آفت اس پر یا اس کے کنبہ پر آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی کسی پرانے اسرائیلی بزرگ کی قبر ہے۔ جیسا کہ حضرت ططلخ کی قبر ہے۔ اور ططلخ کا نام ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ کوئی اسرائیلی نام ہے۔ عربی، فارسی یا ہندی نام نہیں۔ شاہد ع۳ نے یہ بھی بتایا۔ کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا ہے۔ کہ آج سے ساٹھ ستر سال پیشتر ایک عالم فاضل شیخ سید بابا گجو نامی بیج بہاڑہ میں رہتا تھا۔ اس کے پاس پرانے زمانے کی توریت کا ایک نسخہ تھا۔ جسے کوئی بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اسے وہ نسخہ بڑا عزیز تھا۔ مگر وہ چرس پیتا تھا۔ ایک مرتبہ اسے چرس نہ ملی۔ تو ایک پاؤ چرس کے عوض میں اس نے وہ نایاب نسخہ ایک بانجی کو دے دیا۔ جب واپس آتے۔ تو جامع مسجد کے نیچے قبرستان میں ایک بہت لمبا پتھر کا تعویذ دیکھا۔ جس پر کسی پرانی زبان میں کوئی حروف کندہ تھے۔ اگرچہ

(ٹیلہ) مذکور پر ایک بہت پرانا قبرستان ہے۔ جس کے وسط میں ایک نہایت ہی پرانی چہار دیواری شاید ۲۰ × ۲۰ مربع، چھ سات فٹ اونچی ہے۔ اس کے اندر ایک مختصر سا مقبرہ ہے۔ جس میں حضرت طخطخ کی قبر ہے۔ یہ قبر عام مسلمانوں کے قبروں کی طرح شمالاً جنوباً بنی ہوئی ہے۔

شاہد ع۳ نے بتایا۔ کہ اصلی قبر نیچے ہے۔ جو شرقاً غرباً تھی۔ باشندگان اس بزرگ کو مسلمان سمجھنے لگے۔ اور انہوں نے اس کی قبر کا رخ بدل ڈالا۔ یعنی شمالاً جنوباً بنا دیا۔

تحصیلدار صاحب کو اس سے تسلی نہ ہوئی۔ مقبرہ کے باہر نکلتے ہی فوراً ہماری نظر پیا چاروں طرف قبروں پر پڑی۔ جو اگرچہ زمین سے بلند و بالا تو زیادہ نہیں تھیں۔ مگر بالکل واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ کہ ان کا رخ شرقاً غرباً ہے۔ ہم سب کے سب ان لاتعداد قبروں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کیونکہ مسلمانوں کی قبروں کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے۔ اور یہ قدیم ترین قبریں یقیناً مسلمانوں کی نہیں تھیں۔ بلکہ اہل کتاب (توریت) بنی اسرائیل کی تھیں۔ ہماری خوش قسمتی سے بیچ بیچ میں کسی جگہ کوئی قبر شمالاً جنوباً بھی تھی۔ جس سے پتہ چلتا تھا۔ کہ یہ مابعد کسی مسلمان کی قبر ہے۔ موقع پر شاہدان ع۱، ع۲، ع۳، ع۴ نے بتایا۔ کہ ملحقہ دیہاتوں اور قصبہ کے لوگ آ کر ان قبروں کے کتبے/تعویذ (جو ایک بہت بڑا لمبا سا پتھر قبر پر لٹایا جاتا ہے۔) کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ قبریں بہت پرانی ہیں۔ اس لئے زمین میں دھنس گئی ہیں۔ زمینداراں جب پتھروں کے کتبوں کو زمین کی جگہ نشان قبر پر کھود کر نکالتے ہیں۔ تو وہ تعویذ شرقاً غرباً پڑا ہوا ہمیشہ ملتا ہے۔ اور نیچے قبر بھی شرقاً غرباً ہوتی ہے۔ پھر ان جملہ شاہدوں نے ایسی خالی قبریں بے شمار دکھائیں۔ جن سے لمبے پتھر کھود کر نکال لئے گئے تھے۔ ان قبروں کا رخ بھی شرقاً غرباً تھا۔ شاہد ع۱ نے بتایا۔ کہ حضرت طخطخ شاہ کی قبر ۱۹۰۰ صد سال پرانی ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے وقت کی ہے۔ جیسا کہ اس نے بزرگوں سے سنا ہے۔ جملہ گواہوں نے بالاتفاق بیان

حضرت طخطخ علیہ السلام کشمیر میں

ڈاکٹر عزیز احمد صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے۔ ٹی۔ ایس کا

ایک روحانی مکاشفہ

(بمقام اننت ناگ)

آج مورخہ ۱۹، ۲۰ ہاڑ ۲۰۱۱ء بمطابق ۲، ۳، جولائی ۱۹۵۴ء شب درمیان جمعہ و ہفتہ رات کے تقریباً اڑھائی بجے کشفی حالت میں اننت ناگ سے ٹیلہ طخطخ شاہ بیجبہاڑہ پہنچا۔ رات اندھیری تھی۔ تارے نکلے ہوئے تھے۔ جب ٹیلہ پر چڑھا۔ تو حضرت طخطخ کے مقبرہ سے باہر ایک نہایت وجیہ الصورت پر ہیبت و جلال بزرگ باہر نکلے۔ جن کے انوار سے فضا میں روشنی پھیلی۔ ان کے چہرے پر نہایت لمبی (چھاتی تک) گھنی داڑھی تھی۔ بڑی بڑی گھنی مونچھیں تھیں۔ اور سر پہ عجیب قسم کی کھڑی گول تاج نما ٹوپی پہن رکھی تھی۔ بھویں گھنی اور آنکھیں سیاہ لمبی لمبی تھیں۔ ناک لمبی، ابھری ہوئی اور قدرے کماندار تھی۔ منہ کا دہانہ چھوٹا اور پیشانی کشادہ تھی خالباً سر کے بال لمبے لمبے لٹوں کی صورت میں تھے۔ چہرہ کتابی اور رنگ گندمی تھا۔

ٹوپی اس طرز کی تھی۔

ریش مبارک کچھ اس طرز کی تھی

یہ مسلمان کی قبر تھی۔ مگر پتھر کا تعویذ حضرت ظہیر شاہ کے قبرستان سے لایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پھر حضرت نصیب الدین غازی کے مقبرہ کے ملحق مسجد میں لگے ہوئے ایسے پتھر دکھلائے گئے۔ جن پر کسی قدیم زبان کے حروف کندہ تھے۔ اور پڑھے نہیں جاتے تھے۔ بہر حال یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ گیا۔ اور ہم سب تصدیق کرتے ہیں۔ کہ قبرستان جملہ حضرت ظہیر شاہ میں جتنی قبریں شرقاً غرباً بنی ہوئی ہیں۔ وہ سب کی سب اہل توریت یعنی بنی اسرائیل لوگوں کی ہیں۔ جو ہمارے آباؤ اجداد تھے۔ اور باہر کے ممالک سے یہاں آئے تھے۔

مہر

غلام حسن نحوی ولد غلام مصطفیٰ
ساکن قصبہ بیجبہاڑہ۔ بقلم خود

جلال الدین شیخ چوکیدار زیرپارہ
اننت ناگ

محمد یعقوب خان ڈسٹرکٹ اندر سپر
ٹاؤن ایریا اننت ناگ۔ بقلم خود

پیر یوسف شاہ ولد گلہ شاہ
ساکن قصبہ بیج بہاڑہ۔ بقلم خود

غلام مصطفیٰ اٹاک ولد غنی جوٹاک
چیئرمین ٹاؤن ایریا کمیٹی بیجبہاڑہ

انگوٹھا۔ رمضان ماشکی
چپراسی تحصیل اننت ناگ

READ OVER AND CERTIFIED

Sd/- AZIZ AHMAD

MAGISTRATE 1st. CLASS ANANTNAG TEHSIL

19-3-2011

آج تک ہماری قبر زیرِ زمین اسی طرح ہے۔ حال ہی میں چند نادان مسلمانوں نے زمین کے اوپر ہماری قبر کا تعویذ عام مسلمانوں کی قبروں کی طرح بنا ڈالا۔ (اور باقی قبرستان سے بھی زمین کے اوپر کے پختہ پتھر کے تعویذ اٹھا کر لے گئے ہیں۔) یعنی شمالاً جنوباً بنا دیا۔ حالانکہ ہمارے چاروں طرف دیگر بے شمار اسرائیلیوں کی قبریں مشرق سے مغرب کی سمت لمبائی پر بنی ہوئی اور موجود ہیں۔"

میں نے عرض کیا۔ "حضور مجھے بڑا افسوس ہے۔ کہ میں نے تعویذ قبر[1] کی وجہ سے پہچانا نہیں۔ میں تہہ دل سے معافی چاہتا ہوں۔ کہ کیوں حقِ ادبِ پیغمبری ادا نہیں کیا اور علیحدہ تربتِ مبارک پر بیٹھ کر فاتحہ نہیں پڑھا۔ نادانی سے یہ قصور ہوا۔ بخش دیں۔"

آپ:۔ "تمہارے ساتھ ایک نوجوان تھا۔ (مسٹر محمد یعقوب خان ڈسٹرکٹ انسپیکٹر) جس نے ہماری قبر پر سجدہ کیا۔ یہ سخت بدعت اور شرک ہے۔ سجدہ سوائے خدا کی ذات کے کسی کو روا نہیں، اسے سمجھا دیں، اور ناواقفیت میں جو کچھ آپ سے ہوا۔ ہم درگزر کرتے ہیں۔ خداتعالیٰ آپ کو معاف کرے۔"

اس کے بعد حضور مسکرائے۔ دستِ مبارک آگے کیے۔ میں نے مصافحہ گرمجوشی سے کیا۔ اور السلام علیکم کہہ کر چلا آیا۔

ناچیز

عزیز احمد

---

[1] قبر پر رکھا ہوا پتھر

عمر تقریباً اسی سال تھی۔ داڑھی کے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ اور باضابطہ تیل لگا ہوا معلوم ہوتا تھا جسم سفید تھا، لمبا، مضبوط، اور تن و توش والا معلوم ہوتا تھا۔ ان کے جلال و ہیبت سے مجھ پر رعب طاری ہوا۔ اور میں نے مودبانہ جھک کر انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے وعلیکم السلام جواب دیا۔ اور فرمایا:

"آج دن آپ کے ہمارے مقبرے پر آنے سے ہم خوش ہوئے۔ لیکن افسوس کہ آپ نے دعا فاتحہ تک ہماری تربت پر نہ پڑھا"

میں نے عرض کیا:۔ "حضور، مقبرہ بالکل چھوٹا ٹوٹا بوسیدہ عمارت ہیں، قبر معمولی کچی سی اور مسلمانوں کی قبروں کی طرح تعویذ اوپر سے بنا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا۔ یونہی کسی مسلمان بزرگ کی قبر ہے۔ پس میں نے سارے قبرستان پر ایک فاتحہ پڑھ دیا"

آپ:۔ "ہمارا نام طخلخ مشہور ہے۔ ہم قوم بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں۔ آج سے دو ہزار سال قبل ہم اس قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور اسرائیلیوں کے آخری جتھ کو لے کر کشمیر میں وارد ہوئے تھے۔ اس وقت بیجبہاڑہ اچھا خاصا قصبہ تھا۔ سرینگر ایک معمولی قصبہ تھا۔ ہمارے ساتھی یہیں فروکش ہوگئے۔ جب ہمارے آخری دن آئے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں فلسطین سے تشریف لائے وہ سرینگر میں ٹھہرے۔ اکثر ہم سے ملنے جلنے بیج بہاڑہ آیا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی وعظ و تلقین فرماتے تھے۔ آج سے انیس سو سال پہلے ہماری وفات پر ہماری جگہ بھی انہوں نے ہی سنبھالی۔ اور ہمیں غسل دیکر اور کفن پہنا کر انہوں نے ہی دفنایا۔ ہم شریعت موسوی کے پیغمبر تھے۔ اور نیا شریعت کوئی نہیں لائے تھے۔ ہماری قبر بھی دیگر اسرائیلیوں کی طرح مشرق سے مغرب کی جانب ہے (یعنی سر مشرق کو اور پاؤں مغرب کو، منہ آسمان کی طرف تاکہ کھڑے ہوں، تو منہ بیت المقدس کیطرف رہے)

کی طرف اور ریڑھ کی ہڈی اور ٹانگوں کی ہڈیاں مغرب کی طرف ہوتی ہیں۔ یہ ہڈیاں بڑی توانا، موٹی اور مضبوط ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں جس طرف سے کھدائی ہو رہی تھی چند بوڑھے بزرگوں نے آگے بڑھ کر ٹیلہ کی بالائی سطح سے دو فٹ نیچے ایک مردہ کی کھوپڑی دکھلائی۔ جو ابھی تک مٹی کے اندر دھنسی تھی۔ اور چلا کر کہا۔ یہ دیکھو مردے کا سر مشرق کی طرف ہے۔ اب اس کی ٹانگیں یقیناً اندر مغرب کی طرف ہونگی۔ پھر اسی کھدائی کی طرف جو سامنے نظر کی۔ تو ٹیلہ کی سطح سے کوئی دو اڑھائی فٹ نیچے مٹی کے اندر دھنسی ہوئی پتھروں کی ایک سالم قبر نظر آئی۔ جو شرقاً غرباً تھی۔ ان بوڑھے بزرگوں نے کہا۔ کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے۔ کہ یہ قبریں آج سے کم از کم ڈیڑھ دو ہزار سال پرانی ہیں۔ سب مجمع نے بڑی حیرت سے اس قبر کو دیکھا جو شرقاً غرباً پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ مابعد نمبردار اور چند بزرگوں نے بتلایا۔ کہ بعض دفعہ جب قبرستان کو کھودتے ہیں۔ تو ایک بہت بڑی کمرہ نما قبر ملتی ہے۔ جسمیں تین تین چار چار مردے اکٹھے ہوتے ہیں۔ تحصیلدار صاحب نے پھر مجمع میں تشریح کی۔ کہ یہ قوم بنی اسرائیل کی قبریں ہیں۔ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے۔ اور موسوی شریعت میں قبریں شرقاً غرباً ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ ایک ہی بڑی کمرہ نما قبر کھود کر تین تین چار چار مردوں کو اس میں دفنا دیتے تھے سب سفید ریش بزرگوں نے اور ہم نے اتفاق کیا۔ کہ بے شک ہم پہلے اہل کتاب ہی لوگ تھے۔ مابعد بگڑ گئے۔ اب خدا کا شکر ہے۔ کہ پھر اسلام قبول کیا۔

مابعد ٹیلہ کی بالائی سطح پر چڑھ کر ہم لوگوں نے تین مزید قبریں خالی ایسی دیکھیں جو شرقاً غرباً لمبائی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر تو ہم سب نے بالاتفاق خود ہی پکار کر کہا یہ بھی بنی اسرائیلی کی قبریں ہیں۔ جو ہمارے اجداد اعلےٰ تھے۔

READ OVER AND CERTIFIED.

Sd/ AZIZ AHMED, Tehsildar + Magistrate 1st class
ANANT NAGH

موضع صوف شال علاقہ بیرنگ

تحصیل اننت ناگ میں اسرائیلی قبریں

۲۶ ۳/ ۲۰۱۱ بروز جمعہ بوقت ایک بجے بعد دوپہر

خدا کو حاضر و ناظر جان کر ہم ساکنان موضع صوف شال علاقہ بیرنگ تحصیل اننت ناگ حلفیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ آج چند زمینداراں کی شکایت پر کہ کچھ نمبردار لوگوں نے قبرستان کے اوپر دو چار مکانات اور دوکانات تعمیر کر لی ہیں۔ جناب تحصیلدار صاحب ڈاکٹر عزیز احمد قریشی پی۔ ایچ۔ ڈی دو چار صد زمینداراں دیہہ کیساتھ موقع ملاحظہ کی غرض سے قبرستان میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک چھوٹے سے اونچے ٹیلے پر ہم نے انہیں ایک بہت پرانا قبرستان دکھایا۔ اور کہا۔ کہ کسی زمانے میں صوف کے لوہار بہت مشہور ہوتے تھے۔ یہاں لوہے کے کام کا کارخانہ تھا۔ اور لوہے کے ریزے ٹکڑے وغیرہ لوہار لوگ قبرستان میں پھینک دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قبریں نیچے رہ گئیں۔ اور لوہے وٹی پتھروں کا ملبہ تین تین چار چار فٹ تک اوپر آگیا۔ اب جب اس ٹیلہ کو مٹی وغیرہ اٹھانے کی غرض سے ایک طرف (شمال مشرقی) جانب سے کھدائی شروع کی ہے۔ تو نیچے سے وہ قبریں نکلتی ہیں۔ اس پر غلام رسول نمبردار دیہہ اور چند سفید ریش بزرگوں و معزز لوگوں نے کہا۔ یہ قبریں جو ملبہ کے نیچے سے نکلتی ہیں۔ عجیب طرز کی بنی ہوتی ہیں یعنی ان کا سر جنوب مشرق (جس طرف سے سورج چڑھتا ہے) کی طرف اور پاؤں مغرب (یعنی جس طرف سورج ڈوبتا ہے) کی طرف ہوتے ہیں۔ ہم انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں۔ کئی جگہ سے ہڈیاں نکلتی ہیں۔ جن کا سر مشرق

عزیز کاشمیری ایڈیٹر "روشنی" سرینگر

مسئلہ نزولِ مسیحؑ اور مسلمان

مسیحؑ کی آمد ثانی قرآن پاک، احادیث نبویؐ، اقوال آئمہ اور مستند تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اپنی طبعی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے ہیں۔ تاہم احادیث میں مسیحؑ کی آمد کا ذکر موجود ہے۔ اور مسلمان مسیح کی آمد ثانی کے قائل ہیں۔ ایسے مسلمانوں میں بھی مختلف الخیالات کے لوگ ہیں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ مردود ہے۔

علامہ نووی کی رائے چنانچہ علامہ نووی صحیح مسلم کی شرح کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی بحث میں لکھتے ہیں:-

وانکر ذالک بعض المعتزلہ والجھمیۃ ومن وافقھم وزعموا ان ھذہ الاحادیث مردودۃ بقولہ تعالیٰ خاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وباجماع المسلمین علی ان لا نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وان شریعتہ مؤبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ (شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۳)

یعنی " اس امر کا بعض معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے ہم خیالوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ احادیث قول باری تعالیٰ " خاتم النبیین" اور فرمودہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "لا نبی بعدی" کی وجہ سے مردود ہیں۔ کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور آپ کی شریعت قیامت تک رہنے والی

دستخط غلام قادر نمبردار	غلام رسول نمبردار موف	محمد احسن جوگنائی
بقلم خود	بقلم خود	بقلم خود
انگوٹھہ افضل خان چپراسی	رمضان جوشکی ولد نبر جوشکی	انگوٹھے سے آہنگر
تحصیل اننت ناگ	چپراسی تحصیل اننت ناگ	ولد
انگوٹھہ رحیم وانے ولد وہاب وانی	انگوٹھہ جمال وانی ولد حبیب وانی	
کہہ پورہ		
انگوٹھہ فتح وانے ولد	انگوٹھہ سلطان بٹ ولد رمضان بٹ	
	کرلپورہ	
انگوٹھہ صمد وانی ولد رحیم وانی	انگوٹھہ وہاب وانی ولد محمد	دستخط غلام بٹ
		بقلم خود
انگوٹھہ احسن وانی ولد	انگوٹھہ ریشے شیخ ولد	انگوٹھہ خضر آہنگر ولد ستار
حبیب موفی		
انگوٹھہ اسد آہنگر ولد	انگوٹھہ رزاق آہنگر ولد حبیب	انگوٹھہ احسن وانی ولد رحیم
انگوٹھہ حسن بٹ ولد قادر	انگوٹھہ سلطان ساکن موف	انگوٹھہ غفا ڈار
انگوٹھہ خضر ساکنہ موف	انگوٹھہ غلام میر ولد احمد	انگوٹھہ قادر میر ولد احمد
انگوٹھہ حسن میر ولد محمد	سونہ آہنگر رمضان	رزاق آہنگر ولد عمہ
عزیز شیخ ولد خضر	عمہ آہنگر ولد جمال	اسد شیخ شعبان
اکہ شیخ ولد شعبان موف	عزیز شیخ رمضان موف	رسول شیخ شعبان موف
لسے بٹ ولد جمہ	عمہ آہنگر ولد رمضان	قادر آہنگر و حبیب موف
ستا ڈار رحمان موف	رسول میر ولد لسے موف	غنی میر ولد لسے موف
وسے شیخ ریشے	قادر ڈار ولد رحمان	وغیرہ

اسلامی کتب تاریخ پر مشتمل ہے۔" (تحریک احمدیت اور علامہ اقبال صفحہ ۸۷
مصنفہ سید اختر حسین گیلانی)

علامہ موصوف نے ان الفاظ کا اظہار اس وقت کیا۔ جب آپ جذبات میں آکر احراری پروپیگنڈے کا پورے طور شکار ہو گئے تھے۔ جیسا کہ مشہور اقبالی سید نذیر نیازی اپنے مضمون "علامہ اقبال کی آخری علالت" میں فرماتے ہیں:۔

"قادیانی احراری نزاع سے متاثر ہو کر حضرت علامہ جن خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کر چکے تھے۔ اب انہیں کا تقاضا تھا۔ کہ ایک مفصل بیان اس قضیئے کے متعلق شائع کریں۔ (اقبال۔ طبع جدید اقبال نمبر رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۳۸ء
انجمن ترقی اردو حیدر آباد دکن)

عام مسلمانوں کا عقیدہ

دوسرے وہ عام مسلمان ہیں۔ جو بغیر کسی دلیل کے مسیح ناصری علیہ السلام کو چرخ چہارم پر بجسد عنصری زندہ سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی آمد ثانی کے شد و مد سے قائل ہیں۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ حضرت مسیح منصب نبوت سے الگ ہو کر بحیثیت ایک امتی کے نازل ہوں گے۔ اس طرح سے یہ لوگ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ کیونکہ نبوت ایک نعمت ہے۔ اور نعمت خداوند تعالیٰ اس وقت تک کسی سے چھین نہیں لیتا۔ جب تک نہ وہ کسی قانون کی خلاف ورزی کرے۔ یا ناشکرا بنے۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جو شخص بحیثیت ایک نبی کے زیادہ کامیاب نہ ہوا ہو۔ اور اپنے پیچھے "تسلی دہندہ" کے آنے کا وعدہ دے گیا ہو۔ وہ منصب نبوت سے معزول ہو کر (نعوذ باللہ) جب مبعوث ہو وے تو کون سا کمال کر سکتا ہے؟ اور خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے۔ کہ اسے دوبارہ مبعوث کرے۔

غرضیکہ مسیح ناصری علیہ السلام کو بجسد عنصری زندہ سمجھنے والے اور آپ کی

ہے۔ منسوخ نہیں ہو سکتی۔"

علامہ اقبال کا نظریہ علامہ سر محمد اقبال مرحوم صرف ایک شاعر تھے۔ اور دینیات میں اگرچہ آپ کا نظریہ کوئی مقامِ حجت نہیں ہے۔ تاہم آپ نے بھی مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی کو مجوسی افکار کا مرجع قرار دیا ہے۔ محاورۃً "مسیح موعود" کے متعلق آپ احمدازم میں لکھتے ہیں:-

EVEN THE PHRASE "PROMISED MESSIAH" IS NOT A PRODUCT OF MUSLIM RELIGIOUS CONSCIOUSNESS. IT IS A BOSTERED EXPRESSION AND HAS IT'S ORIGIN IN THE PRE-ISLAMIC MAGIAN OUTLOOK WE DO NOT FIND IT IN EARLY ISLAMIC RELIGIOUS AND HISTORICAL LITERATURE. THIS REMARKABLE FACT IS REVEALED by Prof. Wensinick's CONCORDANDE OF THE TRADITIONS OF THE HOLY PROPHET WHICH COVERS NO LESS THAN ELEVEN COLLECTIONS OF TRADITIONS AND THREE OF THE EARLIEST HISTORICAL DOCUMENTS OF ISLAM."

یعنی "حتیٰ کہ مسیح موعودؑ کا محاورہ بھی مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں۔ یہ ایک غیر صالح اصطلاح ہے۔ جس کی بنیاد اسلام سے قبل مجوسی افکار میں ملتی ہے۔ اس کا وجود ہمیں اسلام کی ابتدائی دینی اور تاریخی ادبیات میں نہیں ملتا۔ اور اس عظیم الشان حقیقت کی وضاحت پروفیسر ڈاکٹر ونسنک کی "المعجم المفہرس الالفاظ الحدیث نبوی" سے ہوتی ہے۔ جو ۱۱ کتب حدیث اور تین قدیم

پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد اس امت میں اصطلاحی معنوں میں قیامت تک کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ نیا اور نہ کوئی پرانا۔ یا جس کا منکر کافر ہو سکتا ہو۔ دین کامل ہو چکا ہے۔ حضور نبی کریم صلعم زندہ اور کامل نبی ہیں۔ قرآن پاک آپ کا زندہ معجزہ ہے۔ جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور قیامت تک مخلوق کی رہبری اور رہنمائی کیلئے کافی ہے

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور دوسرے نبیوں کیطرح اپنی طبعی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کی رحلت قرآن پاک کی آیات بنیات، احادیث نبوی، اقوال ائمہ، مستند تواریخ اور واقعات کی شہادت سے ثابت ہے۔

فوت شدہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا ہے قرآن پاک کی تعلیمات کے مطابق ایک فوت شدہ دنیا میں ہرگز دوبارہ نہیں آسکتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:- الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون "کیا وہ غور نہیں کرتے کتنی نسلیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیں۔ کہ وہ ان کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔" (۳۶: آیت ۳۲)

وحرام علی قریۃ اھلکنا انھم لا یرجعون س ۲۱: ۹۶

اور حرام ہے۔ کسی بستی پر کہ ہم نے اسے ہلاک کیا۔ یقیناً وہ نہیں لوٹیں گے۔

ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون (۲۳: ۱۵-۱۶)

"پھر یقیناً تم اس کے بعد البتہ مرنے والے ہو۔ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے"

احادیث نبوی سے بھی ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالٰی کسی شخص پر دو موتیں وارد نہیں کریگا۔ ایک بار جو مر گیا۔ وہ دنیا میں دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آئیگا۔ یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ہے:-

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - اور تم اللہ تعالے کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے

آمد ثانی کے قایل احراری، مودودی، دیوبندی اور اہلحدیث وغیرہ جو زبان سے "ختم نبوت" کی حمایت کرتے ہیں۔ عملاً اور اصولاً عقیدہ ختم نبوت کے سراسر منکر ہیں۔ اور ایسا اعتقاد رکھتے ہوئے وہ ذرہ بھر بھی نہیں شرماتے ہیں۔ کیونکہ قوت تمیزہ ان سے سلب کی جا چکی ہے۔

پاکستانی پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں مجلس احرار کے وکیل نے جو بیان دیا ہے۔ اور عدالت نے اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ ذیل کے بیان سے ملاحظہ فرماویں۔

" لاہور۔ ۲ فروری ۱۹۵۴ء۔ مجلس احرار کے وکیل مسٹر مظہر علی اظہر نے آج پنجاب کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت کے روبرو اپنے دلایل پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ اصل مسئلہ یہ ہے۔ کہ رسول اکرم (صلعم) آخری نبی تھے کہ نہیں۔ اور آیا اسلامی عقیدے کی رو سے رسول اکرم ص کے بعد گذشتہ چودہ صدیوں میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے کہ نہیں"

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں وکیل نے کہا۔ مہدی اس وقت تک نبی نہیں ہو سکتے۔ جب تک وہ اسے ثابت کرنے کیلئے "تلوار" استعمال نہیں کرتے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ دوبارہ مبعوث ہوں گے۔ تو وہ نبی ہی ہوں گے۔

عدالت نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ اس بیان سے اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسے شخص کا ظہور رسول اکرم ص کے بعد بھی ممکن ہے۔ جسے نبی کہا جا سکے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی کہے۔ تو ثابت یہ کرنا ہوتا ہے۔ کہ یہ دعوے درست ہے یا غلط"

(نوائے وقت لاہور، ۶ فروری ۱۹۵۴ء صفحہ اول، ملت لاہور ۶ فروری ۵۴ء صفحہ ۵)

الغرض یہ لوگ سب افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ اور حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ ان حالات میں مسئلہ نزول مسیح کی حقیقت کو مختصر طور بیان کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا ہے	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ آپ

اور کوئی اسے قبول نہ کریگا۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم (بخاری کتاب الانبیاء علیہم السلام) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آئینگا۔ اور وہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنیوالا مسیح امتِ محمدیہ ہی کا ایک فرد ہے جو مثیلِ مسیح ناصری ہوگا جو صلیب کو توڑیگا۔ قتلِ خنزیر کریگا۔ اور جزیہ یا لڑائی کو موقوف کریگا یعنی عیسائیت کو جھٹلائیگا فاسد عقائد کا قلع قمع کریگا۔ اور اپنا کام بغیر کسی جبر و تشدد کے صرف علمی دلائل سے انجام دیگا۔

مثیلِ موسیٰ ۔ قرآن پاک میں رسول مقبول صلعم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ فرمایا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (المزمل: ۱۶) یعنی "ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا"۔

توراۃ میں بھی حضرت موسیٰ کو بتایا گیا تھا کہ "میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ (استثناء 18:18) نبی کریم صلعم خود فرما چکے ہیں۔ ان علماء الخلفاء بعدی علی نقباء موسیٰ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ 205) یعنی "میرے خلیفے موسیٰ کے نائبوں کے متوازی ہونگے۔"

اس سے بھی ظاہر ہے کہ مثیل موسیٰ یعنی نبی کریم صلعم کے بعد مثیل مسیح علیہ السلام امتِ محمدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا جسے اسی قدر مدت کے بعد آنا تھا جتنی مدت کے بعد نبی کریم صلعم حضرت موسیٰ کے بعد تشریف لائے تھے

فتح البیان میں نواب صدیق حسن خان آیت "خاتم النبیین" کے ماتحت نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وحین ینزل عاملاً علی شریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانہ بعض امتہ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہونگے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنے والے ہونگے۔

امام ابن الحجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ یکون عیسیٰ حاکما من حکام ھذہ الامۃ۔ یعنی عیسیٰ اس امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہونگے۔ دوسری جگہ فتح الباری میں نزول عیسیٰ کی حدیث کی

پس حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جو فوت ہو چکے ہیں۔ دوبارہ ہرگز مبعوث نہیں ہوں گے۔

لفظ نزول سے مراد نزول کا لفظ عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ اس کے معنی آسمان سے نازل ہونے کے نہیں ہیں۔ یوں تو آسمان بھی سیلنگ یا چھت کی طرح کوئی ٹھوس فرش نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

انزلنا علیکم لباساً۔ ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا۔ و انزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج۔ (الزمر۔ ۶) اور چار پایوں سے آٹھ جوڑے جوڑے کر کے تمہارے لئے اتارے۔ انزلنا الحدید (الحدید۔ ۲۵) ہم نے لوہا نازل کیا۔ خود نبی کریم صلعم کیلئے بھی قرآن پاک میں لفظ نزول استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قد انزلنا الیکم ذکرا رسولا یتلو علیکم آیات اللہ (اطلاق۔ ۱۰-۱۱) ہم نے تمہاری طرف یاد دلانے کو رسول نازل کیا۔ جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے"

اب فرمائیے کیا لباس، چوپائے، لوہا آسمان سے نازل ہوتے ہیں؟ اور کیا نبی کریم صلعم آسمان سے نازل ہوتے تھے؟

ان حالات میں نزول کے معنی آسمان سے اترنے کے قرار دینا درست نہیں ہے۔ اور نہ نزول مسیح سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ آسمان سے اتر آئیں گے۔

نزول مسیح احادیث میں صحیح بخاری شریف میں نزول مسیحؑ سے متعلق یہ احادیث ہیں۔ عن ابی ھریرۃؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احدٌ (کتاب البیوع حدیث ۱۰۰۰)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریب ہے۔ کہ تم میں ابن مریم آئیں گے۔ حکم عادل ہو کر۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ اور سور کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ کو موقوف کریں گے اور مال کو (پانی کی طرح) خرچ کریں گے۔

ے دوسری روایت میں آیا ہے کہ لڑائی کو موقوف کریگا۔

Letter of authority in favour of a person Rahman Khan, appointing him as an attendant of the Tomb " YuzAsof" at Khanyar Srinagar.

تشریح میں لکھا ہے۔ ینزل فی اٰخر الزمان مجدد الامر الاسلام" وہ آخری زمانہ میں امر اسلام کے لئے بطور مجدد نازل ہونگے"۔ حضرت محی الدین ابن عربی اپنی تفسیر کے صفحہ 93 پر فرماتے ہیں وجب نزولہ فی اٰخر الزمان تعلقه ببدن اٰخر۔ یعنی حضرت مسیح آخر زمانہ میں بروز کے طور پر نازل ہونگے۔ لہٰذا مسیح موعود امت محمدیہ ہی کے ایک فرد اور مجدد ہونگے۔ اور مسیح ناصری جو فوت شدہ ہیں ہرگز نہیں ہونگے۔ واضح ہے کہ ان احادیث کی پیشگوئی میں استعارہ بروز اور مجاز سے کام لیا گیا ہے۔

دو مختلف حلیے ۔ اس کے علاوہ احادیث میں مسیح ناصری علیہ السلام اور مسیح محمدی کے دو مختلف حلیے بیان کیے گئے ہیں وہ بھی اسی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ کہ آنیوالے مسیح ۔ مسیح اسرائیلی علیہ السلام نہیں ہونگے۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری ؑ کا حلیہ اس طرح سے بیان ہوا ہے۔ عن ابن عمر رضو قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت عیسٰی وموسٰی وابراہیم فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر (بخاری کتاب الانبیاء۔ حدیث 1742) یعنی ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے عیسٰی اور موسٰی اور ابراہیم کو دیکھا تو حضرت عیسٰی تو سرخ رنگ گھونگریالے بال والے، چوڑے سینے والے تھے"

حضرت مسیح موعود کا حلیہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ واراني الليلة عند الكعبة في المنام فاذا رجل آدم كاحسن ما يرى من آدم الرجال تضرب لمته بين منكبيه رجل الشعر يقطر رأسه ماء واضعا يديه على منكبي رجلين وهو يطوف بالبيت فقلت من هذا؟ فقالوا هذا المسيح ابن مريم (بخاری کتاب الانبیاء حدیث 1743) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" اور میں نے آج رات خواب میں اپنے آپ کو کعبے کے پاس دیکھا تو دیکھا ایک شخص گندم گوں گندمی رنگ والوں میں سے اچھا نظر آئے اس کے بال کندھوں تک اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہیں۔ سیدھے بال ہیں اسکے سر سے ٹپک رہا ہے اپنے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا یہ مسیح بن مریم ہیں"

پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری علیہ السلام اور مسیح موعود علیہ السلام دو مختلف شخص ہیں۔ مسیح ناصری علیہ السلام جو فوت ہو چکے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں ہرگز مبعوث ہونے کو نہیں اور مسیح موعود امت محمدیہ کے ہی ایک فرد ہیں جن کے ذمے تجدید دین کا کام تھا۔ اور وہ اپنے عین وقت پر آ بھی ۔۔۔

Tomb of Prophet Isa or Yuz Asof at Khanyar, Srinagar.
(See Article on Page 62)

Kh. Gaffar Rishi keeping his hand on the tomb of Moses (peace be on him) at Mount "Booth" Bandipur, Kashmir (*See article at 48)*